كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ (القرآن)

# مومن کی وفات

علامہ عبدالستار ہمدانی مصروف برکاتی

مرکز اہلسنت برکات رضا
امام احمد رضا روڈ
پور بندر، گجرات

www.markazahlesunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ (القرآن)

-: مصنف :-

علامہ عبدالستار ہمدانی "مصروفؔ" (برکاتی، نوری)
پوربندر

-: ناشر :-

مرکز اہل سنت برکات رضا
امام احمد رضا روڈ، میمن واڈ، پوربندر۔ گجرات

## جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

| | | |
|---|---|---|
| کتاب | : | ’’مومن کی وفات‘‘ |
| مصنف | : | علامہ عبدالستار ہمدانی ’’مصروفؔ‘‘ (برکاتی، نوری) |
| کمپوزنگ | : | مولانا ارشد علی جیلانی و محمد معین ترکی |
| تصحیح وتقدیم | : | حضرت مولانا نعمان اعظمی الازہری |
| ناشر | : | مرکز اہل سنت برکات رضا، پور بندر |
| باراول | : | شوال المکرّم ۱۴۲۶ھ / مطابق نومبر ۲۰۰۵ء |
| رسم اجراء | : | ۲۲؍شوال المکرّم ۱۴۲۶ھ / مطابق ۲۵؍نومبر ۲۰۰۵ء |
| | | بموقع: عرس قاسمی، مارہرہ مطہرہ |

## ملنے کے پتے

- دارالعلوم غوث اعظم، امام احمد رضا روڈ، پور بندر
- فاروقیہ بک ڈپو ، مٹیا محل ، جامع مسجد ، دہلی
- امجدیہ کتب خانہ، مٹیا محل ، جامع مسجد ، دہلی

قُـــلْ اِنَّ الْــمَــوْتَ الَّـــذِیْ
تَـفِـرُّوْنَ مِـنْــهُ فَاِنَّــهٗ مُلَا قِیْكُمْ ثُمَّ
تُرَدُّوْنَ اِلٰی عَالِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ
فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ

(پارہ ۲۸، سورہ الجمعہ، آیت : ۸)

ترجمہ:

”تم فرماؤ! وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو، وہ تو ضرور تمھیں ملنی ہے، پھر اس کی طرف پھیرے جاؤ گے، جو چھپا اور ظاہر سب کچھ جانتا ہے، پھر وہ تمھیں بتا دے گا جو تم نے کیا تھا۔“ (کنزالایمان)

# ''شرف انتساب''

میں اپنی اس کاوش کو سلسلۂ قادریہ کی ہندوستان کی راجدھانی اور عظیم خانقاہ یعنی خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کے عظیم المرتبت بزرگ عارف باللہ، فنافی الرسول، رئیس الاولیاء والاتقیاء، ھادی الصوفیاء، رہبر علماء، مخزن علم وحکمت، سراج السالکین، نورالعارفین **سید ابوالحسین احمد نوری مارہروی** رضی اللہ تعالیٰ عنہ و ارضاہ عنا کی طرف منسوب کرتے ہوئے سعادت عظیمہ کا یقین کرتا ہوں۔ جن کی نگاہ کیمیاء اثر نے میرے پیرو مرشد، آقائے نعمت، تاجدار اہل سنت، شہزادۂ اعلیٰ حضرت سیدی وسندی وماوائی وملجائی و ذخری و مرشدی **حضور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں** علیہ الرحمۃ والرضوان کو اپنے فیوض خاص سے نواز کر دنیائے سنیت کے افق پر درخشاں آفتاب کی طرح چمکایا اور دیگر ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کے قلوب کو ضیاء بخشی۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل ہم غربائے اہل سنت کو مارہرہ مقدسہ کی عظیم خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کے تمام بزرگوں کے فیوض وبرکات سے مشرف فرمائے۔ آمین۔

-: مصنف :-

# مؤمن کی وفات

## فہرست عناوین



3
K-1

# تقریظ جلیل

## از: خلیفۂ مفتی اعظم ہند، اشرف العلماء، حضرت مولانا مفتی مجیب اشرف صاحب قبلہ، بانی و مہتمم الجامعہ الرضویہ دار العلوم امجدیہ، ناگپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

برادر طریقت، **حضرت مولانا عبدالستار قادری**، برکاتی، نوری، زید مجدہ کی شخصیت پورے ملک میں جانی پہچانی جاتی ہے، بہت سی کتابوں کے کامیاب مصنف ہیں، میرے خیال سے گجراتی اور اردو زبانوں میں ایک سو سے زیادہ کتابیں آپ لکھ چکے ہیں، آپ کے لکھنے کا انداز دلچسپ اور انوکھا ہوتا ہے، ہر بات کی توضیح وتفصیل اس انداز سے ہوتی ہے کہ کم سے کم پڑھا لکھا آدمی اس کو آسانی کے ساتھ سمجھ لیتا ہے۔

ابھی ماضی قریب میں آپ کی ایک کتاب بنام ''**مومن کی نماز**'' اردو، گجراتی، ہندی اور انگریزی چار زبانوں میں شائع ہوئی، اور ملک و بیرون ملک ہاتھوں ہاتھوں لی گئی۔ عوام وخواص سب نے یکساں پسند کیا، اب ''**مومن کی وفات**'' جو موصوف کی نئی تصنیف ہے، اس کتاب کو میں نے دو چار مقامات سے پڑھا، پوری کتاب پڑھنے کا موقع نہ مل سکا، لیکن جتنا پڑھا اس کو صحیح پایا۔

مجھے امید ہے کہ یہ کتاب بھی شرف قبول پائے گی اور اہل علم قدر کی نگاہوں سے دیکھیں گے، اور مولانا موصوف کو دعاؤں سے نوازیں گے، میں بھی دعا کرتا ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل موصوف کو آفات روزگار سے

بچائے اوران کے مقاصد خیر میں کامیابی عطا فرمائے، نیز کتاب مذکور کوان کے لیے توشۂ آخرت اور پڑھنے والوں کے لیے باعث عبرت بنائے۔

آمین ثم آمین بجاہ النبی الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم۔

محمد مجیب اشرف غفراللہ لہ
بانی ومہتمم الجامعہ الرضویہ دارالعلوم امجدیہ
ناگپور

۳؍رمضان المبارک ۱۴۲۶ھ
مطابق
۸؍اکتوبر ۲۰۰۵ء روز شنبہ

# تقریظ جلیل

## از: خلیفۂ مفتی اعظم ہند، عالم جلیل، حضرت علامہ مفتی اشرف رضا صاحب قبلہ، صدر مفتی ادارۂ شرعیہ، مہاراشٹر، بمبئی

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام علٰی سیدنا و مولانا محمد وعلی آله و اصحابه و اتباعه و بارك وسلم الف الف مرة فی کل لمحة و لحظة الٰی یوم الدین

ناشر اسلام وسنیت، ناصر مسلک اعلیٰ حضرت، مناظر اہل سنت، ماہر رضویات، حضرت، علامہ، **الحاج عبدالستار صاحب ہمدانی ''مصروفؔ''** قادری برکاتی نوری مدظلہ النوری کی کئی تصنیف وتالیف دیکھنے کو ملی۔ نافع ومفید پایا۔ انہیں میں ''مومن کی وفات'' کا بیشتر حصہ پڑھا ماشاء اللہ ان کی ندرت ترتیب، سہل ترین انداز مفید سے مفیدتر مباحث و مسائل کا انتخاب لائق تحسین و قابل تبریک ہے۔ قرآن وحدیث، فقہ وفتاوی اور سیر و اخلاق کی درجنوں کتابوں بالخصوص اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، امام اہل سنت، مجدد دین وملت، واصف شاہ ہدیٰ سیدنا **امام احمد رضا** قادری رضی اللہ عنہ کے فتاوی و رسائل سے مبرہن و مدلل فرمایا۔ مولیٰ تعالیٰ عزوجل اپنے حبیب ومحبوب، دانائے جمیع خفایا وغیوب، منزہ عن الخطاء والعیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وازواجہ واصولہ وفروعہ وبارک وسلم کے صدقہ وطفیل شرف قبولیت عطا فرمائے۔ اور حضرت مولانا ہمدانی مصروفؔ کو جو واقعی ہمہ اوقات مصروف ہیں، خدمت دین واشاعت کتب کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔

مرکز اہل سنت برکات رضا پور بندر کی اہم مطبوعات مثلاً نسیم الریاض، جواہر البحار، جامع کرامات اولیاء، وفاء الوفاء، المواہب اللدنیہ، شرح مسلم، فتاوی رضویہ مترجم، مدارج النبوۃ وغیرہم لوجہ اللہ موصول ہوئیں۔ جزاه الله تعالیٰ فی الدارین خیرا۔ مرکز کی اہم مطبوعات پا کر دل وجان اور قلب وروح کو راحت حاصل ہوتی رہتی ہے۔

مرکز حاضر ہوا، یہاں کے انتظامی امور وطریقہ کار اور علم دوستی نے بہت متاثر کیا۔ ان کا شعبہ نشر و اشاعت عزم کئے بیٹھا ہے کہ ہم محامد مصطفیٰ ﷺ و تائید اہل سنت و الجماعت کی اہم سے اہم کتابیں علماء وعوام کو ان کے ذوق کے مطابق ان کے ہاتھوں میں دیدیں گے۔ غیر ملکی مطبوعات کے مقابل ان کی مطبوعات کی قیمت آٹے میں نمک کے برابر ہے۔ دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ قادر وقدیر عزوجل اپنے حبیب، محبوب اور قاسم ومختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وازواجہ واصولہ وفروعہ وبارک وسلم کے صدقہ روح القدس کے ذریعہ ان کی تائید فرمائے۔

وصلی الله تعالیٰ علیه بارك وسلم ۔ حسبنا الله ونعم الوکیل، نعم المولیٰ و نعم النصیر۔

عبید المصطفیٰ فقیر اشرف رضا قادری صدیقی غفرلہ

خادم الافتاء والقضاء ادارۂ شرعیہ مہاراشٹرا۔ بمبئی ۸

وارد حال: مرکز اہل سنت برکات رضا، پور بندر۔ گجرات

۱۷/ربیع النور ۱۴۲۵ھ

# تأثر

## ماہر علوم احادیث، صاحب تصانیف جلیلہ، حضرت علامہ مولانا محمد عیسیٰ رضوی صاحب، صدر المدرسین الجامعۃ الرضویہ، گرسہائے گنج، ضلع قنوج (یوپی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

موت کی صداقت وسچائی ہر جاندار کو تسلیم ہے، ہر ذی روح کو موت کا تلخ احساس ہے۔ خواہ وہ عقل وادراک والے ہوں یا بے علم و بے شعور والے، ہر عہد اور ہر زمانے میں جاندار پر موت کا خوف مسلط رہا، ہر جان کو موت سے بچنے کی فکر دامن گیر رہی لیکن اس سے کسی کو آج تک رستگاری نہ ملی اور نہ مل سکتی ہے، البتہ انسانی دنیا میں موت کے اسباب وعلل تلاش کئے گئے اور اسے فکر ونظر اور فہم وفراست کے ترازو میں تولنے کی کوشش کی گئی مگر عقل انسانی اس بات سے حیران وششدرہ گئی کہ آخر موت کیا چیز ہے؟

کسی نے کہا کہ جسم انسانی میں دوڑتے ہوئے خون کا نام زندگی اور اس کے فقدان ومنجمد ہونے کا نام موت ہے، کسی نے کہا کہ حرکت قلب کا نام حیات اور اس کے بند ہوجانے کا نام موت ہے۔ حالاں کہ یہ سب موت نہیں بلکہ موت کے عوارض ہیں۔ موت وحیات کی تشریح میں یہ ان لوگوں کا ذہنی اختراع اور قیاس آرائیاں ہیں، جو اسلام وشریعت کے دامن رحمت سے منسلک و وابستہ نہ ہوئے اور جنھیں تلاش حق کی توفیق نہ ملی، مگر وہ لوگ جن کے قلوب واذہان میں ایمان ویقین کی شمع روشن وفروزاں ہے، جو اسلامیات کے حقائق ومعارف سے واقف و آشنا ہیں، وہ بخوبی جانتے ہیں کہ موت وحیات دونوں وجودی شئی ہیں، دونوں خدا کی پیدا کردہ اور مخلوق ہیں، ان کے ذریعہ سے انسانوں کو آزمایا گیا کہ کون ایمان وعمل کی منزل میں حسن

کارکردگی کا مظاہرہ کرتا ہے اور کون ان سے انحراف وروگردانی کرتا ہے۔

اسلامی عقیدہ اور نظریہ یہ ہے کہ روح خدا کا ایک امر اور حکم ہے۔ جب تک یہ انسان یا حیوان کے جسم عنصری میں موجود ہے تو اسے زندگی کی قیمتی دولت حاصل ہے اور جب یہ جسم سے جدا ہو جائے تو یہی اس کی موت ہے، حیوان و جاندار کے جسم عنصری سے روح کی جدائی ہی کو موت کہا جاتا ہے، خارجی عوارض کا نام ہرگز موت نہیں۔

اسلامی نقطۂ نظر سے موت و حیات کے حقائق و سچائیاں تسلیم کر لینے کے بعد یہ ماننا پڑے گا کہ انسان جب تک دنیا میں زندہ رہتا ہے اس پر شریعت مطہرہ کے احکام وقوانین نافذ و عائد ہوتے ہیں، شریعت اسلامیہ نے جو راہیں متعین کی ہیں انسان کو عمل استقامت کے ساتھ ان پر گامزن رہنا لازم وضروری ہوتا ہے۔ اور جب انسان مرجاتا ہے تو وہ تو شرعی دنیاوی تقاضوں اور پابندیوں سے نجات و چھٹکارا پالیتا ہے مگر جو اس کے وارث اور آس پڑوس والے دوسرے مسلمان ہوتے ہیں ان پر اس میت کے تعلق سے کچھ احکام و ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، جن سے اس کے وارث یا دیگر مسلمانوں کا عہدہ برآ ہونا ضروری قرار پاتا ہے۔ یعنی ایک مسلمان کی موت کے بعد یہ مسائل سامنے آتے ہیں کہ:

- تجہیز وتکفین کس طرح کی جائے؟
- تدفین وتلقین کا طریقہ کیا ہے؟
- جنازے کی نماز ادا کرنا کس درجہ ضروری ہے؟
- نماز جنازہ کے تعلق سے دیگر مسائل کیا کیا ہیں؟
- نماز جنازہ صرف حاضر ہی کی ہوتی ہے یا غائب کی بھی ہوسکتی ہے؟
- میت کو دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان دینا سنت ومستحب ہے یا نہیں؟
- مردے کو ایصال ثواب کرنا جائز ہے یا نہیں؟

- تعزیت کا طریقہ کیا ہے اور وہ سنت ہے یا مستحب؟ وغیرہ وغیرہ

زیر نظر کتاب ''**مومن کی وفات**'' میں آپ کو مذکورہ تمام مسائل کا مفصل وواضح بیان مستند ومعتبر کتابوں کے حوالوں کی روشنی میں ملے گا، اس کتاب کا ہر صفحہ ان مسائل واحکام میں آپ کی الجھنوں کا حل پیش کرے گا۔

یہ حسین وجمیل اور تحقیقی کتاب مناظر اہل سنت، مفکر ملت، ناشر مسلک اعلیٰ حضرت، **حضرت علامہ عبدالستار ہمدانی** ''مصروفؔ'' برکاتی نوری رضوی کی ایک منفرد اور عظیم خوبصورت کاوش ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ کتاب قبولیت عام سے سرفراز وشرفیاب ہوگی۔ اور اسے پسندیدگی کی نظروں سے دیکھا جائے گا۔ فقہ وفتاوی کی کتابوں میں تجہیز وتکفین اور نماز جنازہ سے متعلق مسائل موجود تو ہیں مگر اس شرح وبسط اور تفصیل کے ساتھ کسی ایک کتاب میں موجود نہیں اور یہ کہ وہ سب کتابیں ہر ایک کی دسترس ومطالعہ میں بھی نہیں ہیں۔

علامہ ہمدانی صاحب نے تجہیز وتکفین سے متعلق مختلف ابحاث ومسائل کو زیر مطالعہ کتاب ''**مومن کی وفات**'' میں ڈھیر ساری کتابوں کے حوالوں سے یکجا ومجتمع فرما دیا ہے جو فقہ اسلامی کی متعدد کتابوں میں منتشر ہیں خصوصا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی بعض تصانیف ورسائل سے جس انداز سے استفادہ کیا گیا ہے وہ بھی یقیناً سراہنے کے لائق ہے اس لیے علامہ ہمدانی صاحب پوری ملت کی طرف سے قابل مبارکباد اور مستحق صد تحسین ہیں۔

فجزاه الله خير الجزاء۔

ہماری جماعت میں علامہ ہمدانی صاحب کی شخصیت ایک باوقار محقق، عظیم مناظر، جلیل القدر وسنجیدہ مصنف، دوررس مفکر، قوم وملت اور مذہب اہل سنت ومسلک اعلیٰ حضرت کی بہی خواہ کی حیثیت سے ابھری اور دیکھتے ہی افق سنیت پر چھا گئی، ان کی قلمی واشاعتی خدمات اور مرکز اہل سنت برکات رضا کا قیام اور اس ادارہ کے حوالے سے جو کارہائے نمایاں منصۂ شہود پر

آئے وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں، مستقبل کا مورخ ان کی دینی وعلمی خدمات کو ضرور اپنی تاریخ کی زینت بنائے گا، رب کائنات انھیں عمر فاروق کا جوش وجذبہ اور خالد بن ولید کی شجاعت وہمت کا پیکر بنائے، آمین!

**محمد عیسیٰ رضوی قادری**
الجامعۃ الرضویہ مظہر العلوم
گرسہائے گنج، قنوج (یوپی)

نزیل
**مرکز اہل سنت برکات رضا**
پوربندر، گجرات
۱۶؍شعبان المعظم ۱۴۲۶ھ
۲۱؍ستمبر ۲۰۰۵ء

# تقریظ جلیل

## خلیفۂ مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مولانا مفتی محمد مطیع الرحمٰن صاحب قبلہ، صدر مفتی ادارۂ شرعیہ کرناٹک، بنگلور۔

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده ونصلى على رسوله الكريم

برادر طریقت حضرت **مولانا عبدالستار ہمدانی** مدظلہ سے مجھے تقریباً تیس سالہ ملاقات کا شرف حاصل ہے مگر آج وہ مختلف الجہات خدمت دین وسنیت اور حفاظت مسلک اعلیٰ حضرت کی بدولت پورے برصغیر بلکہ اس سے آگے یورپ وافریقہ تک میں اپنی ایک مخصوص شناخت کے ساتھ جانے مانے جاتے ہیں۔ابھی ملک پور ضلع کٹیہار کے تاریخ ساز کامیاب مناظرہ کے سلسلہ میں ان کی جدو جہد اور علمی و مالی قربانیاں ناقابل فراموش ہیں۔چار پانچ سال ہوئے ان کی تصنیف ''**مومن کی نماز**'' جو عمومی مسائل پر حاوی ہونے کے ساتھ ساتھ نادراً پیش آمدہ صورتوں کے حل پر مشتمل اور سہل نگاری میں اپنی مثال آپ ہے، جابجا سے دیکھی تھی۔آج ''**مومن کی وفات**'' کا مسودہ میرے سامنے ہے جس میں انہوں نے احادیث وفقہ کی مستند کتابوں، بالخصوص ''بہار شریعت'' اور ''فتاوی رضویہ'' کے حوالوں کے التزام کے ساتھ موضوع کا پورا پورا حق ادا کرتے ہوئے بھی سہل نگاری میں کوئی فرق نہیں آنے دیا ہے۔اللہ تعالیٰ برادر موصوف کی اس محنت کو بھی شرف قبولیت سے سرفراز فرمائے،ان سے مزید دین کی خدمتیں لے اور عام مسلمانوں کو ان کے فیوض و برکات سے متمتع فرمائے، آمین۔

**فقیر محمد مطیع الرحمٰن** رضوی غفرلہ

۲۳ر شوال المکرّم ۱۴۲۶ھ

# تقریظ جلیل

## خلیفۂ مفتی اعظم ہند وخلیفۂ محدث اعظم ہند حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اشفاق صاحب قبلہ، مفتی اعظم راجستھان، دارالعلوم اسحاقیہ، جودھپور

نحمده ونصلی و نسلم علی حبیبه الکریم۔

حضرت **مولانا عبدالستار صاحب ہمدانی** زید مجدہ ہماری جماعت کے ایک فعال اور وسیع المطالعہ عالم باعمل ہیں۔ جن کی پچھلی ۲۵/۲۰ سالہ زندگی کا روشن باب زریں حروف میں لکھنے کے لائق ہے۔ رد وہابیت میں موصوف کی قابل افتخار خدمات ملت کا باہوش طبقہ کبھی فراموش نہیں کرسکتا۔ تقریر وتحریر دونوں میدان کے شہسوار موصوف ہمہ وقت ملت بیضاء کی خدمت میں مصروف رہتے ہیں۔ آپ کی تقاریر نے جہاں خوش عقیدہ فرزندان توحید کے ایمان وعقیدہ کا تحفظ کیا۔ وہیں کم خواندہ برگشتۂ راہ ہدیٰ کو راہ راست پر لانے میں اہم رول نبھایا۔

موصوف کی تقاریر دلائل و براہین سے مزین ہوکر دلوں کی دنیا کو آراستہ و پیراستہ کرتی رہیں۔ وہیں وہابیت کے جراثیم کا بھی قلعہ قمع کرتی رہیں۔ تقاریر کے ساتھ ساتھ فروغ سنیت اور احقاق حق و ابطال باطل میں موصوف کی مساعی جلیلہ بھی قابل تقلید ہیں۔ صدہا آسان اردو میں کتب تحریر فرما کر مفت تقسیم کرنا، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی عبقری شخصیت سے خوش عقیدہ فرزندان توحید کو روشناس کروانا اور آپ کی فقید المثال تبحر علمی شخصیت کو حزب مخالف کے سامنے پیش کر کے ان کو سوچنے پر مجبور کرنا، موصوف کا ایسا کارنامہ ہے، جو زرین حروف میں لکھا جائے گا۔ سیرت طیبہ پر مشتمل نایاب عربی کتب

اکابر کو طبع کروا کر عرب دنیا میں مفت تقسیم کروانا، اور خوش عقیدہ علماء عرب سے روابط قائم کر کے ان کو سیرت طیبہ کی نایاب کتب عربی تحفۃً پیش کر کے عظمت محبوب داور ﷺ کو اجاگر کرنے کی ترغیب دینا، اپنی مثال آپ ہے۔ یہ وہ خدمات جلیلہ ہیں جن کو ملت بیضاء ہمیشہ یاد رکھے گی۔ اور آنے والا مورخ آپ کی فروغ سنت وتوضیح مسلک اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ پر مشتمل خدمات جلیلہ کو نمایاں مقام دے گا۔

موصوف تحفظ سنت اور ناموس رسالت پر کئی ایک نایاب کتب تحریر کر کے عاشق مسلک اعلیٰ حضرت اور شیفتۂ محبت رسول کا واضح ثبوت دے چکے ہیں۔ مع ذالك آپ کا برق بار قلم تاہنوز رواں دواں ہے۔ رب العزت آپ کے قلم و بیان میں اور زور مرحمت فرمائے۔ رد وہابیت میں جہاں آپ نے فقید المثال خدمات پیش کی ہیں، وہیں اصلاح معاشرہ کے لئے بھی ہمہ وقت کوشاں رہتے ہیں۔

اسی سلسلۃ الذہب کی زریں کڑی **''مؤمن کی وفات''** نامی کتاب کی تالیف ہے۔ ''مؤمن کی وفات'' نامی کتاب بڑے شستہ انداز میں ترتیب دے کر دلائل وحکم سے مزین کر کے منصۂ شہود پر جلوہ بار کی ہے۔ جس میں بندۂ مومن کو بڑے پاکیزہ و حکیمانہ انداز میں ذہن نشین کروایا گیا ہے، کہ اعمال صالحہ انجام دیکر ہی انسان اپنے خالق و مالک کی خوشنودیاں حاصل کرسکتا ہے۔ اتباع رسول بندۂ مومن کی فیروزمندی کا سرمایۂ لازوال ہے۔ اور اطاعت رسول ابندۂ مومن کی کامرانی ونجات کا طرۂ امتیاز ہے۔ اس فکری پیام و درس کے ساتھ ساتھ احادیث نبویہ کی روشنی میں کئی ایک اختلافی مسائل کا بہترین حل بھی پیش کیا ہے۔ جس سے مسلک اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا مبنی برحق ہونا اظہر من الشّمس ہوتا ہے، کتاب کی زبان عام فہم اور سلیس ہے۔ ہر شخص بآسانی اس کے

دررنایاب کو سمجھ سکتا ہے۔ ’’ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَاءُ‘‘

آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ کے دلائل سے اہم مسائل کو ذہن نشین کرانے کی پاکیزہ کوشش کی گئی ہے۔ موصوف کا اسلوب بیان وتحریر دونوں بے حد دلکش ہیں۔ جس سے قاری کے دل پر گہرا اثر مرتب ہوتا ہے۔ وہ چند لمحوں کے لیے وادیٔ حقیقت کا سالک بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے قلم میں اور زیادہ تاثیر پیدا فرمائے۔ آمین

کتاب ’’مؤمن کی وفات‘‘ کو جستہ جستہ ملاحظہ کیا ہے۔ ضعیفی کے باعث بالاستیعاب دیکھ نہ سکا مگر رب کی ذات والا پر پورا یقین ہے کہ یہ کتاب بھی موصوف کی سابقہ کتب کی مانند مقبول عام اور شرف قبولیت کا مقام پائے گی۔

میری رب العزت کی بارگاہ عالیہ میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کو صحت و عافیت کے ساتھ عمر خضر عطا فرمائے۔ تاکہ ملت بیضاء کی زیادہ سے زیادہ خدمات انجام دیتے رہیں۔ اور مسلک اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے فروغ میں ہمہ وقت سرگرم عمل رہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو سدا باغ وبہار رکھے۔ آمین

اَرَى الۡعَيۡشَ كَنۡزاً نَاقِصًا كُلَّ لَيۡلَةٍ
وَمَا تَنۡقُصُ الۡاَيَّامُ وَالدَّهۡرُ يَنۡفَدُ

دعا گو:۔

**فقیر محمد اشفاق حسین نعیمی غفرلہ**

مفتی اعظم راجستھان
و
شیخ الجامعہ الاسحاقیہ، جودھپور
(راجستھان)

۲۰؍رمضان المبارک، ۱۴۲۶ھ
مطابق: ۲۵؍اکتوبر، ۲۰۰۵ء، بروز یک شنبہ

# تقدیم

## فاضل جلیل، عالم نبیل، ماہر علم حدیث، حضرت علامہ ومولانا نعمان اعظمی صاحب، فاضل جامعہ ازہر، مصر

یوں تو دنیا میں بے شمار ادیان و مذاہب کے ماننے والے موجود ہیں۔ اور ہر مذہب میں انسانی زندگی سے متعلق کچھ اصول وضابطے اور قواعد وقوانین ہیں۔ ایسے ہی ہر مذہب میں انسان کی موت کے سلسلہ میں اور اس کے بعد کے لیے بھی کچھ مخصوص عقائد و نظریات ہیں۔ اور ہر مذہب میں انسانی جسم کی موت کے بعد کچھ رسم ورواج بھی ہیں۔ اس وقت ہمیں ان پر کسی تنقید وتبصرہ کے بغیر صرف اسلامی قوانین کے ان پہلوؤں کو اجاگر کرنا ہے، جو انسانی زندگی کے اختتام سے متعلق ہیں۔

اسلامی نظریہ یہ ہے کہ انسان اس دنیا میں ہمیشہ رہنے کے لیے نہیں آیا، بلکہ اس کی حیثیت یہاں فقط ایک مسافر جیسی ہے، جو برابر اپنی منزل طے کر رہا ہے، اور پھر ایک مخصوص مدت گزار کر اسے یہاں سے دوسری دنیا کی طرف کوچ کر جانا ہے۔ مگر اسی کے ساتھ یہ نظریہ بھی اسلامی ہے کہ انسان اپنی ظاہری زندگی کے فنا ہونے کے ساتھ ہمیشہ کے لیے فنا نہیں ہو جاتا، بلکہ اس کے بعد اسے دوبارہ زندہ ہونا ہے، اور اپنی دنیاوی زندگی کا حساب دینا ہے۔

مگر واضح رہے کہ ایسا بھی نہیں کہ یہ انسان جو آج روئے زمین پر دو پاؤں سے چلتا ہے، دو ہاتھوں سے پکڑتا ہے، زبان سے کلام کرتا ہے اور عقل وشعور کا مالک ہے۔ کل دوبارہ اٹھائے جانے کے وقت وہ چار ٹانگوں والا ہو جائے، بے عقل و بے شعور چوپایہ

میں تبدیل ہو جائے، بلکہ جو روح جس بدن میں تھی، اسی میں دوبارہ داخل ہوگی، اس دنیا میں کسی انسان کی روح اگلی دنیا میں کسی حیوان، جماد اور نبات میں سرایت کر جائے، ایسا ہرگز نہیں۔

روح جو کچھ عمل کرتی ہے وہ اپنے خالق کے حکم سے کرتی ہے۔ یہی اسلامی نظریہ اور قرآنی فیصلہ ہے۔ روح بغیر حکم الٰہی کسی جسم سے نکل نہیں سکتی تو بھلا کسی غیر کے جسم میں ازخود داخل کیوں کر ہو سکتی ہے؟

۞ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتَابًا مُّؤَجَّلًا ، وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِيْهِ مِنْهَا وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْآخِرَةِ نُؤْتِيْهِ مِنْهَا وَ سَنَجْزِى الشَّاكِرِيْنَ''۔ (سورة اٰل عمران، آية :١٤٥)

ترجمہ: ''اور کوئی جان بے حکم خدا مر نہیں سکتی، سب کا وقت لکھا رکھا ہے۔ اور جو دنیا کا انعام چاہے ہم اس میں سے اسے دیں اور جو آخرت کا انعام چاہے، ہم اس میں سے اسے دیں اور قریب ہے کہ ہم شکر والوں کو صلہ (بدلہ) عطا کریں۔'' (کنزالایمان)

انسانی زندگی کے اختتام پر میت کے لیے اسلام نے جو اصول بنائے ہیں، وہ قابل ستائش اور لائق مطالعہ ہیں۔

بعض مذہب میں مرنے کے بعد انسانی جسم (مردہ) کو کسی سہارے کھڑا کر کے چاروں طرف سے دیواریں چن دی جاتی ہیں۔ اور بعض دیگر مذہب میں مردہ انسانی جسم کو نذر آتش کر دیا جاتا ہے، مگر اسلام نے میت کو زیر زمین دفن کرنے کا جو نظام بنایا ہے، اس پر غور کریں گے تو سائنٹفک طور چند اہم فائدے کھل کر سامنے آئیں گے، جو صرف مسلمان نہیں بلکہ پوری دنیا کے مفاد میں ہیں۔

(Pollution) آلودگی آج پوری دنیا میں موضوع بحث بنا ہوا ہے، آلودگی کے خاتمہ پر بڑی بڑی کانفرنسیں بلائی جارہی ہیں۔آب وہوا کو صاف ستھری اور فضا کو آلودگی سے بچانے کے لیے مہم چلائی جارہی ہے۔آلودگی کے منفی اثرات جو صحت انسانی پر مرتب ہوتے ہیں، اس کے دفاع کے لیے آج سائنس داں حیران ہیں۔

مگر آپ غور کریں کہ انسان کی مردہ لاش کو منوں لکڑیوں کے ڈھیر پر رکھ کر آگ دینے میں کتنی آلودگی پھیل سکتی ہے؟

برخلاف اس کے مردہ مسلم کی لاش ٹنوں مٹی کے نیچے پاک وصاف کر کے چھپا دی جاتی ہے۔جس سے نہ فضا آلودہ ہوتی ہے، نہ کسی طرح کا تعفن پھیلتا ہے، اور نہ ہی جسم انسانی کی اہانت ہوتی ہے۔

ایسے ہی آپ اسلامی قوانین کے ایک ایک پہلو پر نظر کرتے چلے جائیں، تو آپ پر اس کی حقانیت اور سچائی کا راز کھلتا چلا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں اسلام وایمان کی دولت سے نوازا، اور ہم کو وہ اعلیٰ نظام حیات عطا کیا جو دنیا کے کسی دوسرے دین و مذہب میں ہرگز نہیں۔

اب یہیں سے یہ واضح ہوگیا کہ پھر اہل اسلام کو ان قوانین اور شعبہ حیات و ممات سے متعلق ضابطوں سے اچھی طرح باخبر کرنا کتنا اہم اور ناگزیر ہے۔ان پڑھ اور غیر اسلامی معاشرہ میں پلنے والے مسلمانوں کو موت، کفن، دفن اور اس سے متعلق ضروری مسائل پر مطلع کرنا ضروری ہے، تاکہ امت مسلمہ کا ہر ہر فرد جان لے کہ اس کی زندگی کے خاتمہ پر کیا کیا کرنا ہے۔

زیر نظر کتاب ''**مومن کی وفات**'' **فاضل جلیل حضرت علامہ عبدالستار ہمدانی،**

نوری، برکاتی (حفظه الله ) نے اسی مقصد کے تحت ترتیب دی ہے، اس کتاب کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ ان تمام مسائل کو محیط ہے جو انسان کے نزع کے وقت سے لے کر قبر تک پہنچنے میں درپیش ہوتے ہیں۔ اور حالت نزع سے لے کر تجہیز و تکفین کے جتنے بھی مراحل ہیں سب کے مسائل واضح اور سلیس انداز میں قلم بند کر دیا ہے، اور سب سے زیادہ استفادہ سیدی اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت **امام احمد رضا خاں** قادری بریلوی (علیہ الرحمۃ والرضوان) کی مشہور زمانہ اسلامی انسائیکلو پیڈیا ''**العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ**'' سے کیا ہے، اور یہی اس کتاب اور اس کے مصنف کی ثقاہت کی ضمانت ہے۔

اختلافی مسائل جو بعض مخالفین نے اٹھائے ہیں، ان کا شافی جواب اور مسئلہ کی وضاحت کے بعد نتیجہ کے طور پر صحیح طریقہ کار، اسلامی عقائد اور قرآن وسنت کے مطابق پیش کیا ہے۔

مثلاً: حالت نزع میں مرنے والے کو کلمہ طیبہ ''لَااِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' تلقین کرنا۔

جب کہ مخالفین کی ضد ہے کہ صرف ''لَااِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ'' ہی سکھانا چاہیئے کہ یہی حدیث میں وارد ہے۔

عقلمندو! جب صرف ''لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کے اقرار سے بندہ مومن نہیں ہوسکتا ہے تا آں کہ '' مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' کا بھی اقرار کرلے، تو بھلا مرنے کے وقت نصف کلمہ کے اقرار پر ایمان کی موت کیسے مرے گا؟

- اسی طرح مومن کی میت کے ساتھ کفن یا قبر میں بزرگوں کے تبرکات رکھنا۔
- میت کی پیشانی یا کفن پر انگلی سے کلمہ طیبہ لکھنا۔
- کسی کا جنازہ دیکھ کر تعظیم کے لیے کھڑا ہونا۔

- جنازہ کے ساتھ نعت رسول یا دوسرے اوراد و وظائف کا ورد کرنا۔
- قبر پر ہری شاخ، پھول پنکھڑیاں ڈالنا۔
- مزارات اولیاء وصالحین پر قبہ اور نشانی کے لیے تختی لگانا۔
- دفن کے بعد اہل خانہ، متعلقین و متوسلین کو صبر وشکر اور راضی برضائے الٰہی کی تلقین کرنا۔
- دفن کے بعد قبر پر اذان دینا۔
- نماز جنازہ کی تکرار کے مسائل اور اس کی صورتیں۔
- میت پر غائبانہ نماز جنازہ ادا کرنا۔

ان کے علاوہ اور دیگر اختلافی مسائل پر سیر حاصل بحث جو فاضل مصنف نے کتب احادیث وفقہ اور اقوال ائمہ سے نقل کی ہے وہ انھیں کا حصہ ہے۔ جن کو آپ انھیں کے قلم سے اس کتاب کے اندر مختلف ابواب کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔ یہاں ان پر تبصرہ موزونیت سے خالی ہے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل اس کتاب کو عوام وخواص کے لیے نفع بخش اور مصنف کے لیے اجر جزیل کا باعث بنائے۔ اور مجھے خدمت دین وعلم کی توفیق بخشے (آمین)۔

وصلی اللهم علی سیدنا محمد وآله وصحبه وبارك وسلم۔

| رمضان المبارک ۱۴۲۶ھ | طالب دعا |
| --- | --- |
| مطابق | **نعمان اعظمی ازہری** |
| اکتوبر ۲۰۰۵ء | مرکز اہل سنت برکات رضا |

18

K-1

# آغاز سخن

خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ، مارہرہ مقدسہ کے سجادہ نشین، شہزادۂ سرکار احسن العلماء، شیخ المشائخ، پیر طریقت، آبروئے سنیت، ناصر وناشر مسلک اعلیٰ حضرت، مقتدائے اہل سنت، میرے آقائے نعمت، مرشد اجازت، منبع جود وعنایت، پیکر کرم و سخاوت، **امین ملت حضور قبلہ ڈاکٹر سید محمد امین میاں صاحب** دامت برکاتہم القدسیہ کا ایک دن ٹیلی فون آیا کہ میت کی تجہیز وتکفین کے تعلق سے عام لوگوں میں بے علمی اور جہالت کا یہ عالم ہے کہ مجھے اندیشہ ہے کہ قریب المستقبل میں وہ وقت آنے والا ہے کہ لوگوں کو یہ بھی معلوم نہ ہوگا کہ میت کو نہلانے، کفنانے اور دفنانے کا اسلامی طریقہ کیا ہے؟ جہالت کے دلدل میں پھنسے لوگ اپنی میتوں کو بے غسل وکفن اور بغیر نماز جنازہ پڑھے زمین میں دفن کر دیں گے۔

لہذا...

وقت کا تقاضا ہے کہ ایک کتاب بالکل سلیس اور آسان زبان میں تجہیز وتکفین کے مسائل پر شائع کی جائے۔

حضور سرکار امین ملت قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ کی گفتگو اور انداز گفتگو میں قوم و ملت کی بھلائی اور بہبودی کا جو درد تھا، وہ پنہاں نہیں رہ سکتا تھا۔ حضرت والا نے اس خدمت عظیمہ کے لیے اپنے خادم وغلام راقم الحروف کا انتخاب فرماتے ہوئے حکم عالی صادر فرمایا کہ ایک کتاب میت کے کفن ودفن کے مسائل پر مشتمل لکھ کر جلد از جلد شائع کرو۔

حضرت سرکار امین ملت قبلہ دامت برکاتہم العالیہ کے اس فرمان ذیشان پر

سرِتسلیم خم کرتے ہوئے اپنے آقائے نعمت سے اس خدمت کو جلد از جلد انجام دینے کا وعدہ کرکے ''مومن کی وفات'' نام سے کتاب لکھنے کا آغاز کردیا اور الحمداللہ! آج یہ کتاب آپ کے شفقت بھرے ہاتھوں کی زینت بنی ہوئی ہے۔

اس کتاب میں مسائل کی صحت، ان کی تفہیم وافہام، معتبر ومستند کتب حوالہ جات کے سلسلہ میں تحقیق وتفتیش، عربی عبارات کومن وعن نقل کرنے میں ضبط واحتیاط، عربی عبارات کے تراجم میں صحیح معنی، مطلب ومراد کا لحاظ، اختلافی مسائل کے بیان میں مخالفین کے پیش کردہ دلائل کو بھی پیش کرکے ان دلائل کا مبلغ ومسکت جواب، بعدازاں اپنے دعوٰی کی دلیل میں براہین ساطعہ پیش کرکے، حوالے میں پیش کردہ کتب کے پورے نام مع اسماء مصنفین وسن وفات، اصل کتاب کی مشکل عبارت کے ضمن میں سہل وضاحت وغیرہ امور کا پورا پورا لحاظ کیا گیا ہے۔ جس کا صحیح اندازہ کتاب کے مطالعہ کے بعد ہی ہوگا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب اکرم واعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل میری اس کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے اور عوام وخواص میں مقبولیت عطا فرما کر ملت اسلامیہ کے ہر فرد کے لیے نفع بخش بنائے اور میرے لیے نجات اخروی کا سبب بنائے، آمین۔ بجاہ سید المرسلین علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم۔

رمضان المبارک ۱۴۲۶ھ

مطابق

اکتوبر ۲۰۰۵ء

خانقاہ عالیہ برکاتیہ اور

قادریہ نوریہ رضویہ کا ادنیٰ سوالی

عبدالستار ہمدانی ''مصروف''

نوری، برکاتی

1

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

# موت کیا ہے؟ اور کیا اس سے بھاگنا ممکن ہے؟

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس عالم رنگ و بو میں جس شئے کو بھی زندگی بخشی ہے اور اسے اس عالم میں حیات عطا فرمائی ہے، پھر وہ چاہے انسان ہو، جن ہو، جانور ہو، یا اور کوئی، اس کے لئے موت لازمی اور یقینی ہے۔

❁ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''کُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَةُ الۡمَوۡتِ'' (سورۃ آل عمران، آیت:۱۸۵)

ترجمہ: ''ہر جان کو موت چکھنی ہے۔'' (کنز الایمان)

موت کیا ہے؟ جواب بہت ہی آسان ہے کہ انسان یا کسی ذی روح یعنی جاندار کا مر جانا۔ جاندار مرتا کیسے ہے؟ جواب صاف ہے کہ اس کے جسم سے روح نکل جاتی ہے۔ تو جب جسم سے روح نکل جاتی ہے، پورا جسم بے حس و بے کار ہو جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ جسم کی بقاء اور اس کے حرکات وسکنات کے لئے روح کا ہونا لازمی اور ضروری ہے۔ عام اصطلاح میں روح کو جان بھی کہا جاتا ہے۔ کسی آدمی کا انتقال ہوتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ اس کی جان نکل گئی۔ یا کوئی شخص کسی کو قتل کر دیتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ فلاں نے فلاں کی جان لے لی۔ المختصر! جسم اور روح کے مرکب مجسمے کو زندہ یا باحیات کہا جاتا ہے۔

ہر ذی روح چاہے وہ انسان ہو یا غیر انسان، اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہے کہ میری حیات اسی وقت تک باقی ہے، جب تک میرے جسم میں روح باقی ہے، اور روح کی عدم موجودگی میں میرا جسم بے کار ہے۔ لہٰذا وہ ہر وقت اس بات سے

ڈرتا ہے کہ میرے جسم سے کہیں روح نہ نکل جائے اور اسی کا نام موت کا ڈر ہے۔ ہر جاندار موت سے ڈرتا ہے اور موت کو خود سے دور رکھنے کی تمام کوششیں کرتا ہے۔ بلکہ موت سے بھاگتا ہے۔ لیکن موت، جس کو اجل بھی کہتے ہیں وہ اسے وقت آنے پر پکڑ لیتی ہے بلکہ اسے اپنے مضبوط پنجے میں دبوچ کر اس دنیا سے لے جاتی ہے۔

۞ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''قُلۡ اِنَّ الۡمَوۡتَ الَّذِیۡ تَفِرُّوۡنَ مِنۡهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیۡكُمۡ''

(سورة الجمعة، آیت ۸)

ترجمہ: ''تم فرماؤ! وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو، وہ تو ضرور تمہیں ملنی ہے۔''

(کنز الایمان)

۞ قرآن مجید کا صاف صاف ارشاد واعلان ہے:

''اَیۡنَ مَا تَكُوۡنُوۡا یُدۡرِكۡكُّمُ الۡمَوۡتُ وَ لَوۡ كُنۡتُمۡ فِیۡ بُرُوۡجٍ مُّشَیَّدَةٍ''

(سورة النساء ، آیت ۷۸)

ترجمہ: ''تم جہاں کہیں ہو، موت تمہیں آلے گی، اگرچہ مضبوط قلعوں میں ہو۔''

(کنزالایمان)

مذکورہ آیات سے ثابت ہوا کہ موت سے بچنا ممکن ہی نہیں اور کوئی بھی تدبیر موت سے چھٹکارا پانے کے لیے کارگر نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا موت سے ڈر کر بھاگنے کے بجائے اس کی تیاری کرنی چاہیئے اور وقت آنے پر موت کو گلے سے لگانا چاہیئے۔

# موت کے سب قائل ہیں

اس دنیا میں بے شمار انسان ہیں، بے شمار ممالک، بستیاں، آبادیاں، اقوام و مذاہب ہیں۔ بلکہ ہر مذہب میں بہت سے فرقے اور جماعتیں ہیں۔ مختلف مذاہب کے

متبعین ضرور کسی نہ کسی چیز کے منکر ہوتے ہیں، کوئی جنت و دوزخ کا منکر ہے، کوئی تقدیر کا، کوئی مرنے کے بعد پھر اٹھنے کا، کوئی حساب و کتاب اور جزاو سزا کا، کوئی فرشتوں کا، تو کوئی کلمہ گو ہونے کے باوجود انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی عظمت، خصائص، اختیارات اور کمالات کا منکر ہے۔ بلکہ خود خالق کائنات کے وجود کا انکار کرنے والی مخلوق بھی اس دھرتی پر پائی جاتی ہے۔

المختصر! کوئی ایسی چیز یا حقیقت نہیں پائی جاتی جس کا انکار کرنے والا نہ پایا جاتا ہو، البتہ موت ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس کا کوئی منکر نہیں۔ مومن، کافر، مشرک، مجوسی، یہودی، نصاریٰ، مرتد، منافق، بد مذہب، گمراہ، دہریہ وغیرہم جتنے بھی انسان ہیں پھر چاہے وہ ان پڑھ، جاہل، عالم، منطقی یا فلسفی ہو، آج تک کسی نے بھی موت کا انکار نہیں کیا، بلکہ سب کے سب یک زبان ہو کر یہی کہتے ہیں کہ ایک دن ضرور مرنا ہے۔ موت ایک ایسی اٹل حقیقت ہے کہ جس کا نہ کبھی انکار کیا گیا ہے، نہ کیا جا رہا ہے اور نہ ہی کبھی کیا جائے گا بلکہ انکار کیا ہی نہیں جا سکتا اور موت کا انکار کرنے والا نہ کبھی کوئی تھا، ہے اور نہ کبھی ہوگا۔

# موت کا وقت مقرر ہے

ہر جاندار مخلوق کی موت کا وقت مقرر ہے۔ نہ اس میں کوئی تقدیم ہوگی اور نہ ہی تاخیر ہوگی، بلکہ وقت مقررہ پر ہی اس کی موت آئے گی۔

۞ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ فَاِذَا جَاءَ اَجَلُهُم لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ“ (سورۃ الآعراف، آیت ۳۴)

ترجمہ: ''اور ہر گروہ کا ایک وعدہ ہے، تو جب ان کا وعدہ آئے گا، ایک گھڑی نہ پیچھے ہو نہ آگے۔'' (کنز الایمان)

اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ ہر جاندار کی اس دنیا میں زندہ رہنے کی میعاد پوری ہوتے ہی اس کو موت آ پکڑتی ہے۔ اس میں ایک گھڑی بھی جلدی نہیں ہوتی اور نہ ہی دیر ہوتی ہے۔ اس کا دانا پانی ختم ہوا اور وہ دنیا سے چل بسا۔ اس کی تقدیر میں جتنا وقت زندہ رہنا اور جتنا رزق لکھا تھا، وہ پورا ہوتے ہی اس کے جسم سے روح پرواز کر جاتی ہے۔

**حدیث:**

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِیْ رَوْعِیْ اَنَّ نَفْسًا لَنْ تَمُوْتَ حَتّٰی تَسْتَکْمِلَ رِزْقَھَا ''یعنی'' بے شک روح القدس نے میرے باطن میں وحی فرمائی کہ کوئی جاندار نہ مرے گا جب تک وہ اپنا رزق پورا نہ کر لے۔''

حوالہ:- (۱) الترغیب والترھیب للمنذری جلد ٦ ص ٥٣٧ مصنف: حافظ زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی المنذری المتوفیٰ سنہ ٦٥٦ھ

(۲) اتحاف السادۃ المفتیین، مصنف: علامہ السید مرتضیٰ الزبیدی۔ المتوفی سنہ ١٢٠٥ھ جلد ٨ ص ١٥٩

(۳) الکوکبۃ الشھابیۃ فی کفریات ابی الوھابیہ، مصنف: امام احمد رضا محقق البریلوی سنہ ١٣٤٠ھ ص ٢٣

**حدیث:**

ابن ابی الدنیا اور ابو الشیخ کی روایت میں ہے کہ ملک الموت حضرت عزرائیل

علیہ السلام دن میں تین مرتبہ لوگوں کے چہروں کو دیکھتے ہیں ۔جس کی عمر پوری ہو جاتی اور اس کا رزق دنیا سے ختم ہو جاتا ہے،اس کی روح قبض فرماتے ہیں۔

حوالہ:- شرح الصدور بشرح حال الموتیٰ والقبور(اردو ترجمہ ) ص ۴۷ مصنف:اما م جلا ل الدین السیوطی المتوفی ۹۱۱ھ

# موت کی جگہ مقرر ہے

جس کی موت جس مقام پر لکھی ہوگی، اسی مقام پر اس کی موت آئے گی ۔ چاہے وہ اس مقام سے کتنے ہی دور کے فاصلہ پر ہو، جب اس کی موت کا وقت آئے گا تو وہ کسی نہ کسی طرح اس مقام پر پہنچ جائے گا، جس مقام پر اس کی موت لکھی ہوئی ہے۔

ابن ابی شیبہ نے ''مصنف''میں حضرت خیثمہ بن عبدالرحمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ:

''ایک مرتبہ حضرت ملک الموت علیہ السلام سیدنا حضرت سلیمان علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی بارگاہ میں آئے اور آپ کے ساتھیوں میں سے ایک شخص کو گھور کر دیکھنے لگے ۔ جب حضرت ملک الموت علیہ السلام چلے گئے تو اس شخص نے حضرت سلیمان علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام سے دریافت کیا یہ شخص کون تھے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ ملک الموت حضرت عزرائیل علیہ السلام تھے۔اس شخص نے عرض کی سرکار ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ میری روح نکالنے کا ارادہ رکھتے تھے۔آپ نے فرمایا کہ پھر تمھارا کیا ارادہ ہے؟ اس نے عرض کی کہ آپ ہواؤں کو حکم دیں کہ وہ مجھے سرزمین ہند میں پہنچادیں۔آپ نے حکم دیا تو ہواؤں نے اس شخص کو آن کی آن میں سرزمین ہند پہنچا دیا۔پھر ملک الموت تشریف لائے تو حضرت سلیمان علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے ان سے دریافت کیا کہ

تم میرے ایک ساتھی کو گھور کر کیوں دیکھتے تھے؟ انھوں نے کہا کہ حضرت! میں اس پر تعجب کر رہا تھا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شخص کی روح ہند میں قبض کروں اور یہ شخص آپ کے پاس بیٹھا ہوا ہے ہند کیسے پہنچے گا؟''

حوالہ:- شرح الصدور بشرح حال الموتیٰ والقبور۔از :امام جلا ل الدین سیوطی اردو ترجمہ ص ۵۰

مندرجہ بالا واقعہ سے پتہ چلا کہ آدمی اپنی موت کی جگہ ضرور پہنچ جاتا ہے۔ حالانکہ اسے معلوم نہیں ہوتا کہ میں اپنی موت کی جگہ جا رہا ہوں بلکہ وہاں جانے کے لئے بے تاب و بے قرار ہو کر ہر حال میں وہاں پہنچتا ہے۔ جیسے کہ مذکورہ واقعہ میں یہ شخص سرزمین ہند میں جوں ہی وقت مقررہ پر پہنچا، اسی وقت اس کی روح قبض کر لی گئی۔ اپنی موت کی جگہ آدمی کو معلوم نہیں ہوتی، البتہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی عنایت وعطا سے اور اللہ تعالیٰ کے بتانے سے اللہ کے محبوب بندے اپنی جائے اجل بلکہ دوسروں کی بھی جائے اجل جانتے ہیں۔ جیسا کہ جنگ بدر کے دن حضور اقدس ﷺ نے ہر کافر کے مرنے کی جگہ پہلے ہی سے بتا دی تھی۔

**حدیث:**

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین کو حکم دیا تو وہ چلے، یہاں تک کہ میدان بدر میں اترے۔''فَقَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللّٰہ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ: ھٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ وَ یَضَعُ یَدَہٗ عَلَی الْاَرْضِ ھٰھُنَا ھٰھُنَا قَالَ فَمَا مَاتَ اَیُّ زَالَ وَمَا تَجَاوَزَ اَحَدُھُم عَنْ مَوْضَعِ یَدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَ سَلَّم۔'' یعنی'' رسول اللہ ﷺ نے زمین پر جگہ جگہ دست اقدس رکھ کر بتایا کہ

یہ فلاں کافر کے مرنے کی جگہ ہے اور یہ فلاں کی۔حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جہاں ہاتھ رکھ کر فرمایا تھا وہیں اس کی لاش گری،اس سے قطعاً تجاوز نہ کی۔''

حوالہ:- (۱) الصحیح لمسلم باب غزوۂ بدر، جلد ۲ ص ۱۰۲

(۲)السنن للنسائی،باب ارواح المؤمنین جلد ۱ ص ۲۲٦

(۳)المسند لاحمد بن حنبل جلد ۳ ص ۲۱۹

**حدیث:**

امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ قسم ہے اس کی جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا'' مَا أَخْطَئُو الْحُدُوْدَ الَّتِی حَدَّهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلّٰی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَ سَلَّم ''یعنی''جو حدیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے لئے مقرر فرمائی تھیں کسی نے اس حد سے تجاوز نہ کیا۔''

حوالہ:- (۱) الصحیح لمسلم، باب عرض مقعة المیت،جلد ۲ ص ۳۸۷

(۲) الدولة المکیة بالمادة الغیبیة ص ۳۵۵

# انسان موت سے کیوں ڈرتا ہے؟

جب یہ حقیقت مسلم ہے کہ ایک نہ ایک دن ضرور مرنا ہے اور موت ٹالے سے ٹل نہیں سکتی، پھر بھی انسان موت سے کیوں ڈرتا ہے؟ اس کی کئی وجوہ ہیں۔سب سے اہم وجہ یہ ہے کہ انسان دنیاوی لذتوں میں اتنا منہمک ہے کہ اسے دنیا کے عیش وعشرت میں زیادہ سے زیادہ لطف لینے کی خواہش رہتی ہے۔عالی شان مکان ہے، کافی مال و دولت جمع ہے، آرام وآسائش سے زندگی بسر ہورہی ہے، ہر قسم کی آسودگی ہے، ہر طرح کا چین میسر ہے، ان کو چھوڑ کر اور اپنے اہل وعیال سے بچھڑ کر قبر کی اندھیری کوٹھری میں

جانے کا جی نہیں چاہتا۔ قبر کی سختیاں اور عذاب کیسے جھیل سکوں گا۔ نہ کوئی مونس و مددگار ہوگا۔ کیا حال ہوگا؟ ان خیالات سے وہ ایسا بزدل بن جاتا ہے کہ لفظ ''موت'' سنتے ہی اس کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور موت کا تصور ہی اس کے لئے وبال جان بن جاتا ہے۔

لیکن مؤمن کے لئے موت دنیا کی زندگی سے بہتر ہے۔ کچھ احادیث کریمہ اور اقوال ائمۂ دین پیش خدمت ہیں۔

**حدیث:**

حاکم نے مستدرک میں، طبرانی نے معجم کبیر میں، ابن مبارک نے زہد میں، بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عبداللہ سے اور، دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت سیدنا امام حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

- موت مؤمن کا تحفہ ہے۔
- موت مؤمن کا پھول ہے۔

**حدیث:**

احمد اور سعید بن منصور نے اپنی سنن میں صحیح سند سے محمود بن بسیہ سے روایت کی کہ حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو چیزوں کو انسان برا سمجھتا ہے۔ موت کو برا سمجھتا ہے حالانکہ موت اس کے لئے فتنہ سے بہتر ہے۔ مال کی کمی کو برا سمجھتا ہے، حالانکہ مال کی کمی سے قیامت میں حساب میں کمی ہوگی۔

**حدیث:**

امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت زرعہ بن عبداللہ سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انسان اپنے لئے زندگی کو بہتر سمجھتا ہے

حالانکہ موت اس کے لئے بہتر ہے۔

**حدیث:**

ابونعیم نے حضرت عبداللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ اے ابوذر! دنیا مؤمن کے لئے قید خانہ اور قبر امن کی جگہ ہے اور جنت اس کا ٹھکانہ ہے۔ اے ابوذر! دنیا کافر کی جنت ہے اور قبر اس کا عذاب ہے اور جہنم اس کا ٹھکانہ ہے۔

**حدیث:**

ابن ابی شیبہ اور مروزی نے حضرت طاؤس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ مؤمن کے دین کو کوئی چیز نہیں بچاسکتی، سوائے موت کے گڑھے کے۔

**حدیث:**

طبرانی نے حضرت ابو مالک اشعری سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! جو لوگ مجھے رسول جانتے ہیں، ان کے دل میں موت کی محبت ڈال دے۔

**حدیث:**

ترغیب میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اگر تم میری وصیت یاد رکھو تو یہ کہ موت سے زیادہ پسندیدہ چیز تمھارے نزدیک کوئی نہ ہو۔

مذکورہ ساتوں احادیث کریمہ ماخوذ از کتاب

حوالہ:- شرح الصدور بشرح حال الموتیٰ والقبور (اردو ترجمہ) ص ۱۷/۲۱

# اقوال علمائے دین

ذیل میں کچھ اقوال زریں پیش کئے جاتے ہیں جن سے اندازہ ہوگا کہ صالحین مؤمنین موت کو کتنا محبوب رکھتے تھے اور موت سے ان کو کیسی رغبت تھی۔

## قول:۱

حضرت عبدالرحمان بن یزید بن جابر سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن ابی زکریا کہتے تھے کہ:

''اگر مجھے یہ پتہ چل جائے کہ اللہ نے مجھے اختیار دیا ہے کہ چاہے میں سو سال زندہ رہوں یا آج ہی مر جاؤں، تو آج ہی مر جانے کو اختیار کر لیتا، تاکہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ملاقات کر سکوں۔''

## قول:۲

ابن ابی دنیا نے حضرت سفیان سے روایت کی کہ موت عابد کے لئے راحت ہے۔

## قول:۳

حضرت حبان بن اسود نے کہا کہ موت ایک پُل ہے، جو ایک دوست کو دوسرے دوست سے ملانے کا ایک ذریعہ ہے۔

## قول:۴

ابن ابی الدنیا نے حضرت صفوان بن سلیم سے روایت کیا کہ موت دنیا کی تکالیف سے راحت دیتی ہے، اگرچہ خود اس میں تکالیف ہیں۔

مذکورہ چاروں اقوال ماخوذ از کتاب:

حوالہ:- شرح الصدوربشرح حال الموتیٰ والقبور، اردو ترجمہ، ص ۲۱/۲۳

2

# زندگی اور موت

انسان کو اپنی زندگی بہت ہی پیاری ہوتی ہے اور وہ اپنی زندگی کی بقا کے لئے ہر ممکن کوشش کرتا ہے لیکن وہ اس حقیقت سے بے خبر ہے کہ جس زندگی کو میں بے حد پیار کرتا ہوں، وہ زندگی ہر لمحہ کم ہوتی جاتی ہے اور وہ موت جس سے میں بہت ہی گھبراتا ہوں، وہ ہر لمحہ قریب ہوتی جاتی ہے۔ کبھی تو اس موت کے بظاہر کچھ بھی آثار نہیں ہوتے وہ دفعتاً بھی آجاتی ہے اور زندگی سے رشتہ منقطع کر کے اپنی آغوش میں لے لیتی ہے۔ اسی لئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

**حدیث:**

حضرت عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ''اِذَا اَمْسَيْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ وَ اِذَا اَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ'' یعنی ''اے انسان! جب تو شام کرے، تو صبح کا انتظار مت کر اور جب تو صبح کرے تو شام کا انتظار مت کر۔'' (بخاری و مشکوٰۃ)

خلاصۂ کلام یہ کہ شام کے وقت یہ خیال نہ کرے کہ نیکی کا یہ کام صبح کرلوں گا، ہوسکتا ہے کہ صبح ہونے سے پہلے ہی موت آجائے اور صبح کے وقت یہ خیال نہ کرے کہ نیکی کا یہ کام شام کو کرلوں گا۔ کیا خبر، شام تک زندہ رہے گا یا نہیں؟ لہٰذا ہر انسان کو چاہیئے کہ اپنی موت کو ہر وقت یاد کرتا رہے اور موت سے بالکل ہی نہ گھبرائے۔ بلکہ ایک سچے مسلمان کی شان یہ ہونی چاہیئے کہ وہ ہر وقت موت کے لئے تیار رہے اور اپنی دنیوی زندگی کو شریعت مطہرہ کی پابندی میں بسر کر کے آخرت کے سفر کا توشہ تیار کرتا رہے۔ بلکہ موت کو ایک دلہن کی طرح گلے لگانے کا حوصلہ رکھے کیونکہ موت ایک ذریعہ ہے آخرت

کے سفر کی ابتدا کا، اور اس کی پہلی منزل قبر ہے اور قبر میں ایک نعمت عظمیٰ نصیب ہوگی اور وہ نعمت ہے حضور اقدس، نور مجسم، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جلوۂ جہاں آرا کے دیدار کی سعادت حاصل ہونا جیسا کہ:

کفن میرا خوشیوں کی سوغات لایا
اسے پہن کر تیرا دیدار ہوگا

(از: مصروفؔ)

## موت مومن کے لیے رحمت ہے

عام طور سے لوگ موت کو زحمت سمجھ کر اس سے ڈرتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ موت مؤمن کے لئے زحمت نہیں بلکہ رحمت ہے۔ موت کے سبب سے مؤمن کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں بلکہ موت اس کے گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے۔

**حدیث:**

حضرت امام ابونعیم اور حضرت امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرمایا کہ حضور اقدس، جان عالم و رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ” اَلْمَوْتُ كَفَّارَةٌ لِكُلِّ مُسْلِمٍ “ یعنی ”موت کفارۂ گناہ ہے ہر مسلمان کے لئے۔“

اس حدیث کے ضمن میں مجدد دین وملت، امام عشق ومحبت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی فرماتے ہیں کہ ”بہت بندے خدا کے، جو زندگی میں آلودۂ گناہ تھے، بعد موت پاک وطیب ہو گئے“

حوالہ:- (۱) جامع صغیر للسیوطی، جلد ۲ ص ۵۵۳

(۲)اتحا ف السا دة للزبیدی ، جلد ۱ ص ۲۲۷

(۳)تا ریخ بغداد للخطیب، جلد ۱ ص۳۲۸

(٤) اهـلا ك الـوها بیین علیٰ تو هین قبور المسلمین۔

از امام احمد رضا ، ص ۱۹

## قول:

''امام اجل، حافظ الاحادیث، علامہ جلال الدین سیوطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے ضمن میں فرماتے ہیں۔'' قرطبی نے فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان مرتے وقت جو تکالیف پاتا ہے، وہ اس کے گناہوں کے معافی کا سبب بن جاتی ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کو اگر کانٹا یا اس سے کم چیز بھی لگ جائے، تو وہ بھی اس کے گناہوں کو مٹاتی ہے، تو جب کانٹے کا یہ حال ہے، تو پھر سکرات موت کا کیا حال ہوگا؟ جس میں تلوار کی تین سو (۳۰۰) چوٹوں سے زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔''

حوالہ:- شرح الصدور بشرح حا ل الموتیٰ والقبور، از: امام جلا ل الدین سیوطی ، اردو ترجمہ ، ص ۲۲

### روایت

''ابن ابی الدنیا نے مالک بن مغول سے روایت کی کہ سب سے پہلی چیز خوشی کی ، جو مؤمن کو حاصل ہوگی ، وہ موت ہے، کیونکہ اس میں وہ اللہ کا ثواب اور اس کا کرم دیکھتا ہے''

حوالہ:- شرح الصدور، اردو ترجمہ، ص ۱۹

### روایت

''حضرت ابونعیم نے اپنی کتاب ''حلیۃ الاولیاء'' میں ابن عبدربہ سے روایت کی

کہ انہوں نے مکحول سے کہا کہ کیا تم جنت کو پسند کرتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ جنت کو کون پسند نہ کرے گا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ موت سے محبت کرو، کیونکہ جنت کو مرے بغیر نہیں دیکھ سکتے۔''

حوالہ:- شرح الصدور، اردو ترجمہ، ص ۲۲

**حدیث**

''امام ابن ماجہ نے ام المؤمنین، محبوبۂ محبوب رب العالمین، سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ '' مؤمن کو ہر چیز میں ثواب ملتا ہے۔ یہاں تک کہ موت کے وقت جو تکلیف ہوتی ہے اس میں بھی''

حوالہ:-شرح الصدور،اردو ترجمہ،ص ۳٤

# موت کی یاد اور تیاری

موت سے کبھی بھی غافل نہیں ہونا چاہیئے بلکہ ہر وقت موت کو یاد کر کے، اس کی تیاری میں رہنا چاہیئے۔ دنیا کی زندگی تو ایک مسافر کی طرح ہونی چاہیئے۔ جس طرح مسافر اپنے سفر کے مقام کو چھوڑ کر اپنے وطن کی طرف لوٹتا ہے اسی طرح دنیا کو مقام سفر سمجھ کر اپنے وطن یعنی آخرت کو ہر وقت پیش نظر رکھنا چاہیئے۔ ایک دن ضرور یہاں سے کوچ کر کے چلے جانا ہے لہذا جہاں جانا ہے وہاں اچھا توشہ ساتھ لے کر جانا ہے، یہی کوشش ہر وقت کرنی چاہیئے۔ حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا کہ **''دنیا میں ایسے رہو جیسے مسافر بلکہ راہ چلتا''**

یعنی راہ گیر اپنی منزل مقصود تک جلد از جلد پہنچنے کی ہی لگن میں ہوتا ہے۔ وہ راستہ کے کھیل تماشوں کی طرف التفات نہیں کرتا کہ اس کا سفر تاخیر سے دوچار ہو اور منزل تک وصول دیر میں ہو، بلکہ وہ ہر ممکن کوشش کر کے سفر کی مسافت کو جلد از جلد طے کرتا ہے۔ اسی طرح ہر مومن کو چاہیئے کہ وہ دنیا کی محبت میں نہ الجھے اور نہ ہی دنیوی معاملات میں اس طرح پھنسے کہ دنیا کے تعلقات اسے منزل مقصود تک پہنچنے میں آڑ بنیں۔

لہذا! موت کو ہر وقت یاد کرنا چاہیئے۔ موت کو یاد کرنے کی احادیث کریمہ میں بہت فضیلتیں وارد ہیں، علاوہ ازیں موت کو یاد کرنے سے بے شمار فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں۔ ذیل میں چند احادیث کریمہ اور بزرگان دین کے اقوال زریں پیش ہیں۔

**حدیث:**

امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابونعیم نے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اَکۡثِرُوۡا ذِکۡرَ ھَادِمِ اللَّذَّاتَ الۡمَوۡتَ''

ترجمہ: ''لذتوں کو توڑنے والی موت کو کثرت سے یاد کرو۔''

**حدیث:**

''امام ابن ماجہ نے امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ سب سے عقلمند مومن کون ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو موت کو سب سے زیادہ یاد رکھے اور موت

کے بعد کے لئے سب سے اچھی تیاری کرے، یہ ہے عقلمند۔''

**حدیث:**

''ابن ابی الدنیا نے حضرت عطاء خراسانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک ایسی مجلس کے قریب سے گذرے، جس میں خوب ہنسی مذاق ہو رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اپنی مجلس میں لذتوں کو توڑنے والی چیز کی ملاوٹ بھی کرو۔ عرض کی گئی، وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ موت کی یاد۔''

**حدیث:**

''حضرت امام طبرانی نے حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا نصیحت کرنے کو موت کافی ہے۔''

**حدیث:**

''امام بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی گئی کہ کیا شہداء کے ساتھ اور کسی کا بھی حشر ہوگا؟ آپ نے فرمایا ہاں! اس کا جو رات و دن میں موت کو بیس مرتبہ یاد کرے گا۔''

الحاصل! موت سے کبھی بھی غافل نہیں ہونا چاہیئے بلکہ ہر وقت موت کا خیال ذہن میں حاضر رکھنا چاہیئے۔ موت کی یاد سے بہت فائدے ہیں۔ ان میں سے چند فوائد ذیل میں مذکور ہیں۔

**فائدہ:**

(۱) ہر وقت موت کو یاد کرتے رہنے سے دل کو ایک تسلّی حاصل ہوتی ہے۔ موت کو ہر وقت یاد کرنے والا ظلم وستم اور آئی ہوئی مصیبت سے پریشان نہیں ہوتا۔

(۲) موت کی یاد سے دنیاوی تفکرات دور ہوجاتے ہیں۔غم، رنج، مصیبت اور دیگر تفکرات سے آدمی غمگین نہیں ہوتا بلکہ اسے ایک قسم کا قلبی سکون ہر وقت میسر ہوتا ہے۔

(۳) موت کو ہر وقت یادرکھنے والا کسی سے بھی نہیں ڈرتا۔انسان کو سب سے بڑا ڈر موت ہی کا ہوتا ہے۔موت کے مقابلے میں تمام مصیبتیں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔جب وہ موت سے نڈر ہو جائے گا، اور موت کو یاد کرتا رہے گا، تو وہ کبھی بھی دنیاوی مصائب سے خوف زدہ نہیں ہوگا۔

(۴) موت کی یاد سے نیکیوں کی ترغیب اور گناہوں سے بچنے کی عادت خود بخود پیدا ہو جاتی ہے۔کیونکہ جب انسان کو یہ یقین ہو جاتا ہے کہ موت ضرور آنی ہے اور مرنے کے بعد ایک دیگر جہان میں جانا ہے اور اس جہاں میں نیکیوں کا اچھا بدلہ اور انعام حاصل ہوگا اور گناہوں کا برا انجام اور سزا دی جائے گی، تو وہ ہر وقت نیک کام کرنے کی اور گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتا رہے گا۔

(۵) توبہ کی توفیق جلدی نصیب ہوگی، دل میں قناعت ہوگی اور عبادت میں لذت اور خوشی حاصل ہوگی۔

(٦) خدا کا خوف ہر وقت غالب رہے گا۔دنیا کی رغبت کم ہو جائے گی اور دل سے دنیا اور دنیا کے عیش و آرام کی محبت کم ہو جائے گی۔

## نکتہ

موت سے ڈرنے اور دنیا کی محبت میں گرفتار ہونے سے بزدلی پیدا ہوتی ہے۔ نتیجتاً رعب و دبدبہ ختم ہو جاتا ہے۔دشمن غالب ہو جاتا ہے۔ ایک حدیث شریف

میں ہے:

**''حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب تم مختلف گروہوں کو ایسی دعوت دی جائے گی جیسے ایک برتن پر جمع ہو کر کھانے والوں کو دعوت دی جاتی ہے۔'' (یعنی تم پر حملہ کرنے کے لئے اور تم کو نیست و نابود کرنے کے لئے مختلف گروہوں کے لوگوں کو جمع کیا جائے گا اور وہ تمام گروہ جمع ہو کر تم کو ختم کرنے آئیں گے۔)**

اس ارشاد عالی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! کیا اس وقت ہم کم تعداد میں ہوں گے؟ ارشاد فرمایا نہیں! بلکہ اس وقت تم کثیر تعداد میں ہو گے لیکن تم جھاگ کی طرح ہو گے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رعب و دبدبہ نکال دے گا اور دلوں میں وہن (کمزوری) ڈال دے گا۔ ایک صحابی نے بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں عرض کیا کہ وہن کیا چیز ہے؟ ارشاد فرمایا کہ ''دنیا کی محبت اور موت کو ناپسند کرنا۔'' (یعنی موت سے ڈرنا)

حوالہ:- (۱) ابو داؤد شریف،

(۲) دلائل النبوۃ از بیہقی

(۳) مشکوٰۃ شریف، باب تغیر الناس

مندرجہ بالا ارشاد عالی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قوم مسلم کے حالات حاضرہ کا موازنہ کریں۔ آج یہ عالم ہے کہ دشمنان اسلام گروہ در گروہ جمع ہو کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں ظالم اور جفاکش عناصر مجموعی طور پر مسلمانوں کے مکانوں پر حملہ آور ہوتے ہیں، انھیں زندہ جلاتے ہیں، عورتوں کی عصمت دری کرتے ہیں اور چھوٹے چھوٹے بچوں کو تہ تیغ کرتے ہیں۔ اور ہماری قوم کا حال یہ ہے کہ ہم کروڑوں

کی تعداد میں ہونے کے باوجود بھی گاجر اور مولی کی طرح کاٹ کر پھینک دیئے جاتے ہیں۔ یہ صرف اس وجہ سے ہے کہ ہمارے دشمنوں کے دلوں سے ہمارا رعب و دبدبہ جا تا رہا ہے اور اس کا سبب صرف یہی ہے کہ ہم **دنیا کی محبت میں غرق ہو چکے ہیں اور موت سے ڈرنے لگے ہیں۔**

3

## تیسرا باب

# موت آنے کی دعا و تمنا

# موت آنے کی دعا و تمنا کرنا کیسا ہے؟

بہت سے ایسے لوگوں کو دیکھا گیا کہ ذراسی مصیبت آپڑی یا کوئی بیماری لاحق ہوگئی کہ زندگی سے مایوس ہوگئے اور مصائب و آلام کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کرنے کے بجائے سراسر بزدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے موت کی تمنا اور دعا کرنے لگتے ہیں۔ اور بے صبری اور بے ثباتی کے عالم میں یہ دعا کرنے لگتے ہیں کہ اے اللہ! اب موت دیدے اور اے مالک! اس دنیا سے اٹھالے ۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح دعا کرنا سخت منع ہے۔ حدیثوں میں اس کی ممانعت وارد ہے۔

**حدیث:**

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرما:

''لَا يَتَمَنَّيَنَّ اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ مِنْ ضُرٍّ اَصَا بَهٗ''

ترجمہ: ''تم سے کوئی شخص مصیبت پہنچنے کی وجہ سے موت کی تمنا ہرگز نہ کرے۔''

البتہ اگر کسی کو ایسی مہلک بیماری لاحق ہوگئی ہو یا کوئی ایسی مصیبت میں گرفتار ہو گیا ہو کہ اس کا حل ہونا ناممکن ہو اور وہ نہایت مجبور ہو چکا ہو اور ایسی مجبوری کی حالت میں موت طلب کرنا ہے تو اس طرح طلب کرے، جیسا کہ حدیث شریف میں تعلیم فرمایا گیا ہے۔ یعنی موت طلب کرنے کی وہی دعا کرے جو حدیث میں وارد ہے۔

**حدیث:**

حدیث شریف میں موت کی طلب کی دعا اس طرح وارد ہے:

''اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِيْ وَ تَوَفَّنِيْ اِذَا كَانَتِ

الُوَفَاۃُ خَیُراً لِیُ ‘‘

ترجمہ: ’’الٰہی ! مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک زندگی میرے لئے بہتر ہے اور مجھے موت دے جب موت میرے لئے بہتر ہو۔‘‘

حوالہ:- بخاری شریف ، مسلم شریف

اس طرح دعا کرنے سے بندہ اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہوئے تقدیر الٰہی پر کامل رضامندی کا اظہار کرتا ہے۔

قارئین کرام کی ضیافت طبع کی خاطر مزید احادیث پیش خدمت ہیں۔

**حدیث:**

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

’’تم میں سے کوئی بھی موت کی تمنا نہ کرے۔ اگر وہ نیک ہے، تو ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی نیکیوں میں زیادتی کرے اور اگر گناہ گار ہے ، تو ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے توبہ کی توفیق عطا فرمادے۔‘‘

حوالہ:- بخاری شریف اور مشکوٰۃ شریف ، باب تمنی الموت و ذکرہ

**حدیث:**

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ ’’اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم موت کی تمنا سے منع نہ فرماتے تو ہم تمنا کرتے۔‘‘

حوالہ:- شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور، از: امام جلال الدین سیوطی ، اردو ترجمہ ، ص ١١

# مدینہ طیبہ میں مرنے کی تمنا کرنا مستحب ہے

افضل البلاد، مدینہ طیبہ میں مرنے کی تمنا کرنا جائز بلکہ مستحب ہے۔ بخاری شریف میں ہے کہ امیر المؤمنین، خلیفۃ المسلمین، غیظ المنافقین، حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ یہ دعا کیا کرتے تھے:

''اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ شَھَادَۃً فِیْ سَبِیْلِكَ وَاجْعَلْ مَوْتِیْ فِیْ بَلَدِ رَسُوْلِكَ''

ترجمہ: ''اے اللہ مجھے اپنی راہ میں شہادت نصیب فرما اور مجھے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شہر میں موت عطا فرما۔''

آپ کی ہمیشہ کی اس دعا پر آپ کی صاحبزادی، ام المؤمنین، حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ سے عرض کی کہ یہ کیسے ہوگا؟ یعنی شہادت بھی ملے اور مدینہ طیبہ ہی میں موت آئے، کیونکہ مدینہ طیبہ میں کسی سے جنگ ہونے کا امکان نہیں۔ لہذا مدینہ میں موت آئے اور وہ بھی شہادت کی موت آئے؟ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بطور تعجب یہ عرض کیا تھا۔ امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ چاہے گا، تو ایسا ہی ہوگا۔ چنانچہ آپ کی صدق دل سے نکلی ہوئی پرخلوص دعا کو رب تعالیٰ نے شرف قبولیت سے نوازا۔ اور آپ کو اپنے محبوب آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس دیار مدینہ طیبہ میں ہی شہادت نصیب ہوئی۔

امام عشق ومحبت، سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محقق بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

طیبہ میں مر کے ٹھنڈے چلے جاؤ آنکھیں بند
سیدھی سڑک یہ شہر شفاعت نگر کی ہے

**حدیث:**

حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

’’ مَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ یَمُوْتَ بِالْمَدِیْنَۃِ فَلْیَمُتْ ، فَاِنِّی اَشْفَعُ لِمَنْ یَمُوْتَ بِهَا ‘‘

ترجمہ: ’’تم میں سے جس سے ہو سکے کہ مدینہ میں مرے، تو مدینہ ہی میں مرنا کہ جو مدینہ میں مرے گا، میں اس کی شفاعت کروں گا۔‘‘

خوش نصیب ہیں وہ حضرات جنہیں مدینہ طیبہ میں مرنا میسر ہو۔ حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس دیار میں موت آنا، بخشش کا پروانہ حاصل ہونا ہے۔

جیسا کہ سرکار اعلیٰ حضرت کے برادر، استاذ زمن، حضرت حسن رضا صاحب حسؔن بریلوی، بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں عرض کرتے ہیں:

گر وقت اجل سر تیری چوکھٹ پہ جھکا ہو
جتنی ہو قضا ایک ہی سجدہ میں ادا ہو

# موت کے اسباب اور علامتیں

موت کا اصلی سبب صرف اتنا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم سے حضرت عزرائیل علیہ السلام یعنی ملک الموت انسان اور ذی روح کے جسم سے روح قبض کر لیتے ہیں۔ جب انسان کے جسم سے روح قبض کر لی جاتی ہے تب اس کا جسم بے حس و بے

حرکت ہوکر مردہ ہوجاتا ہے اور عام اصطلاح میں یہ کہا جاتا ہے کہ اس پر موت طاری ہوگئی یا وہ مر گیا یا اس کا انتقال ہوگیا وغیرہ وغیرہ۔

لیکن موت کے کچھ ظاہری اسباب ہیں۔مثلاً کسی کا مہلک بیماری کی وجہ سے انتقال ہوجاتا ہے۔کبھی ایسا سنا جاتا ہے کہ ہوائی جہاز، ٹرین، موٹر یا کسی اور حادثہ میں انتقال ہوگیا، فلاں کو قتل کر دیا گیا، حاجی صاحب کا دل کا دورہ پڑنے سے انتقال ہوگیا، فلاں صاحب کو سانپ نے کاٹ لیا اور وہ مر گیا، آگ لگنے کی وجہ سے ایک ہی خاندان کے اتنے افراد ہلاک ہوگئے، کشتی ڈوب جانے کی وجہ سے اتنے لوگ غرق دریا ہوکر موت کی آغوش میں سو گئے وغیرہ وغیرہ۔حالانکہ ان ظاہری اسباب کی اصل وجہ یہ ہے کہ ان ظاہری اسباب کی بناء پر جسم سے روح نکل گئی لیکن عام لوگ اصل وجہ کے بجائے ان ظاہری اسباب کو ہی موت کا باعث کہتے ہیں۔اس کی وجہ کیا ہے؟

**حدیث:**

مروزی، ابن ابی الدنیا اور ابوالشیخ نے حضرت جابر بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ:

**''ملک الموت پہلے لوگوں کو بلا کسی درد یا مرض کے وفات دیتے تھے، تو لوگ ان کو لعنتیں بھیجتے اور گالیاں دیتے تھے، چنانچہ آپ نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا تو اللہ تعالیٰ نے امراض (بیماریاں) پیدا کر دیئے۔اب لوگ کہتے ہیں کہ فلاں شخص فلاں بیماری کے باعث مر گیا۔ملک الموت کا نام کوئی نہیں لیتا۔''**

حوالہ:- شرح الصدور بشرح حال الموتی وا لقبور، از: امام جلا ل الدین سیوطی، اردو ترجمہ، ص ۵۱

آج کل عام طور سے یہی کہا جاتا ہے کہ فلاں کا اس وجہ سے انتقال ہوگیا۔کوئی

یہ نہیں کہتا کہ فلاں کو حضرت ملک الموت نے روح قبض کر کے مار ڈالا۔ یعنی حضرت ملک الموت کا اللہ کے حکم سے روح قبض کرنا انسان کی موت کا اصلی سبب ہے، ان کو لوگ یاد تک نہیں کرتے بلکہ مختلف اسباب کو موت کا باعث قرار دیتے ہیں۔

مذکورہ ظاہری اسباب میں سے کچھ اسباب ایسے بھی ہیں کہ جن کے وقوع پذیر ہونے سے پہلے کچھ علامتیں بھی نمودار ہوتی ہیں۔ جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔

**حدیث:**

قرطبی نے کہا کہ بعض روایات میں ہے کہ حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ملک الموت سے دریافت فرمایا کہ کیا آپ کے پاس کوئی قاصد ہے؟ جن کو اپنے آنے سے پہلے روانہ کر دیں تا کہ لوگ ڈر جائیں۔ ملک الموت نے جواب دیتے ہوئے عرض کیا کہ بخدا! میرے لئے بہت سے قاصد ہیں۔ مثلاً: مرض، بڑھاپا، کانوں اور آنکھوں کا متغیر ہو جانا۔ جب لوگ ان چیزوں سے بھی نصیحت حاصل نہیں کرتے، تو میں ندا کرتا ہوں کہ اے شخص! کیا یکے بعد دیگرے میرے قاصد تمہارے پاس نہیں آتے رہے؟ اب میں خود آتا ہوں کہ میرے بعد کوئی قاصد نہ آئے گا۔

حوالہ:- شرح الصدور بحال الموتی والقبور، از: امام جلال الدین سیوطی، اردو ترجمہ ص ۳۱

مندرجہ بالا حدیث پر اگر غور و فکر کیا جائے تو اس کی معنویت اور پند و نصیحت سے انسان اپنے کردار کو درست کر سکتا ہے۔ مثلاً کسی کو ہارٹ اٹیک کا ہلکا سا جھٹکا آ گیا اور وقت پر صحیح معالجہ کرنے پر وہ بچ گیا، تو اسے اس ہلکے سے جھٹکے سے بھاری نصیحت اخذ کر لینی چاہیئے کہ اب مجھے عنقریب آنے والی موت کی نوٹس مل گئی ہے۔ کسی بھی وقت اب دوسرا جھٹکا آ سکتا ہے۔ لہذا اب مجھے سفر آخرت کی تیاری میں لگ جانا چاہیئے۔ گناہوں

سے صدق دل سے توبہ اور استغفار کر کے کامل طور پر احکام شریعت کی پابندی میں لگ جانا چاہیئے اور میری زندگی کا ہر لمحہ اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب اعظم (جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی اطاعت اور خوشنودی میں بسر ہونا چاہیئے ۔

آدمی کی عمر بڑھاپے کی منزل میں داخل ہوگئی، بال سیاہ سے سفید ہو گئے، ہاتھ پاؤں میں کمزوری لاحق ہوگئی، آنکھ کی بینائی کم ہوگئی، جسم میں اب پہلی جیسی طاقت باقی نہ رہی، ضعف اور ناتوانی اپنا اثر دکھا رہی ہے، ایسے وقت میں آدمی کو سمجھ جانا چاہیئے کہ اب میں زندگی کی آخری منزل میں ہوں۔ اب سنبھل جانا چاہیئے، اب دنیا کی طمع کو دل سے نکال کر آخرت اور عقبیٰ کی طرف لولگانی چاہیئے ۔ اس وقت کی زندگی کو غنیمت جان کر اب عبادت و ریاضت میں لگ جانا چاہیئے ۔ میری بیماری میرا ضعف اور نقاہت یہ سب حضرت ملک الموت کے قاصد ہیں بلکہ حضرت ملک الموت کے یہ قاصد مجھے موت کی نوٹس دے چکے، اب صرف ملک الموت کا آنا باقی ہے ۔ حضرت ملک الموت کے قاصدوں کی آمد سے مجھے نصیحت حاصل کرنی چاہیئے اور اپنی زندگی کو کامل طور پر اسلامی زندگی کا نمونہ بنالینا چاہیئے ۔

**روایت**

ابن ابی شیبہ، عون ابن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ جو شخص موت کو صحیح طور پر جانتا ہے، وہ آئندہ کل کو اپنی زندگی میں نہیں شمار کرتا۔ کیونکہ بہت سے وہ لوگ جو دن کے ابتدائی حصے میں زندہ ہوتے ہیں، وہ دن کو پورا کر نہیں پاتے اور بہت سے کل کے امیدوار اپنی امید کو نہیں پہنچتے۔ اگر تو موت اور اس کی رفتار کو دیکھ لیتا، تو تیری امید اور غرور مٹ جاتا۔

حوالہ:- شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور، از: امام جلال الدین

سیوطی، اردو ترجمہ ص ٢٦

**حدیث:**

طبرانی نے حضرت طارق محاربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''موت کے لئے موت کے آنے سے پہلے تیار ہو جاؤ۔'' (حوالہ:- ایضاً)

امام اجل، حافظ الاحادیث، علامہ جلال الدین سیوطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کتاب شرح الصدور میں اس عنوان کے تعلق سے بزرگان دین کے کچھ اقوال زریں نقل فرمائے ہیں جو ذیل میں مرقوم ہیں۔

(١) ابن ابی الدنیا نے حضرت حسن سے روایت کی کہ:

**''جس نے موت کو بہ کثرت یاد کیا، اس کی نگاہ میں دنیا ہیچ ہو جائے گی۔''**

(٢) ابن ابی الدنیا نے حضرت قتادہ سے روایت کی کہ:

**''جو موت کو یاد رکھے، اس کے لیے خوشخبری ہے۔''**

(٣) ابن ابی الدنیا نے حضرت مالک بن دینار سے روایت کی کہ:

**''موت کی یاد عمل کی زندگی کو کافی ہے۔''**

(٤) ابن ابی الدنیا نے حضرت صفیہ سے روایت کی کہ:

**'' ایک عورت نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شکایت کی کہ میرا دل سخت ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا موت کی یاد بہ کثرت کرو۔''**

(٥) حافظ ابوالفضل عراقی فرماتے ہیں کہ:

**''لوگ سوئے ہوئے ہیں، جو ان میں سے مرجائے گا، موت اس کی نیند کو ختم کر**

دے گی۔‘‘

(۶) حدیث شریف میں ہے کہ:

’’جس کو موت کی یاد خوف زدہ کرتی ہو، اس کی قبر جنت کا باغ بن جائے گی۔‘‘

# 4

# موت کی آمد

موت کا آنا یقینی ہے۔ ہر شخص چاہے نیک ہو، چاہے بد ہو، موت سے کئی وجہوں سے گھبراتا ہے۔ ان تمام وجوہات میں سے اہم وجہ یہ ہے کہ اسے یہ ڈر ہوتا ہے کہ پتہ نہیں، اللہ تعالیٰ میرے ساتھ کیا معاملہ فرمائے گا؟ احادیث کریمہ میں یہ تعلیم اور تلقین فرمائی گئی ہے کہ اپنے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے نیک گمان رکھو اور اللہ تعالیٰ سے عفو و کرم اور مغفرت و بخشش کی امید و تمنا رکھو۔

**حدیث:**

امام احمد، امام ترمذی، اور امام ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس، رحمت عالم، نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک نوجوان شخص کے پاس نزع کے وقت تشریف لائے اور اس سے دریافت فرمایا کہ کیا حال ہے؟ اس نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ سے ثواب کا امیدوار ہوں اور اپنے گناہوں سے ڈرتا ہوں۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ دونوں چیزیں جس شخص کے دل میں جمع ہوں گی، اللہ تعالیٰ اس کی امید بر لائے گا اور اسے ڈر سے محفوظ فرمادے گا۔

**حدیث:**

ابن مبارک، امام احمد اور امام طبرانی نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو میں تم کو بتاؤں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ قیامت کے دن سب سے پہلے مؤمنین سے کیا فرمائے گا؟ اور مؤمنین اس کا کیا جواب دیں گے؟ ہم نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ ! صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تم نے میری ملاقات کو پسند کیا؟ مؤمنین جواب دیں گے ہاں ! پھر

اللہ تعالیٰ پوچھے گا کیوں؟ مؤمنین عرض کریں گے کہ ہم نے تیرے عفوو مغفرت کی امید وتمنا کی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، تو میری مغفرت تمہارے لئے واجب ہوگئ۔

**روایت:**

ابن ابی شیبہ نے ''مصنف'' میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ وہ فرماتے ہیں ''قسم ہے خدائے وحدہ لاشریک کی! کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے جو اچھا گمان رکھے گا، اللہ تعالیٰ اسے پورا فرمائے گا۔''

مندرجہ بالا تینوں روایات نقل ہیں:

بحوالہ:- شرح الصدور بشرح حال الموتیٰ والقبور، از :- علامہ سیوطی، اردو ترجمہ، ص ۳۰/۲۹

معلوم ہوا کہ بندے کو اپنے خالق حقیقی کے ساتھ ہمیشہ نیک گمان رکھنا چاہیئے۔ وہ رحمان ورحیم وکریم ورؤف، رب العالمین اپنے بندوں پر نہایت مہربان وکرم فرمانے والا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ مسبب الاسباب ہے۔ وہ سبب کا پیدا فرمانے والا ہے۔ جیسا کہ فارسی زبان کا محاورہ ہے کہ ''رحمت حق بہانہ می جوید'' یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت بہانہ تلاش کرتی ہے۔

## ماں سے بھی زیادہ مہربان رب

ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں حمید سے روایت کی، انھوں نے کہا کہ:

''میرا ایک بھانجہ تھا، جو بڑا ہی نافرمان تھا۔ وہ بیمار ہوگیا۔ اس کی ماں نے مجھے بلوایا، جب میں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس کی ماں اس کے سرہانے کھڑی ہوکر رو رہی ہے۔ اس لڑکے نے مجھ سے پوچھا کہ اے ماموں! میری ماں کیوں رو رہی ہے؟ میں نے

جواب دیا کہ یہ تمہاری برائیوں کی وجہ سے رو رہی ہے۔لڑکے نے کہا کہ کیا میری ماں مجھ پر رحم نہ کرتی تھی؟ میں نے جواب دیا کہ کیوں نہیں! تو اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر میری ماں سے بھی زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ جب وہ مر گیا، تو میں اور کچھ دوسرے لوگوں نے اس کو قبر میں اتارا۔ جب میں نے اس پر اینٹیں رکھیں تو میں نے جھانک کر قبر میں دیکھا تو معلوم ہوا کہ جہاں تک نگاہ پہنچتی ہے، وہاں تک اس کی قبر کشادہ کر دی گئی ہے۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ کیا تم نے بھی وہی دیکھا، جو میں دیکھ رہا ہوں؟ انہوں نے کہا کہ ہاں۔تو میں سمجھ گیا کہ یہ اسی کلمہ کی وجہ سے ہے، جو اس نے مرتے وقت کہا تھا۔''

حوالہ:- شرح الصدور، اردو ترجمہ، ص ۳۱

# علامت خاتمہ بالخیر اور موت کی سختیاں

**حدیث:**

امام ترمذی اور حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے، تو اسے موت سے پہلے عمل خیر کی توفیق دیتا ہے۔

**حدیث:**

ابن ابی الدنیا نے ام المؤمنین، سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے، تو اس کے مرنے سے ایک سال پہلے ایک فرشتہ مقرر فرما دیتا، جو اس کو راہ راست پر لگا تا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ خیر پر مر جاتا ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ فلاں شخص اچھی حالت پر مرا ہے۔ جب ایسا شخص مرنے لگتا ہے، تو اس کی جان نکلنے میں جلدی کرتی ہے۔ وہ اس وقت خدا سے ملاقات کو پسند کرتا ہے اور خدا اس کی ملاقات کو۔

اور جب اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ برائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے مرنے سے ایک سال پہلے اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتا ہے، جو اسے گمراہ کرتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ اپنے بدترین وقت میں مرجاتا ہے۔ اس کے پاس جب موت آتی ہے، تو اس کی جان اٹکنے لگتی ہے۔ وہ خدا سے ملنے کو پسند نہیں کرتا ہے اور خدا اس سے ملنے کو۔

حوالہ:- شرح الصدور، اردو ترجمہ، ص ۳۲

اب کچھ احادیث اور روایات موت کی سختیوں کے متعلق پیش خدمت ہیں۔

**حدیث:**

امام بخاری نے ام المؤمنین، سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے پانی کا ایک برتن تھا۔ جس میں آپ ہاتھ ڈال کر اپنے چہرے پر لگاتے تھے اور فرماتے تھے:

"لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ اِنَّ لِلْمَوْتِ سَكَرَاتٍ" یعنی "اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، بے شک موت کی بھی سختیاں ہوتی ہیں۔"

حوالہ:- شرح الصدور، اردو ترجمہ، ص ۳۳

**حدیث:**

دینوری نے "مجالسہ" میں وہب بن عدی سے اور ابن ابی الدنیا نے زید بن اسلم سے روایت کی کہ:

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میں کسی بندے پر رحم فرمانا چاہتا ہوں، تو اس کی ہر برائی کا بدلہ دنیا ہی میں دے دیتا ہوں۔ کبھی بیماری سے، کبھی گھر والوں میں مصیبت ڈال کر، تنگئ معاش سے، پھر بھی اگر کچھ بچتا ہے، تو مرتے وقت اس پر سختی کرتا ہوں۔ حتی کہ جب وہ مجھ سے ملاقات کرتا ہے، تو گناہوں سے ایسا پاک ہوتا ہے جیسا کہ اس دن تھا، جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔

اور مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم ! میں جس بندے کو عذاب دینے کا ارادہ رکھتا ہوں ،تو اس کو اس کی ہر نیکی کا بدلہ دنیا ہی میں دے دیتا ہوں ۔کبھی جسم کی صحت سے ،کبھی فراخیٔ رزق سے ،کبھی اہل وعیال کی خوش حالی سے ۔ پھر بھی اگر کچھ رہ جاتا ہے ،تو مرتے وقت اس پر آسانی کردی جاتی ہے ۔حتی کہ جب وہ مجھ سے ملتا ہے ،تو اس کی نیکیوں میں سے کچھ بھی نہیں رہتا کہ وہ نار جہنم سے بچ سکے ۔''

حوالہ:- شرح الصدور ، اردو ترجمه ، ص ٣٤

**حدیث:**

طبرانی نے ''معجم کبیر'' میں اور ابو نعیم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

**''مؤمن کوئی گناہ کرتا ہے ،تو موت کے وقت شدت کے ذریعہ اس کا کفارہ ہو جاتا ہے اور کافر جب کوئی نیک کام کرتا ہے ،تو موت کے وقت آسانی کر کے اسے بدل دے دیا جاتا ہے ۔''**

حوالہ:-شرح الصدور،اردو ترجمه،ص٣٣

**روایت:**

ابن ابی الدنیا نے حضرت شداد بن اوس سے روایت کی کہ موت دنیا وآخرت کی ہولناکیوں میں سب سے زیادہ ہولناک ہے ۔ یہ آروں کے چیرنے سے ،قینچیوں کے کاٹنے سے اور ہانڈیوں کے ابال کھانے سے زائد ہے ۔اگر مردہ زندہ ہو کر موت کی تکلیفیں لوگوں کو بتا دیتا تو لوگوں کا عیش اور نیند سب کچھ ختم ہو جاتا ۔

حوالہ:- شرح الصدور ، اردو ترجمه ، ص ٣٧

**روایت:**

ابن ابی الدنیا نے امیر المؤمنین ،خلیفۃ المسلمین ،سیدنا مولیٰ علی مشکل کشا رضی

اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا:

''قسم ہے اس کی! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ ایک ہزار (۱۰۰۰) چوٹیں تلوار کی میرے نزدیک بستر پر مرنے سے بہتر (آسان) ہیں۔''

حوالہ:- شرح الصدور ، اردو ترجمہ ، ص ۳۵

# موت کے وقت نیک اور بد کی پہچان

موت کے وقت انسان طرح طرح کی بے چینی اور عجیب عجیب کیفیتیں محسوس کرتا ہے اور وہ کیفیات بطور علامت ظاہر بھی ہوتی ہیں اور ان علامات سے پتہ چلتا ہے کہ مرنے والا شخص نیک ہے یا بد؟ ان علامات کی احادیث کریمہ میں نشاندہی فرمائی گئی ہے۔ جیسا کہ:

**حدیث:**

جلیل القدر صحابیٔ رسول حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ:

''مرنے والوں میں تین علامتیں دیکھو۔

(۱) اگر اس کی پیشانی پر پسینہ آئے

(۲) آنکھوں میں آنسو آئیں

(۳) اور نتھنے پھیل جائیں

تو اللہ کی رحمت ہے۔ اور اگر

(۱) وہ اس طرح آواز نکالے، جس طرح نوجوان اونٹ جس کا گلا گھونٹا گیا ہو

(۲) رنگ پھیکا پڑ جائے اور

(۳) جھاگ ڈالنے (نکالنے) لگے

تو یہ اللہ کے عذاب نازل ہونے کی علامت ہے۔"

حوالہ:- (۱) نوادرالاصول فی معرفة اخبارالرسول، مصنف : امام ابوعبداللّٰہ محمدبن علی الحکیم الترمذی، المتوفی سنہ ۲۵۵ھ

(۲) شرح الصدور، اردو ترجمہ، ص ۳٤

**حدیث:**

حضرت سعید بن منصور خراسانی (المتوفی ۲۲۷ھ) نے اپنی کتاب "سنن" میں اور مروزی نے اپنی کتاب "جنائز" میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ:

"مؤمن کی خطاؤں میں سے اگر کوئی خطا باقی رہ جاتی ہے، تو مرتے وقت پیشانی کے پسینے سے اس کا کفارہ کردیا جاتا ہے۔"

**نوٹ:**

امام بیہقی نے بھی یہی روایت حضرت علقمہ بن قیس سے کی ہے۔

**روایت**

ابن ابی شیبہ اور مروزی نے حضرت سفیان بن سعید ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ:

(۱) بزرگان دین میت کی پیشانی کے پسینہ کو نیک فال سمجھتے تھے۔

(۲) علماء نے فرمایا کہ پیشانی پر پسینہ آنا، اس بات کی علامت ہے کہ یہ اپنے کئے ہوئے کاموں پر شرمندہ ہے۔ اور......

(۳) کسی کافر میں حیا کا نام نہیں ہوتا، لہذا اس پر یہ علامت ظاہر نہیں ہوتی۔

حوالہ:- شرح الصدور، اردو ترجمہ، ص ۳٤

# نکتہ

(۱) موت کے وقت مؤمن کی پیشانی پر پسینہ آنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مؤمن کو موت کی شدت اور تکلیف کی وجہ سے پسینہ آجاتا ہے، جو اس کی پیشانی پر نمودار ہوتا ہے۔ اس کی وجہ سے اُسے گناہوں سے آزادی ملتی ہے اور اس کے درجات بلند ہوتے ہیں۔

(۲) پسینہ آنے سے اس طرف اشارہ ہوتا ہے کہ اس شخص نے دنیا میں مشقت برداشت کرکے، محنت کی اور حلال کی کمائی کا رزق حاصل کیا ہے اور اپنے نفس کو تنگی میں ڈال کر نمازیں ادا کیں اور روزے رکھے۔

(۳) آنکھوں میں آنسو آنا، اس بات کی دلیل ہے کہ یہ شخص دنیا میں جب عبادت کرتا تھا، تو اللہ کی یاد میں یا اللہ کے خوف سے اس کے آنسو بہتے تھے۔

(۴) نتھنے پھولنے کی علامت کا بھی نیک فال ہونا اس لئے شمار کیا گیا ہے کہ یہ شخص خوف وخشیت الٰہی سے جب روتا تھا، تو رونے کی وجہ سے اس کی ناک سے تیز سانس چلنے سے آواز نکلنے کے باعث اس کے نتھنے پھولتے تھے۔ وہی صورت اب موت کے وقت بھی ہوگئی ہے۔

(۵) کافر کی موت کے وقت جو تین علامتیں نمودار ہوتی ہیں وہ ملک الموت حضرت عزرائیل علیہ السلام کی خوفناک شکل وصورت دیکھ کر خوف، رعب، ڈر اور ہیبت طاری ہونے کی وجہ سے ہیں۔

# جاں کنی (سکرات کا عالم) اور تلقین کرنے کا بیان

**مسئلہ :**

جب موت کا وقت قریب آئے اور موت کی علامتیں پائی جائیں تو سنت طریقہ یہ ہے کہ:

(۱) اس کو داہنی کروٹ پر لٹا کر اس کا منہ قبلہ کی طرف کر دیں۔ یا

(۲) یہ بھی جائز ہے کہ اس کو چت لٹا کر اس کے پاؤں قبلہ کی طرف کر دیں کہ اس صورت میں بھی قبلہ کی طرف منہ ہو جائے گا۔ لیکن اس صورت میں سر کو تھوڑا اونچا رکھیں۔

(۳) اور اگر مندرجہ دونوں صورتوں کے مطابق قبلہ کی طرف منہ کرنا دشوار ہو کہ اس کو تکلیف ہوگی، تو جس حالت پر ہے، اسی حالت پر چھوڑ دیں۔

حوالہ:- در مختار ، بہار شریعت ، حصہ ٤ ، ص ١٣٠

**مسئلہ :**

موت کے وقت حیض و نفاس والی عورتیں، اس کے پاس حاضر ہو سکتی ہیں۔ مگر جس کا حیض و نفاس منقطع ہو گیا ہو یعنی پورا ہو گیا ہو، مگر حیض و نفاس سے پاک ہونے کے بعد غسل نہیں کیا ہے، اسے جاں کنی کے وقت مرنے والے کے پاس نہیں آنا چاہیئے۔ اسی طرح جس پر جنابت کا غسل واجب ہے، چاہے وہ مرد ہو یا عورت، ایسے جنابت والے کو بھی میت کے پاس نہیں آنا چاہیئے۔

علاوہ ازیں یہ کوشش کریں کہ مکان میں کوئی تصویر یا کتّا نہ ہو، اگر یہ چیزیں ہوں تو فوراً نکال دیں، کیونکہ جہاں تصویر یا کتّا ہوتا ہے وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے ہیں۔ نزع کے وقت اپنے لئے اور اس قریب المرگ کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہیں اور کسی قسم کا کوئی برا جملہ زبان سے نہ نکالیں۔ کیونکہ اس وقت جو کچھ بھی کہا جاتا ہے

فرشتے اس پر ''آمین'' کہتے ہیں۔

حوالہ:- عالمگیری ، بہار شریعت ، حصہ ٤، ص ١٣١

**مسئلہ:**

جاں کنی کی حالت میں، جب تک روح گلے کو نہ آئی ہو، اسے کلمۂ شہادت کی تلقین کرتے رہیں۔ یعنی اسے کلمۂ شہادت پڑھنا سکھائیں۔ اور تلقین کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے قریب بلند آواز سے کلمۂ شہادت پورا '' اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ '' مسلسل پڑھتے رہیں۔ تلقین کرنے میں اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ خود کلمہ پڑھتے رہیں مگر اس قریب المرگ کو یہ حکم نہ دیں کہ پڑھ۔

حوالہ:- بہار شریعت ، حصہ ٤ ، ص ١٣٠

**مسئلہ :**

جب اس نے کلمہ پڑھ لیا، تو تلقین موقوف کردیں۔ ہاں اگر کلمہ پڑھنے کے بعد اس نے کوئی بات کی تو پھر تلقین کریں کہ اس کا آخری کلام لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہو۔ (حوالہ:- ایضاً)

**حدیث:**

جلیل القدر صحابی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

'' قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَقِّنُوْا مَوْتَاكُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ '' یعنی '' حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے مردوں کو لا الہ الا اللّٰہ سکھاؤ۔ ''

حوالہ:- (١) صحیح مسلم شریف ، جلد ١ ، ص ٣٠٠

(٢) جامع ترمذی شریف ، جلد ١ ، ص ١١٧

(٣) السنن ابی داؤد ، جلد ٢ ، ص ٤٤٤

(٤) السنن الکبریٰ للبیھقی، جلد ٣، ص ٣٨٣

(۵)المعجم الکبیر للطبرانی ، جلد ۱۰ ، ص ۲۳۳

# ضروری وضاحت

دور حاضر کے منافقین اس حدیث شریف سے غلط استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حدیث شریف میں تو صرف ''لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ '' کی تلقین کرنے کا حکم ہے۔ ''مُـحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰه ''ساتھ میں پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ المختصر منافقین صرف آدھا کلمہ پڑھنے کا اصرار کرتے ہیں اور اپنے اس غلط دعویٰ کے ثبوت میں مندرجہ بالا حدیث شریف پیش کرتے ہیں۔

لیکن ! حقیقت یہ ہے کہ کلمہ شریف کے دونوں جزء یعنی دونوں حصے تلقین کئے جائیں۔ یعنی پورا کلمہ شریف ''لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ مُـحَمَّدٌ رَّسو لُ اللّٰهِ'' تلقین کیا جائے۔ آدھا کلمہ یعنی صرف لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تلقین نہ کیا جائے۔

تلقین کرنے میں کلمہ شریف کے دونوں جزء (حصے) یعنی پورا کلمہ تلقین کیا جائے، اس کے ثبوت میں ملت اسلامیہ کے عظیم المرتبہ، اکابر ائمۂ دین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی مستند، معتبر اور معتمد کتابوں کے چند حوالے پیش خدمت ہیں:

(۱) امام اجل، علامہ محمد بن عبد اللہ غزی تمرتاشی علیہ الرحمۃ والرضوان اپنی مشہور و معروف کتاب ''تنویر الابصار'' میں فرماتے ہیں:

''یُلَقَّنُ بِذِکْرِ الشَّهَادَتَیْنِ '' یعنی ''دونوں شہادتیں تلقین کی جائیں''

(۲) خاتمۃ المحققین، امام محمد بن علی دمشقی حصکفی علیہ الرحمۃ والرضوان اپنی مشہور زمانہ کتاب ''درمختار'' میں فرماتے ہیں:

''لِاَنَّ الْاُوْلیٰ لَا تُقْبَلُ بِدُوْنِ الثَّانِیَةِ ''

یعنی ''پہلی شہادت (لاالـه الا اللّٰه) دوسری شہادت (محـمـد رسـول

اللہ ) کے بغیر مقبول نہیں۔''

(۳) امام محقق، علامہ زین الدین بن نجیم مصری علیہ الرحمۃ والرضوان اپنی مستند و معتمد کتاب ''بحرالرائق'' میں فرماتے ہیں:

'' لَقِّنُ الشَّهَا دَ ةَ – بِاَنْ يُقَا لَ عِنْدَهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ''یعنی ''میت کو شہادت کی تلقین یوں کریں کہ اس کے پاس ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' پڑھیں۔''

(۴) امام جلیل، حضرت علامہ امام حافظ الدین نسفی علیہ الرحمۃ والرضوان اپنی مشہور و معتبر کتاب ''کافی شرح وافی'' میں فرماتے ہیں:

''لَقِّنُ الشَّهَادَةَ اَیْ قَوْلَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ'' یعنی ''شہادت کی تلقین کریں اور وہ یہ کہ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ''

(۵) شمس الملۃ والدین، علامہ امام شمس الدین محمد خراسانی، قہستانی (المتوفی ۹۶۲ھ) اپنی مشہور کتاب ''جامع الرموز'' میں فرماتے ہیں:

اَشَارَ فِی الْکَافِی وَالْمُضْمَرَاتِ اِلٰی اَنَّ الْمُرَادَ مِنَ الشَّهَادَةِ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

ترجمہ: ''کافی و مضمرات (دو کتابوں کے نام ہیں) میں اشارہ فرمایا کہ شہادت سے ''اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ'' مراد ہے۔''

طوالت کے خوف سے یہاں صرف پانچ ہی حوالے درج کئے گئے۔ میت کو پورا کلمہ تلقین کیا جائے کے ثبوت میں مندرجہ ذیل کتب معتمدہ و معتبرہ بھی، شاہد عدل ہیں:

- امام محقق، علامہ محمد بن امیر الحاج حلبی حنفی کی کتاب '' حلیه شرح منیه''

- امام جلیل، علامہ عبدالرحمان بن محمد رومی کی ''مجمع الانهر شرح ملتقى الابحر''
- امام اجل، علامہ برہان الدین حلبی کی ''غنية المستملى شرح منية المصلى''
- علامہ محقق، امام ابو یوسف بن عمر کی ''جامع المضمرات شرح قدوری''
- شیخ محقق، شاہ عبدالحق محدث دہلوی، المتوفی ۱۰۵۲ھ کی ''اشعة اللمعات شرح مشكوة''
- شیخ الاسلام، ابوبکر بن محمد بن علی، حداد یمنی کی ''جوهره نيره شرح مختصر القدورى''
- امام جلیل، علامہ ابوالسعود علی مسکین کی ''شرح الكنز للملا مسكين''

المختصر! قریب المرگ کو پورا کلمہ تلقین کیا جائے۔ اگر اس نے کلمہ پڑھ لیا، تو یہ نیک گمان کرنا چاہیئے کہ اس کی مغفرت ہوگئی۔ کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے:

**حدیث:**

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

'' مَنْ كَانَ اٰخِرُ كَلَامِهٖ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ ''

ترجمہ: ''جس شخص کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہو وہ جنت میں داخل ہوگا۔''

حوالہ:- ابوداؤد، مشکوۃ شریف

**حدیث:**

ابن ابی الدنیا نے ''کتاب المحتضرین'' میں اور طبرانی و بیہقی نے '' شعب

الایمان'' میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور اقدس ، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

'' ملک الموت علیہ السلام ایک مرنے والے شخص کے پاس آئے اور اس کے اعضاء چیر کر دیکھا لیکن کوئی عمل خیر نہ پایا۔ پھر اس کا دل چیرا، تو اس میں بھی کوئی عمل خیر نہ پایا۔ پھر اس کے جبڑوں کو چیرا، تو دیکھا کہ اس کی نوک زبان تالو سے لگی ہوئی ہے اور لا اله الا الله کہہ رہا ہے۔ تو اس کلمہ کی وجہ سے اس کی مغفرت کر دی گئی۔''

حوالہ:- شرح الصدور ، اردو ترجمه ، ص ٤٢

مرتے وقت کلمہ پڑھنا نصیب ہونا ، بہت بڑی خوش قسمتی ہے۔ یہ خاتمہ بالخیر ہونے کی علامت اور جنت میں داخل ہونے کا اور نجات و مغفرت کا پروانہ ہے۔

**مسئله :**

تلقین کرنے والا نیک شخص ہو۔ اور اس وقت اس کے پاس نیک لوگوں کا ہونا بہت اچھی بات ہے ۔ نیز اس وقت سورۂ یٰسین شریف کی تلاوت کرنا اور خوشبو کا ہونا مستحب ہے۔ مثلاً لوبان یا اگربتیاں سلگانا۔

حوالہ:- عالمگیری ، بهار شریعت ،حصه ٤ ، ص ١٣١

**مسئله :**

مرتے وقت معاذ اللہ اگر کسی کی زبان سے کلمۂ کفر نکلا تو کفر کا حکم نہ دیں گے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ موت کی سختی کی وجہ سے عقل جاتی رہی ہو اور بیہوشی کی حالت میں زبان سے کلمۂ کفر نکل گیا ہو۔

حوالہ:- در مختار ،بہار شریعت ، حصه ٤ ، ص ١٣١

قریب المرگ شخص کے پاس سورۂ یٰسین شریف یا سورۂ رعد پڑھنے سے اس کی

روح آسانی سے قبض ہوگی اور موت کی سختی میں کمی ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

**حدیث:**

امام احمد، ابن ابی الدنیا اور دیلمی نے حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

**"جس مرنے والے کے سرہانے سورۂ یٰسین پڑھی جاتی ہے، اس پر موت آسان ہوجاتی ہے۔"**

ابن ابی شیبہ، ابوداؤد، نسائی اور حاکم سے بھی یہ روایت مروی ہے۔

حوالہ:- شرح الصدور ، اردو ترجمہ ، ص ٤٠

**حدیث:**

ابن ابی شیبہ اور مروزی نے حضرت جابر بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ مرنے والے کے پاس سورۂ رعد کا پڑھنا مستحب ہے، کیونکہ اس سے مردہ پر آسانی ہوتی ہے۔

**ہدایت:**

قریب المرگ کو حالت سکرات میں چمچہ سے پانی بھی پلائیں کیونکہ اس وقت شدت سے پیاس محسوس ہوتی ہے۔ اگر آب زمزم شریف میسر ہو تو وہ پلائیں ورنہ جو بھی پانی دستیاب ہو وہ پلائیں۔

**مسئلہ :**

بعض جاہلوں میں یہ رواج ہے کہ جب عورت حالت نزع میں ہوتی ہے، تب اس کے شوہر کو اس کے پاس نہیں جانے دیتے۔ یہ غلط رواج ہے۔ جب تک عورت کے جسم میں روح باقی ہے، اگرچہ حالت سکرات میں ہو، بلاشبہ اس کی بیوی ہے اور اس وقت شوہر کو قریب نہ آنے دینا ظلم ہے اور اسی وقت سے رشتہ منقطع سمجھ لینا سخت جہالت ہے۔

بلکہ بیوی کے انتقال کے بعد بھی شوہر کو دیکھنے کی اجازت ہے، البتہ ہاتھ لگانا منع ہے۔

حوالہ:- تنویر الابصار ، درمختار اور فتاوی رضویه ، مترجم ، جلد ۹ ، ص ۱۳۹

# جو جس حالت میں مرے گا، اسی حالت میں اٹھے گا

**حدیث:**

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''مَنْ مَّاتَ عَلٰى شَيْءٍ بَعَثَهُ اللّٰه تَعَالٰى عَلَيْهِ''

ترجمہ: ''جو جس حال پر مرے گا، اسے اللہ تعالیٰ اسی حال میں اٹھائے گا۔''

حوالہ:- (۱) المسند لاحمد بن حنبل ، جلد ۳ ، ص ۳۱٤

(۲) المستد رك للحا كم ، جلد ٤ ، ص ۳۱۳

(۳) كنز العمال للمتقى، جلد ۱۵، ص ٦٨١

**حدیث:**

امام بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں اور ابونعیم نے ''حلیہ'' میں حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ، وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ:

'' دیکھو! بغیر وضو ہرگز نہ سونا، کیونکہ روح کو جس حالت میں قبض کیا جاتا ہے، اسی حالت میں رکھا جاتا ہے۔''

حوالہ:- شرح الصدور ، اردوترجمه ، ص ٤٤

**حدیث:**

طبرانی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس، رحمت

عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

''جس شخص کی روح کو ملک الموت نے عالم دنیا میں وضو کی حالت میں قبض کی، وہ باوضو مرنے والا شخص قیامت میں شہادت کا مرتبہ پائے گا۔''

حوالہ:- شرح الصدور ، اردو ترجمہ ، ص ٤٤

لہٰذا ہمیں ہر وقت باوضو رہنے کی عادت ڈالنی چاہیئے ۔ کیونکہ موت کا کوئی بھروسہ نہیں ۔ کب آجائے ؟ اگر باوضو موت آجائے گی ، تو انشاء اللہ نجات اور مغفرت ہوجائے گی۔

5

# روح کا قبض ہونا

**مسئلہ:**

جب روح نکل جائے تو ایک کپڑے کی چوڑی پٹی اس کے جبڑے کے نیچے سے سر پر لے جا کر گرہ دیدیں۔ یعنی اس کے جبڑے کو باندھ دیں تاکہ منہ کھلا نہ رہے اور آنکھیں بند کردی جائیں۔ انگلیاں اور ہاتھ پاؤں سیدھے کردیئے جائیں۔ یہ کام اس کے گھر والوں میں جو زیادہ نرمی کے ساتھ کرسکتا ہو، وہ کرے۔ مثلاً باپ یا بیٹا۔

حوالہ:- جو ھرہ نیرہ ، بہار شریعت ، حصہ ٤ ، ص ١٣١

**مسئلہ :**

آنکھیں بند کرتے وقت یہ دعا پڑھیں:

” بِسۡمِ اللّٰهِ وَ عَلٰى مِلَّةِ رَسُوۡلِ اللّٰهِ ، اَللّٰهُمَّ يَسِّرۡ عَلَيۡهِ اَمۡرَهٗ وَ سَهِّلۡ عَلَيۡهِ مَابَعۡدَهٗ وَ اَسۡعِدۡهُ بِلِقَائِكَ وَاجۡعَلۡ مَا خَرَجَ اِلَيۡهِ خَيۡرًا مِمَّا خَرَجَ عَنۡهُ “

ترجمہ: ”اللہ کے نام کے ساتھ اور رسول اللہ کی ملت پر۔ اے اللہ! تو اس کے کام اس پر آسان کر اور اس کے بعد جو ہے، وہ اس پر آسان کردے اور اسے تو اپنی ملاقات سے نیک بخت کر اور جس (آخرت) کی طرف نکلا ہے اُسے اس (دنیا) سے بہتر کر، جس سے نکلا ہے۔“ حوالہ:- در مختار ، بہار شریعت ، حصہ ٤ ، ص ١٣١

## نکتہ

میت کے جبڑے باندھ کر منہ بند کرنا اور آنکھیں بھی بند کرنے میں یہ حکمت ہے کہ منہ کا کھلا رہنا اور ساتھ میں آنکھوں کا کھلا رہنا چہرے کو بدصورت بناتا ہے۔ کھلے

منہ اور کھلی آنکھوں والا چہرہ دیکھنے میں بھدا معلوم ہوتا ہے۔ لہذا ایک مومن انتقال کے بعد بھی کسی کے نزدیک حقیر ہونا رب تبارک وتعالیٰ کو پسند نہیں۔ لہٰذا منہ اور آنکھیں بند کردی جائیں تا کہ دیکھنے والے کو ایسا محسوس ہو کہ یہ اللہ کا مؤمن بندہ گہری نیند میں سویا ہوا ہے۔

# موت کے وقت آنکھیں کھلی کیوں رہتی ہیں؟

عام طور سے دیکھا گیا ہے کہ جب کسی کا انتقال ہوتا ہے، تو اس کی آنکھیں کھلی رہ جاتی ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ احادیث کریمہ کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں:

**حدیث:**

ام المؤمنین، سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے:

''دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَبِى سَلْمَةَ وَ قَدْ شَقَّ بَصَرُهٗ فَاَغْمَضَهٗ ثَمَّ قَالَ اِنَّ الرُّوْحَ اِذَا قُبِضَ تَبِعَهٗ الْبَصَرُ فَضَجَّ نَاسٌ مِنْ اَهْلِهٖ فَقَالَ : لَا تَدْعُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ اِلَّا بِخَيْرٍ فَاِنَّ الْمَلٰئِكَةَ يُؤَمِّنُوْنَ عَلٰى مَا تَقُوْلُوْنَ''

**ترجمہ:** ''حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے وقت تشریف لائے، تو ملاحظہ فرمایا کہ حضرت ابوسلمہ کی آنکھیں کھلی ہیں، تو آپ نے ان کو اپنے دست کرم سے بند فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ جب روح قبض ہوجاتی ہے۔ تو نگاہ اس کا پیچھا کرتی ہے۔ (یعنی پیچھے پیچھے اسے دیکھتی جاتی ہے) یہ سن کر حضرت ابوسلمہ کے گھر والے چیخ کر آواز سے رونے لگے۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی طرف سے بھلائی کے علاوہ اور کوئی دوسرا جملہ نہ کہو، کیونکہ

بے شک تم جو کچھ بھی کہتے ہو اس پر فرشتے آمین کہتے ہیں۔“

حوالہ:- (۱) صحیح مسلم شریف ، جلد ۱ ، ص ۳۰۰

(۲) ابو داؤد شریف ، جلد ۲ ، ص ۲٤٤

(۳) مسند امام احمد بن حنبل ، جلد ٦ ، ص ۲۹۷

(٤) سنن کبری للبیهقی ، جلد ۳ ، ص ۳۸٤

(٥) جامع مسانید ابی حنیفه ، جلد ۱ ، ص ۱٥۷

(٦) فتاوی رضویه ، جلد ٤ ، ص ۱۹

**حدیث:**

حاکم نے شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس ، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب کوئی مرنے لگے تو اس کی آنکھیں بند کردو کہ جب روح نکلتی ہے، تو نگاہ اس کا تعاقب (پیچھا) کرتی ہے۔

حوالہ:- شرح الصدور ، بشرح حال الموتیٰ والقبور ، از:- علامہ جلال الدین سیوطی ، اردو ترجمہ ، ص ٤٤

**حدیث:**

ابن مردویہ اور ابن مندہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

” کوئی بھی شخص جنت یا جہنم میں اپنا مقام دیکھے بغیر دنیا سے رخصت نہیں ہوتا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ جب وہ مرنے کے قریب ہوتا ہے تو اس کے پاس فرشتوں کی دو صفیں کھڑی ہو جاتی ہیں، ان کے چہرے آفتاب کی طرح چمکتے ہیں۔ وہ مرنے والا ان کو دیکھتا ہے، اور کوئی نہیں دیکھتا، اگرچہ تم یہی سمجھتے ہو کہ مردہ تمہاری طرف دیکھ رہا ہے۔ ہر فرشتے کے پاس جنتی کفن اور خوشبوئیں ہوتی ہیں۔ اب اگر مرنے والا مؤمن ہے تو فرشتے

اس کو جنت کی بشارت دے کر کہتے ہیں کہ اے مطمئن نفس ! اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی جنت کی طرف نکل آ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے وہ انعامات رکھے ہیں، جو دنیا اور دنیا میں جو کچھ بھی ہے، اس سے بہتر ہیں۔فرشتے نہایت ہی نرمی اور مہربانی سے اس کو یہ خوشخبری سناتے ہیں۔اور یکے بعد دیگرے ہر ناخن اور ہر جوڑ سے اس کی روح نکالتے ہیں۔اور یہ سب اس مرنے والے پر آسان ہوتا ہے اگرچہ تم اسے سخت سمجھتے ہو، یہاں تک کہ اس کی روح تھوڑی (ڈاڑھی) تک پہنچ جاتی ہے۔

اب روح جسم سے باہر نکلنے کو اس سے بھی زیادہ برا جانتی ہے، جتنا کہ ماں کے پیٹ سے بچہ نکلنے کو۔تو فرشتے آپس میں اختلاف کرتے ہیں کہ اس کی روح کو اٹھانے کا شرف کون حاصل کرے۔ بالآخر حضرت عزرائیل (ملک الموت) علیہ السلام اس کی روح کو لے لیتے ہیں۔ پھر حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی کہ ''قُلْ يَتَوَفّٰكُم مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُمْ'' (سورۃالسجدۃ، آیت:۱۱)

ترجمہ: ''تم فرماؤ تمہیں وفات دیتا ہے موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے۔''

(کنزالایمان)

ملک الموت اس روح کو سفید کپڑوں میں لے کر اپنی گود میں ایسا دباتے ہیں کہ ماں بھی اپنے بچے کو اتنی محبت سے نہیں دباتی۔ پھر اس روح سے مشک سے بہتر خوشبو نکلتی ہے، جسے فرشتے سونگھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ'' اے پاک روح ! اے پاک خوشبو ! خوش آمدید'' اور اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو بشارت دیتے ہیں۔اس کے لیے آسمان کے دروازے کھلتے ہیں اور وہ روح آسمان کے جس دروازے پر پہنچتی ہے، اس کے فرشتے اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔حتیٰ کہ وہ روح

بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوتی ہے۔ باری تعالیٰ ارشاد فرمائے گا، اے پاک نفس اور اے پاک جسم! جس سے تو نکل کر آئی ہے، خوش آمدید! اور جب اللہ تعالیٰ کسی سے مرحبا فرماتا ہے تو کائنات کی ہر چیز اس کو مرحبا کہتی ہے اور اس کی تمام تنگی دور ہوتی ہے۔

پھر رب تبارک و تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ اس پاک نفس کو جنت میں لے جا کر اس کی قیام گاہ دکھاؤ اور سب نعمتیں دکھاؤ جو میں نے اس کے لیے تیار کی ہیں اور پھر اسے زمین کی طرف واپس لے جاؤ کیونکہ میں فیصلہ کر چکا ہوں میں اس کو زمین سے پیدا کروں گا، زمین میں داخل کروں گا اور پھر زمین میں لوٹاؤں گا۔ پس اب وہ روح زمین کی طرف جانے کو جسم سے نکلنے سے بھی زیادہ برا سمجھے گی اور پوچھے گی کیا تم مجھ کو پھر اسی جسم کی طرف لے چلتے ہو، جس سے رہائی حاصل کر کے میں آئی تھی؟ فرشتے کہیں گے کہ ہم کو اسی بات کا حکم دیا گیا ہے۔ وہ فرشتے اس روح کو اتنی دیر میں واپس لے آئیں گے، جتنی دیر میں لوگ میت کے جسم کے غسل اور کفن سے فارغ ہوں گے۔ پھر فرشتے اس روح کو اس کے جسم اور کفن میں داخل کر دیں گے۔

حوالہ:- شرح الصدور ،اردو ترجمه ، ص ۷۲

6
چھٹا باب
بعد موت کے مسائل

# موت کے فوراً بعد کے مسائل

**مسئلہ :**

انتقال ہونے کے بعد جتنا جلدی ہوسکے میت کے پیٹ پر کوئی بھاری چیز رکھ دی جائے ۔مثلاً لوہے کی کوئی چیز، یا گیلی مٹی یا اور کوئی چیز، تا کہ میت کا پیٹ پھول نہ جائے ۔لیکن وہ چیز ضرورت سے زیادہ وزنی نہ ہو کہ میت کو تکلیف پہنچے۔

حوالہ:- عالمگیری،درمختار، بھا رشریعت،حصه ٤، ص ١٣١

**مسئلہ :**

میت کے سارے بدن کو کسی صاف کپڑے سے چھپا دیں کہ اس کا جسم نظر نہ آئے اور میت کو چارپائی یا تخت وغیرہ کسی اونچی جگہ پر رکھیں تا کہ زمین کی سیل (نمی) میت کو نہ پہنچے۔ (حوالہ:-ایضاً)

**حدیث:**

ام المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے: ''اِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه تَعَالىٰ عَلَيۡهِ وسَلَّمَ حِيۡنَ تُوَفِّيَ سُجِّيَ بِبُرُدٍ حَبِرَةٍ'' یعنی ''جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہوا،تو آپ کے جسم اطہر کو حبرہ کی چادر ڈال کر ڈھانپ دیا گیا۔'' (ابو داؤد)

**مسئلہ :**

میت کے غسل،کفن اور دفن میں جلدی کریں ۔ بلا وجہ تاخیر نہ کریں۔ کیونکہ حدیث شریف میں اس کی تاکید وارد ہے۔

حوالہ:- جو هره نیره ، بهار شریعت ، حصه ٤، ص ١٣٢

**حدیث:**

حضرت ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیمار پرسی کرنے تشریف لائے اور جب واپس تشریف لے جانے لگے تو فرمایا کہ طلحہ کے وفات کا وقت اب قریب آگیا ہے۔لہٰذا جب یہ فوت ہوجائیں تو مجھے خبر کرنا تاکہ میں ان کی نماز جنازہ پڑھ سکوں۔اور پھر ارشاد فرمایا: ''عَجِّلُوا بِهٖ فَاِنَّهٗ لَا يَنْبَغِي لِجِيفَةِ مُسْلِمٍ تُحْبَسَ بَيْنَ ظَهْرَانَي اَهْلِهٖ '' یعنی ''ان کے کفن ودفن کی تیاری جلدی کرنا۔اس لیے کہ مسلمان کی لاش کو اس کے اہل وعیال کے پاس زیادہ دیر تک رکھنا مناسب نہیں۔''

حوالہ:- (۱) سنن ابو داؤد ،کتاب الجنائز ، جلد ۲، ص ۴۵۰

(۲) فتاوی رضویہ ، جلد ۴ ، ص ۵۰

**حدیث:**

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: '' اِذَا مَاتَ اَحَدُكُمْ فَلَا تَحْبِسُوْهُ وَ اَسْرِعُوْا بِهٖ اِلٰى قَبْرِهٖ ''

ترجمہ: ''جب تم سے کوئی مرے، تو اسے نہ روکو اور جلدی دفن کو لے جاؤ''

حوالہ:- (۱) المعجم الکبیر للطبرانی ، جلد ۱۲، ص ۴۴۴

(۲) الدر المنثور للسیوطی ، جلد ۱ ، ص ۳۸

(۳) کنز العمال للمتقی ، جلد ۱۵، ص ۸۵۲

(۴) فتاویٰ رضویہ ، جلد ۴ ، ص ۵۰

**مسئلہ :**

میت کو غسل دینے سے پہلے بھی اس کے پاس بیٹھ کر قرآن مجید کی تلاوت کرنا

جائز ہے، جبکہ اس کا تمام بدن کپڑے سے چھپا ہو۔اور تسبیح و دیگر اذکار میں مطلقاً کوئی حرج نہیں۔

حوالہ:- رد المحتار ، بہار شریعت ، حصه ٤، ص ١٣٢

**مسئله :**

پڑوسیوں اور اس کے دوست واحباب کو اس کی موت کی خبر کریں تا کہ نمازیوں کی تعداد زیادہ ہو اور وہ سب اس میت کے لیے دعا کریں گے کہ ان پر حق ہے کہ اس کی نماز جنازہ پڑھیں اور دعا کریں۔

حوالہ:- عالمگیری ، بها ر شریعت ، حصه ٤ ، ص ١٣٢

**مسئله :**

بازار اور شارع عام پر اس کی موت کی خبر دیں یعنی اعلان کریں۔ بلند آواز سے موت کی خبر کا اعلان کرنے میں حرج نہیں۔ البتہ جہالت کی عادت کے مطابق بڑے بڑے الفاظ القاب سے اعلان نہ کریں۔

حوالہ:- جوهره نیره،رد المحتار، اور بها ر شریعت ، ایضاً

**مسئله :**

ناگہانی یعنی اچانک موت سے مرا۔ مثلاً ہارٹ فیل یا ہیمریج ( Cerebral Haemorrhage ) سے مرا تو جب تک موت کا یقین نہ ہو، تب تک تجہیز وتکفین (کفن، دفن) نہ کریں۔ (حوالہ:-ایضاً)

**نوٹ:**

ناگہانی موت کے تعلق سے لوگ طرح طرح کی غلط فہمیوں میں مبتلا ہیں اور طرح طرح کے تخیلات رکھتے ہیں۔اچانک ہونے والی موت کے تعلق سے ایک حدیث پیش خدمت ہے۔

**حدیث:**

امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی المعروف بہ امام بیہقی المتوفی ۴۵۸ھ نے اپنی مشہور و معروف کتاب ''شعب الایمان'' میں حضرت عبداللہ بن عبید بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ میں نے ام المؤمنین، سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مرگ مفاجات یعنی اچانک آنے والی موت کے بارے میں دریافت کیا کہ کیا ایسی موت بُری ہے؟ آپ نے فرمایا کیونکر بُری ہے؟ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں دریافت کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مؤمن کے لیے تو رحمت ہے، لیکن فاجر کے لیے افسوس ناک گرفت ہے۔ حوالہ:- شرح الصدور، از: سیوطی، اردو ترجمہ، ص ۳۹

**مسئلہ :**

عورت مرگئی اور اس کے پیٹ میں بچہ حرکت کررہا ہے، تو بائیں جانب سے پیٹ چاک کر کے بچہ نکالا جائے اور اگر عورت زندہ ہے اور اس کے پیٹ میں بچہ مرگیا اور عورت کی جان پر بنی ہو یعنی اگر مرا ہوا بچہ عورت کے پیٹ میں رہنے سے عورت کی جان کا خطرہ ہے تو بچہ کاٹ کر بھی نکال لیا جائے۔

حوالہ:- عالمگیری، در مختار، بہار شریعت حصہ ٤، ص ۱۳۲

**مسئلہ:**

بچہ زندہ پیدا ہو یا مردہ، اس کی خلقت تمام ہو یا نا تمام، بہر حال اس کا نام رکھا جائے، اور قیامت کے دن اس کا حشر ہوگا۔

حوالہ:- درمختار، ردالمحتار، بہار شریعت، حصہ ٤، ص ۱۵۹

7

# میت کو غسل دینے کا بیان

**مسئلہ :**

میت کو غسل دینا فرض کفایہ ہے۔یعنی اگر بعض لوگوں نے میت کو غسل دیدیا،تو سب لوگوں کے ذمہ سے غسل دینے کا فرض ساقط ہوگیا۔

حوالہ:- عالمگیری ، بہار شریعت ، حصہ ٤ ، ص ١٣٢

میت کو غسل دینا فرض کفایہ ہونے کے ساتھ ساتھ بے حساب اجروثواب حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔اگر میت کو خلوص دل اور حصول ثواب کی نیت سے کوئی شخص غسل دیتا ہے،تو اس کو کتنا ثواب ملتا ہے،وہ حدیث شریف میں ملاحظہ فرمائیں۔

**حدیث:**

امیر المؤمنین،خلیفۃ المسلمین،سیدنا مولیٰ علی مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس،رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

’’مَنْ غَسَّلَ مَيِّتاً وَّ كَفَّنَهٗ وَ حَنَّطَهٗ وَ حَمَلَهٗ وَ صَلّٰى عَلَيْهِ وَ لَمْ يُغْشِ عَلَيْهِ مَا رَاٰى خَرَجَ مِنْ خَطِيْئَتِهٖ مِثْلَ يَوْمٍ وَلَدَ تْهٗ اُمُّهٗ ‘‘

ترجمہ: ’’جس نے میت کو غسل دیا،کفن دیا،خوشبو دی،کاندھا دیا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی اور اس کے عیب ظاہر نہ کیے،تو ایسا کرنے والا گناہوں سے ایسا پاک ہوجاتا ہے، جیسا کہ وہ پیدائش کے دن پاک تھا۔‘‘

حوالہ:—ابن ماجه، كتاب الجنائز، باب غسل الميت،ص١٠٦

# میت کو غسل دینے کا طریقہ

■ جس تختے پر میت کو نہلانا ہو،اسے تین یا سات یا پانچ مرتبہ دھونی دیں۔یعنی

کوئی خوشبو سلگا کر اس کو تختہ کے ارد گرد پھرائیں۔

■ پھر میت کو اس تختہ پر لٹا دیں اور میت کے ناف سے لے کر گھٹنوں تک کوئی کپڑا ڈال دیں اور کپڑا ڈالنے کے بعد میت کے جسم پر جو کپڑے ہوں ان (ملبوسات) کو یکے بعد دیگرے اتار دیں۔ان پہنے ہوئے کپڑوں کو اتارتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ ناف سے گھٹنوں تک جو کپڑا ڈالا ہوا ہے وہ ہٹنے یا کھسکنے نہ پائے اور میت کے جسم کا وہ حصہ جو شرعاً ستر عورت ہے، وہ ظاہر ہونے نہ پائے۔

■ پھر غسل دینے والا اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ لے اور سب سے پہلے میت کو استنجاء کرائے۔بغیر کپڑا لپیٹے میت کو غسل دینے والا میت کے مقام استنجاء یعنی آگے، اور پیچھے کی شرمگاہ کو نہ چھوئے۔ کیونکہ جس طرح انسان کے بعض اعضاء کا دیکھنا منع ہے، اسی طرح ان اعضاء کو بغیر حائل یعنی ننگے ہاتھوں چھونا بھی منع ہے۔ چاہے وہ زندہ ہو یا مردہ۔ المختصر! میت کو نہلانے والا اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر ہی میت کے مخصوص اعضاء کو دھوئے۔

■ استنجاء کرا لینے کے بعد ہاتھ پر لپیٹے ہوئے کپڑوں کو نکال دیں اور دونوں ہاتھوں کو کلائیوں تک تین مرتبہ دھو کر پاک کر لے اور پھر میت کو وضو کرائے۔

■ میت کو وضو کرانے کا طریقہ یہ ہے کہ میت کو کلی نہیں کرائی جائے گی اور اسی طرح ناک میں پانی بھی نہیں ڈالا جائے گا۔ کیونکہ منہ اور ناک میں ڈالا ہوا پانی باہر نکالنے کی میت میں طاقت وقدرت نہیں ہوتی لہٰذا، کلی کرانے کے بجائے کوئی کپڑا یا روئی بھگو کر (تر کر کے) اس کے دانتوں، مسوڑھوں اور ہونٹوں پر پھیر دیں اور ناک میں پانی ڈالنے کے بجائے بھیگا ہوا کپڑا یا روئی اس کے ناک کے نتھنوں پر مل دیں۔ پھر میت کا چہرہ دھوئیں۔اس کے بعد دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھوئیں۔

■ وضو کرانے کے بعد میت کا پورا جسم اس طرح دھوئیں کہ میت کے منہ، ناک اور

کانوں میں روئی بھر دیں تاکہ غسل دیتے وقت ان راستوں سے پانی جسم کے اندر داخل نہ ہوسکے۔ پھر سب سے پہلے میت کا سر دھویا جائے۔ پھر میت کو بائیں کروٹ پر لٹا دیں اور میت کی دائیں کروٹ دھوئیں یعنی دائیں کروٹ پر کم از کم اتنا پانی ڈالیں کہ پانی دائیں کروٹ سے بہتا ہوا بائیں کروٹ کو دھوتا ہوا، تختے تک پہنچ جائے۔ پھر میت کو دائیں کروٹ لٹا کر مثل سابق بائیں کروٹ کو دھوئیں۔ ہر کروٹ دھونے میں کم از کم تین مرتبہ پانی ڈالا جائے۔

- سر اور دونوں کروٹیں دھو لینے کے بعد میت کو سہارا دے کر ٹیک لگا کر بٹھائیں اور اس کے پیٹ پر آہستہ آہستہ نرمی سے ہاتھ پھیریں یعنی ہاتھ کو اوپر سے نیچے کی طرف لائیں تاکہ اگر پیٹ میں کوئی غلاظت باقی رہ گئی ہو تو وہ باہر نکل جائے۔

- مندرجہ بالا ترکیب سے میت کو بٹھا کر پیٹ پر نرمی سے ہاتھ پھیرنے سے اگر کچھ نکلے، تو اسے پانی سے دھو کر صاف کر دیا جائے لیکن اب دوبارہ وضو کرانے کی یا پھر سے غسل دینے کی ضرورت نہیں۔

- آخر میں سر سے پاؤں تک پورے جسم پر کافور (کپور) کا پانی یعنی کافور ڈالا ہوا پانی تین مرتبہ بہائیں۔ اور بعد میں کسی پاک کپڑے سے بدن کو آہستہ اور نرمی کے ساتھ پونچھ لیا جائے۔

حوالہ:- ماخوذ از عامۂ کتب اور بہار شریعت، حصہ ٤، ص ١٣٣

**مسئلہ:**

میت کے سر کے اور ڈاڑھی کے بالوں کو ''گل خیرو'' سے دھوئیں، اگر یہ نہ ہو تو کسی پاک صابن سے یا بیسن (چنے کی دال کے آٹے) سے یا اور کسی چیز سے دھوئیں، ورنہ صرف خالص پانی بھی کافی ہے۔ (حوالہ:-ایضاً)

## نوٹ:

گل خیر ویعنی نیلے رنگ کا ایک پھول جو بطور دوا استعمال ہوتا ہے۔

حوالہ:- فیروز اللغات، ص ۱۱۰۱

## مسئلہ :

میت کو نیم گرم پانی سے غسل دینا مستحب ہے کیونکہ ٹھنڈے پانی کے مقابلے میں گرم پانی جسم سے میل کچیل جلدی اور آسانی سے دور کرتا ہے۔علاوہ ازیں حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانۂ خیر القرون میں نیم گرم پانی سے غسل دیا جاتا تھا۔

## حوالہ:۱

”یُصَبُّ عَلَیۡهِ مَاءٌ مُغۡلِیٰ بِسِدۡرٍ اِنۡ تَیَسَّرَ وَ اِلَّا فَمَاءٌ خَالِصٌ“

ترجمہ: ”اس میت پر بیری میں جوش دیا ہوا پانی بہایا جائے،اگر میسر ہو، ورنہ سادہ پانی۔“

حوالہ:- (۱) در مختار ، باب صلوۃ الجنائز ، جلد ۱ ، ص ۱۲۰

(۲) فتاویٰ رضویہ، مترجم، جلد ۹، ص ۵۱۸

## حوالہ:۲

”اَفَادَ اَنَّ الۡحَارَّ اَفۡضَلُ،سَوَاءٌ کَانَ عَلَیۡهِ وَسَخٌ اَوۡ لَا“

ترجمہ: ”اس سے مستفاد ہوا کہ گرم پانی بہتر ہے،میت کے جسم پر میل ہو یا نہ ہو۔“

حوالہ:- (۱) رد المحتار ، باب صلوۃ الجنائز، جلد ۱ ، ص ۵۷۵

(۲) فتاویٰ رضویہ، مترجم ، جلد ۹، ص ۵۱۸

## حدیث:

حضرت ام قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا:

”تُوُفِّیَ اِبۡنِیۡ فَجَزَعۡتُ عَلَیۡهِ فَقُلۡتُ لِلَّذِیۡ یُغَسِّلُهٗ لَا تُغَسِّلِ ابۡنِیۡ بِالۡمَاءِ الۡبَارِدِ فَتَقۡتُلُهٗ، فَانۡطَلَقَ عُکَاشَةُ ابۡنُ مِحۡصَنٍ اِلٰی رَسُوۡلِ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ فَاَخۡبَرَہٗ بِقَوۡلِھَا فَتَبَسَّمَ ثُمَّ قَالَ مَا قَالَتۡ طَالَ عُمُرُھَا ، فَلَا نَعۡلَمُ اِمۡرَأَۃً عُمِّرَتۡ مَا عُمِّرَتۡ ''

ترجمہ: ''میرے بیٹے کا انتقال ہوگیا اور میں اس پر رونے پیٹنے لگی۔ پس میں نے اپنے بیٹے کو غسل دینے والے شخص سے کہا کہ میرے بیٹے کو ٹھنڈے پانی سے غسل نہ دو اور اسے اذیت نہ پہنچاؤ۔ حضرت ام قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ قول سن کر حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر حضرت ام قیس کا قول سرکار دوعالم سے بیان کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تبسم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ام قیس کی عمر طویل ہو، انہوں نے کیا کہا۔ (یعنی کیا ہی اچھا جملہ کہا) راوی نے بیان کیا کہ ہمیں نہیں معلوم کہ کسی عورت کی عمر اتنی طویل ہوئی ہو، جتنی کہ ام قیس کی عمر طویل ہوئی۔''

**نوٹ:**

اور یہ یعنی حضرت ام قیس کی عمر کا طویل ہونا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس دعا کی برکت کی وجہ سے تھا۔

حوالہ:- نسائی شریف ، از:امام احمد بن شعیب نسائی،المتوفی ۳۰۳ھ

**مسئلہ :**

مردے کو غسل دینے کے لیے جو پانی تیار کیا جائے اس میں بیری کے پتے (یعنی بیر کے درخت کے پتے) اور کافور ملانا سنت ہے۔

حوالہ:- بہا رشریعت ، حصہ ٤ ، ص ١٣٣

**حدیث:**

حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور:-

" نَحنُ نُغَسِّلُ اِبنَتَہٗ اُمَّ کُلثُوم فَقَا لَ اِغسِلنَھَا ثَلاَ ثًا اَوْ خَمسًا اَوْ اَکثَرَ مِنْ ذٰلِکَ اِنْ رَاَیتُنَّ ذٰلِکَ بِمَاءٍ وَّ سِدرٍ وَاجْعَلنَ فِی الاٰخِرَۃِ کَافُورًا اَوْ شَیئًا مِنْ کَافُورٍ ۔"

ترجمہ: " ہم آپ کی صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو غسل دے رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اسے تین یا پانچ مرتبہ یا اس سے سے زیادہ جتنا تم مناسب سمجھو غسل دو۔ غسل پانی اور بیر سے دینا اور آخر میں کافور یا کچھ کافور ملا ہوا پانی بہانا۔"

حوالہ:- (۱) الصحیح لمسلم ، کتا ب الجنائز، جلد ۱ ، ص ۳۰۴

(۲) الجا مع الصحیح للبخاری ، جلد ۱ ، ص ۱۶۸

(۳) فتاوی رضویہ ، جلد ۴ ، ص ۱۳۰

## نکتہ

علماء کا کہنا ہے کہ بیری کے پتوں اور کافور کے پانی سے میت کو غسل دینے اور میت کے جسم پر کافور ملنے میں یہ حکمت ہے کہ بیر کے پتوں سے بدن کا میل اچھی طرح صاف ہو جائے گا اور کافور کے استعمال سے قبر میں کیڑے، مکوڑے اور موذی جانور قریب نہیں آتے۔

**مسئلہ :**

میت کے پورے بدن پر ایک مرتبہ پانی بہانا فرض ہے اور تین مرتبہ پانی بہانا سنت ہے۔ حوالہ:- عالمگیری ، بہار شریعت ، حصہ ۴، ص ۱۳۳

**مسئلہ :**

جس جگہ میت کو غسل دیتے ہوں وہاں پردہ کر لیں یا جس کمرے میں غسل دیتے ہوں، اس کمرے کا دروازہ بند کر دیں۔ تا کہ میت کو غسل دینے والوں اور غسل دینے میں مدد کرنے والوں کے علاوہ اور کوئی نہ دیکھے۔ (حوالہ:-ایضاً)

**مسئلہ :**

میت کوغسل دیتے وقت جس تختے پرلٹاتے ہیں اس میں یہ کوئی ضروری نہیں کہ میت کوتختہ پر کس سمت لٹائیں ۔غسل دیتے وقت میت کوجس طرح قبر میں لٹاتے ہیں، اس طرح بھی لٹا سکتے ہیں، یا قبلہ کی طرف پاؤں کر کے حالت سکرات میں جس طرح لٹاتے ہیں، اس طرح بھی لٹا سکتے ہیں یا پھر جس طرف سہولت اور آسانی ہواس طرح لٹاسکتے ہیں ۔اس کی کوئی قید نہیں۔ (حوالہ:- ایضاً)

**مسئلہ :**

میت کونہلانے والا باطہارت ہو۔اگر میت کوکسی جنبی نے یعنی جس کو جنابت کا غسل کرنے کی حاجت تھی، یا حیض والی عورت نے غسل دیا تو مکروہ ہے،لیکن پھر بھی غسل ہوجائے گا۔اوراگر بے وضو نے میت کونہلایا تو کراہت بھی نہیں۔(حوالہ:-ایضاً)

**مسئلہ :**

بہتر تو یہ ہے کہ میت کوغسل دینے والا میت کا سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہو اگر وہ موجود نہ ہو، یا موجود تو ہے مگر میت کونہلانا نہیں جانتا، تو ایسی صورت میں کوئی پرہیزگار اور امانت دار شخص میت کوغسل دے۔ (حوالہ:- ایضاً)

**مسئلہ :**

نہلانے والا شخص نیک، متقی، پرہیزگار اور معتمد یعنی بھروسہ کے لائق شخص ہو۔ اور میت کو پوری طرح اور سنت طریقے سے غسل دے اور کسی قسم کی کوتاہی یا کمی نہ کرے۔ علاوہ ازیں وہ ایسا باشعور بھی ہو کہ میت سے کوئی اچھی بات دیکھے مثلاً چہرہ چمک اٹھا، یا میت کے بدن سے خوشبو آئی، تو اسے لوگوں کے سامنے بیان کرے اور اگر کوئی بری بات دیکھے مثلاً چہرہ مسخ ہوگیا یا چہرہ کا رنگ سیاہ ہوگیا یا میت کے بدن سے بدبو آئی یا اس کی صورت یا اعضاء میں تغیر آ گیا، تو کسی سے نہ کہے بلکہ اسے چھپائے۔اور ایسی باتوں کا

لوگوں کے سامنے انکشاف کرنا جائز بھی نہیں ۔ کیونکہ حدیث شریف میں ارشاد ہوا کہ اپنے مردوں کی خوبیاں بیان کرواور اس کی برائیوں سے باز رہو۔

حوالہ:- جو ھرہ نیرہ ، بھا ر شریعت ، حصه ٤ ، ص ١٣٤

**حدیث:**

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

'' اُذْکُرُوْ ا مَحَاسِنَ مَوْتَاکُمْ وَ کُفُّوْا عَنْ مَسَا وِیْھِمْ ''

ترجمہ: ''اپنے مردوں کی بھلائیاں یاد کرواوران کی برائیوں سے رک جاؤ۔''

(ترمذی شریف)

**حدیث:**

'' عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لِیُغَسِّلَ مَوْتَاکُمُ الْمَامُوْنُوْنَ ''

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس ، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے مردوں کو امانت دار اشخاص غسل دیں۔''

( ابن ماجه )

**مسئله :**

اگر کوئی بد مذہب ، بدعقیدہ، گستاخ رسول مرااور اس کا چہرہ مسخ ہوگیا، یا چہرے کا رنگ سیاہ ہوگیا، یا اور کوئی بری علامت ظاہر ہوئی، تو اس کو بیان ضرور کرنا چاہیئے تا کہ لوگوں کو عبرت اور نصیحت ہو۔

حوالہ:- عالمگیری ، بھار شریعت ، حصه ٤ ، ص ١٣٤

**مسئله :**

میت کو نہلانے والے کے پاس خوشبو سلگانا مستحب ہے۔تا کہ اگر میت کے

بدن سے بدبو آئے تو اسے پتہ نہ چلے، ہوسکتا ہے کہ نہلانے والا میت کے بدن سے نکلنے والی بدبو محسوس کر کے گھبرا جائے یا اسے متلی وغیرہ کی تکلیف ہو۔

حوالہ:- جوھرہ نیرہ ، بہار شریعت ، حصہ ٤ ، ص ١٣٤

**مسئلہ :**

میت کو نہلانے والا بقدر ضرورت ہی میت کے اعضاء کی طرف نظر کرے۔ بلا ضرورت میت کے کسی بھی حصۂ بدن (عضو) کی طرف نہ دیکھے۔ ممکن ہے کہ میت کے بدن میں کوئی عیب ہو، جسے وہ اپنی حیات میں چھپاتا تھا۔ (حوالہ:- ایضاً)

**مسئلہ :**

جب یا حیض یا نفاس والی عورت یا جس مرد پر جنابت کا غسل واجب تھا، اس کا انتقال ہوا، تو ایک ہی غسل دینا بس ہے، کیونکہ غسل واجب ہونے کے کتنے ہی اسباب ہوں، ایک غسل سے ادا ہو جاتے ہیں۔

حوالہ:- (١) در مختار ، بہار شریعت ، حصہ ٤، ص ١٣٤

(٢) فتاویٰ رضویہ ، مترجم ، جلد ٩ ، ص ٩٨

**مسئلہ :**

میت کو نہلانے کے بعد میت کے ناک، کان، منہ اور دیگر سوراخوں میں روئی رکھ دیں تو حرج نہیں مگر بہتر یہ ہے کہ نہ رکھیں۔

حوالہ:- در مختار ، عالمگیری ، بہار شریعت ، حصہ ٤ ص ١٣٨

**مسئلہ :**

میت کو نہلانے کے بعد میت کے منہ یا پاخانہ کی جگہ سے خون یا پانی یا پاخانہ وغیرہ نکلے تو دوبارہ غسل دینے کی مطلقاً کسی حال میں حاجت نہیں۔ اگر نجاست جسم سے نکلے تو اسے دھو لینا چاہیئے۔ حوالہ:- فتاویٰ رضویہ ، مترجم ، جلد ٩ ،ص ٩٨

**مسئلہ :**

میت کے سر یا ڈاڑھی کے بال میں کنگھی کرنا، ناخن تراشنا، کسی جگہ کے بال مونڈنا، کترنا یا اکھاڑنا مکروہ تحریمی اور ناجائز ہے۔ بلکہ حکم شریعت یہ ہے کہ جس حالت پر ہے اسی حالت پر دفن کردیں۔ البتہ اگر کوئی ناخن ٹوٹ گیا ہے، تو اسے لے سکتے ہیں، لیکن اسے کفن میں رکھ دینا چاہیئے، اسی طرح اگر بال تراش لیے یا ناخن کاٹ لیے، تو اسے بھی کفن میں رکھ دینا چاہیئے۔

حوالہ:- (۱)درمختار، باب صلوۃ الجنائز، جلد ۱، ص ۱۲۰
(۲)فتاویٰ رضویه ، مترجم ، جلد ۹ ، ص ۹۱
(۳)بہار شریعت ، حصه ٤ ، ص ۱۳۸

**حدیث:**

”عَنْ اُمِّ الْمُؤمِنِیْنَ عَائِشَةَ الصِّدِّیْقَةِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْھَا اَنَّھَا رَأَتْ اِمْرَاَةً یَکُدُوْنَ رَأسَھَا بِمُشْطٍ فَقَالَتْ عَلَامَ تَنْصُوْنَ مَیِّتَکُمْ“

ترجمہ: ”ام المؤمنین سیدتنا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ نے دیکھا کہ ایک عورت کے میت کو کنگھی کی جارہی ہے، تو آپ نے فرمایا کہ کس لیے (کیوں) اپنی میت کو تکلیف پہنچا رہے ہو۔“

حوالہ:- (۱) المصنف لعبد الرزاق، باب شعر المیت واظفارہ، جلد ۳ ، ٤۳۷
(۲) فتاویٰ رضویه ، جلد ۱۰، ص ۱۷٤

**حدیث:**

”عَنْ اُمِّ الْمُؤمِنِیْنَ عَائِشَةَ الصِّدِّیْقَةِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْھَا اَنَّھَا سُئِلَتْ عَنِ الْمَیِّتِ یُسَرحُ رَأسُهُ فَقَالَتْ عَلَامَ تَنْصُوْنَ مَیِّتَکُمْ“

ترجمہ: ”ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ

سے میت کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا کنگھی کی جاسکتی ہے؟ آپ نے فرمایا: کس لئے اپنی میت کو تکلیف پہنچاؤ گے۔"

حوالہ:- (١) کتاب الآثار للامام محمد ، ص٤٦

(٢) جامع الاحادیث، جلد٢،حدیث نمبر ١٠٣٣،ص١٣

**مسئلہ :**

غسل دینے کے بعد میت کے دونوں ہاتھ کروٹوں میں رکھیں، سینہ پر نہ رکھیں کہ یہ کفار کا طریقہ ہے۔اور بعض جگہ یہ رواج ہے کہ میت کے ہاتھ ناف کے نیچے اس طرح رکھتے ہیں، جیسے حالت قیام نماز میں رکھتے ہیں۔ یہ طریقہ بھی غلط ہے۔لہٰذا اس طرح بھی نہ رکھیں۔

حوالہ:- در مختار ، جلد اول، اور بهار شریعت ،حصہ ٤، ١٣٨

**مسئلہ :**

بعض جگہ یہ رواج بھی ہے کہ میت کو غسل دینے کے لیے کورے گھڑے لوٹے (نئے برتن برائے غسل) لاتے ہیں۔اس کی اصلاً کچھ بھی ضرورت نہیں ، بلکہ گھر کے استعمال کے گھڑے، بالٹی، لوٹے ،وغیرہ برتن سے بھی میت کو غسل دے سکتے ہیں۔اور میت کو غسل دینے کے بعد ان برتنوں کو اپنے استعمال میں لا سکتے ہیں۔بعض مقامات پر یہ جہالت کرتے ہیں کہ میت کو غسل دینے میں جن برتنوں کا استعمال کیا جاتا ہے، ان کو توڑ دیتے ہیں۔یہ سخت ناجائز اور حرام ہے کہ مال کو ضائع کرنا ہے۔

حوالہ:- (١)فتاویٰ رضویہ ، مترجم ، جلد ٩، ص ٩٨

(٢) بہار شریعت ، حصہ ٤، ص ١٣٨

**حدیث:**

حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

''اِنَّ اللّٰهَ كَرِهَ لَكُمْ ثَلٰثاً،قِيْلَ وَقَالَ وَ كَثْرَةَ السُّوَالِ وَاِضا عَةَ الْمَالِ''

ترجمہ: ''اللہ تبارک وتعالیٰ تین باتیں تمہارے لیے ناپسند رکھتا ہے۔فضول بکواس، سوال کی کثرت اور مال کی اضاعت۔(ضائع کرنا)''

حوالہ:- صحیح البخاری ، کتاب الزکوۃ ، جلد ۱، ص ۲۰۰

**مسئلہ :**

اکثر جگہ یہ رواج بھی ہے کہ میت کے غسل میں استعمال کئے ہوئے تمام برتن مسجدوں میں رکھ دیتے ہیں۔اگر یہ نیت ہے کہ نمازیوں کے وضو وغیرہ میں کام آئیں گے،اور نمازیوں کے لیے سہولت ہوگی اور اس کا ثواب مردہ کو پہنچے گا،تو یہ اچھی نیت ہے اور برتنوں کو مسجد میں دے دینا بہتر ہے۔لیکن اگر یہ خیال کیا جائے کہ ان برتنوں سے مردے کو نہلایا ہے،اس وجہ سے ان میں نحوست آگئی ہے،لہٰذا ان کو گھر میں نہیں رکھنا چاہیئے ، تو یہ نری حماقت، جہالت اور کفار ہند کے وہم سے بہت ہی ملتا جلتا وہم ہے۔

حوالہ:- (۱) فتاویٰ رضویہ ، مترجم ، جلد ۹ ،ص ۹۸

(۲)بہار شریعت ، حصہ ٤ ، ص ۱۳۸

# غسل میت کے تعلق سے کچھ ضروری مسائل

**مسئلہ :**

مرد کو مرد اور عورت کو عورت نہلائے۔میت چھوٹا لڑکا ہے تو عورت بھی نہلا سکتی ہے اور اسی طرح چھوٹی لڑکی کو مرد بھی نہلا سکتا ہے۔چھوٹا اور چھوٹی سے مراد یہ ہے کہ وہ حد شہوت کو نہ پہنچے ہوں۔ حوالہ:- بہار شریعت ، حصہ ٤ ، ص ۱۳٤

**مسئلہ :**

عورت کا انتقال ہوگیا تو شوہر اسے نہلا نہیں سکتا اور نہ ہی بلا حائل اس کے بدن

کو چھو سکتا ہے۔اس کو دیکھنے کی ممانعت نہیں۔عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ شوہر اپنی بیوی کے جنازہ کو نہ کندھا دے سکتا ہے، نہ قبر میں اتار سکتا ہے۔ یہ محض غلط ہے۔صرف نہلانے کی اور بلا حائل اس کے بدن کو ہاتھ لگانے کی ممانعت ہے۔

حوالہ:- (۱) تنویر الابصار، جلد ۱، ص۵۷۵

(۲) فتاویٰ رضویہ ، مترجم ، جلد ۹، ۹۲

(۳) بہار شریعت ، حصہ ٤، ص۱۳۵

**مسئلہ :**

عورت اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے۔ بشرطیکہ زوجیت باقی ہو۔یعنی میت کے انتقال کے وقت وہ عورت مرد کی زوجیت میں ہو۔

حوالہ:- (۱)فتاویٰ رضویہ ، مترجم ، جلد ۹ ، ص۹٦

(۲)بہار شریعت ، حصہ ٤،ص۱۳٤

(۳) درمختار، باب صلوۃ الجنائز، جلد ۱،ص۱۲۰

**مسئلہ :**

مرد نے اپنی بیوی کو طلاق رجعی دی تھی ، وہ عورت ابھی حالت عدت میں تھی کہ شوہر کا انتقال ہو گیا ،تو وہ عورت اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے۔اور اگر شوہر نے طلاق بائن دی ہے،تو اگرچہ عورت عدت میں ہے، غسل نہیں دے سکتی۔ کیونکہ طلاق رجعی سے زوجیت کا علاقہ ختم نہیں ہوتا۔جب کہ طلاق بائن سے زوجیت کا رشتہ منقطع ہو جاتا ہے۔

حوالہ:- (۱) رد المحتار ، باب صلوۃ الجنائز ، جلد ۱، ص ۵۷٦

(۲) فتاویٰ رضویہ ،مترجم، جلد ۹ ، ص ۹۵

(۳) بہار شریعت ، حصہ ٤، ص ۱۳٤

**مسئلہ :**

جس مرد کا عضو تناسل یا انثیین (خصیہ) کاٹ لیے گئے ہوں وہ مرد ہی کے حکم

میں ہے، یعنی مرد ہی اسے غسل دے سکتا ہے، یا اس کی عورت اسے غسل دے سکتی ہے۔

حوالہ:- بہار شریعت ، حصہ ٤، ص ١٣٤

**مسئلہ :**

اگر کسی کا ایسی جگہ انتقال ہو گیا کہ وہاں پانی نہیں، تو مردہ کو تیمّم کرائیں اور نماز جنازہ پڑھیں۔ نماز جنازہ کے بعد اگر دفن کرنے سے پہلے پانی مل جائے، تو میت کو غسل دیں اور نماز جنازہ کا اعادہ کریں یعنی نماز جنازہ پھر سے پڑھیں۔

حوالہ:- عالمگیری، در مختار اور بہار شریعت ، حصہ ٤، ص ١٣٥

**مسئلہ :**

میت کا بدن اگر ایسا ہو گیا ہے کہ ہاتھ لگانے سے کھال اُدھڑے (اُکھڑے) گی، تو میت کو ہاتھ نہ لگائیں بلکہ صرف پانی بہادیں۔

حوالہ:- عالمگیری ، بہار شریعت ، حصہ ٤، ص ١٣٧

**مسئلہ :**

اگر میت کو نہلانے والے کے ساتھ اور دوسرے نہلانے والے ہوں ، تو نہلانے والا نہلانے پر اجرت لے سکتا ہے۔ مگر افضل یہ ہے کہ نہ لے اور اگر کوئی دوسرا نہلانے والا نہ ہو، اور وہ شخص اکیلا ہی میت کو غسل دیتا ہے، تو اب اسے نہلانے پر اجرت لینا جائز نہیں۔ کیونکہ جب وہ اکیلا نہلا رہا ہے تو وہ فرض کفایہ ادا کر رہا ہے۔

حوالہ:- عالمگیری ، در مختار ، بہار شریعت ، حصہ ٤ ، ص ١٣٤

**مسئلہ :**

خنثیٰ یعنی ہیجڑے کا انتقال ہوا، تو اسے نہ مرد نہلا سکتا ہے نہ عورت بلکہ اسے تیمّم کرایا جائے اور تیمّم کرانے والا اگر اجنبی ہو، تو وہ ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر تیمّم کرائے اور میت کی کلائیوں پر نظر نہ کرے۔ اسی طرح ہیجڑا کسی بھی مرد یا کسی بھی عورت کو غسل نہیں دے

سکتا۔ حوالہ:- عالمگیری ، بہار شریعت، حصہ ٤، ص ١٣٦

**مسئلہ :**

میت کا غسل ہو جانے کے لیے یہ بھی ضروری نہیں کہ نہلانے والا مکلّف یعنی عاقل و بالغ یا اہل نیت ہو، بلکہ اگر کسی نابالغ یا کافر نے نہلا دیا، تو بھی غسل ادا ہو جائے گا۔اسی طرح کسی اجنبیہ عورت نے مرد کو یا مرد نے عورت کو غسل دے دیا، تو غسل ادا ہو جائے گا، اگرچہ ان کو نہلانا جائز نہ تھا۔

حوالہ:- در مختار ، رد المحتار، بہار شریعت ، حصہ ٤، ص ١٣٦

**مسئلہ :**

جو شخص میت کو غسل دے اس کے لیے مستحب ہے کہ میت کے غسل سے فارغ ہونے کے بعد خود بھی غسل کر لے کیونکہ حدیث شریف میں ایسا حکم وارد ہے۔اور اگر کسی وجہ سے غسل نہ کرے، تو بھی کوئی حرج نہیں۔میت کو نہلانے کے بعد خود غسل کرنے کا استحبابی حکم اس لیے ہے کہ میت کو غسل دینے کے دوران نہلانے والے کے جسم پر ناپاک یا گندے چھینٹے پڑے ہوں، تو نہلانے والے کا جسم بھی خود غسل کرنے سے پاک وصاف ہو جائے گا۔

**حدیث:**

" عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْ لُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ غَسَّلَ مَیِّتاً فَلْیَغْتَسِلَ "

ترجمہ: "حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو مردے کو غسل دے، اسے چاہیئے کہ وہ خود بھی غسل کرے۔" (ابن ماجہ)

نوٹ: حدیث شریف کا مذکورہ حکم استحبابی ہے۔فرض یا واجب کے درجہ کا حکم نہیں۔

آٹھواں باب

# میت کا کفن

**مسئلہ :**

میت کو کفن دینا فرض کفایہ ہے۔اور کفن کے تین درجے ہیں۔

(۱) کفن ضرورت (۲) کفن کفایت اور

(۳) کفن سنت۔ حوالہ:- بہار شریعت، حصہ ٤، ص١٣٨

## ❁ کفن ضرورت:

مرد اور عورت دونوں کے لیے یہ کہ جو بھی میسر آئے اور کم از کم اتنا تو ہو کہ سارا بدن ڈھک جائے۔یعنی وقت ضرورت جو میسر آئے، اگر چہ صرف ایک ہی کپڑا جو کہ سر سے پاؤں تک ہو۔مرد اور عورت دونوں کے لیے بس ہے۔

## ❁ کفن کفایت:

☆ مرد کے لیے:

(۱) لفافہ یعنی چادر
(۲) ازار یعنی تہبند

کل دو کپڑے

☆ عورت کے لیے:

(۱) لفافہ (چادر)
(۲) ازار (تہبند)
(۳) اوڑھنی

کل تین کپڑے

-:یا:-

(۱) لفافہ (چادر)
(۲) اوڑھنی
(۳) کفنی (قمیص)

کل تین کپڑے

### ۞ کفن سنت:

☆مرد کے لیے: (۱)لفافہ(چادر)
(۲)تہبند(ازار) کل تین کپڑے
(۳)کفنی(قمیص)

☆عورت کے لیے: (۱)لفافہ(چادر)
(۲)تہبند(ازار)
(۳)کفنی(قمیص) کل پانچ کپڑے
(۴)اوڑھنی
(۵)سینہ بند

# کفن کی مقدار یعنی ناپ

● لفافہ:

لفافہ یعنی چادر جو مرد اور عورت دونوں کے کفن میں ہوتی ہے، اس کی مقدار یہ ہے کہ میت کے قد سے اتنی زیادہ ہو کہ سر اور پاؤں تک پہنانے (لپیٹنے) کے بعد اوپر اور نیچے دونوں طرف سے باندھ سکیں۔ یعنی سر کی طرف اتنی زیادہ ہو کہ سر کی طرف باندھ سکیں اور پاؤں کی طرف بھی اس قدر زیادہ ہو کہ پاؤں کی طرف سے بھی باندھ سکیں۔

● تہبند:

تہبند یعنی ازار جو مرد اور عورت دونوں کے کفن میں ہوتی ہے، اس کی مقدار جاننے سے پہلے یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ عام طور سے تہبند اس چادر کو کہتے ہیں جو کمر میں شلوار یا پاجامہ کی جگہ استعمال ہو، اور اس کو لنگی بھی کہتے ہیں، لیکن میت کے کفن میں جو تہبند یعنی ازار ہوتا ہے، وہ صرف کمر سے لے کر پاؤں تک نہیں، بلکہ سر سے لے کر پاؤں

تک ہوتا ہے۔البتہ تہبند یعنی ازار کے طور پر استعمال ہونے والی چادر کی مقدار (لمبائی) لفافہ کی چادر سے کم ہوتی ہے۔یعنی تہبند سر سے لے کر پاؤں تک ہے۔لفافہ کی طرح قد سے زیادہ نہیں ہوتا۔اسے لفافہ کے اوپر بچھا دینا چاہیئے ۔کمر میں باندھنا یا لپیٹنا نہیں چاہیئے ۔

- **کفنی:**

کفنی یعنی قمیص جو مرد اور عورت دونوں کے کفن میں ہوتی ہے،اس کی مقدار یہ ہے کہ گردن سے لے کر گھٹنوں کے نیچے قدم تک ہو۔اس قمیص میں آستین نہیں ہوتی، علاوہ ازیں اس کے اطراف میں سلائی بھی نہیں ہوتی۔قمیص آگے و پیچھے دونوں طرف لمبائی میں برابر (مساوی) ہوتی ہے۔

- **اوڑھنی:**

جو صرف عورت ہی کے کفن میں ہوتی ہے وہ تین ہاتھ یعنی ڈیڑھ گز کی ہونی چاہیئے ۔

- **سینہ بند:**

یہ بھی صرف عورت کے کفن میں ہوتا ہے۔اس کی مقدار پستان کے بالائی حصے سے ناف تک ہے۔اور بہتر یہ ہے کہ پستان کے اوپر کے حصے سے ران تک ہو۔

# کفن پہنانے کا سنت طریقہ

- میت کو غسل دینے کے بعد میت کے بدن کو آہستہ اور نرمی کے ساتھ پاک کپڑے سے پونچھ لیں تاکہ کفن گیلا نہ ہو۔
- غسل سے فارغ ہونے کے بعد میت کو فوراً کفن پہنا دینا چاہیئے ۔
- چارپائی پر پہلے لفافہ یعنی بڑی چادر بچھا دی جائے اور اس پر تہبند (ازار) یعنی چھوٹی چادر بچھا دی جائے۔ پھر چھوٹی چادر پر کفنی یعنی قمیص اس طرح رکھیں کہ قمیص کا

نیچے والا حصہ چھوٹی چادر پر بچھا دیا جائے اور قمیص کا اوپر والا حصہ جو میت کے سینے پر رکھا جائے گا، اس کو چارپائی کے سرہانے کی طرف کر دیا جائے۔

- پھر میت کو چارپائی پر قمیص یعنی کفنی پر لٹایا جائے اور قمیص کا وہ حصہ جو چارپائی کے سرہانے کی طرف کر دیا گیا تھا، جس کو کفن سینے کے وقت چاک کر کے اس میں گلا بنایا گیا تھا۔ اس میں سے میت کے سر کو گزار دیں، پھر قمیص کا وہ حصہ جو چارپائی کے سرہانے کی طرف کر دیا گیا تھا، وہ حصہ اب میت کے سینے سے قدم تک کر دیں۔
- پھر تہبند (ازار) یعنی چھوٹی چادر کو لپیٹا جائے۔ اس طرح کہ میت کی بائیں جانب کا حصہ پہلے لپیٹیں پھر دائیں جانب کا حصہ لپیٹیں، تاکہ دائیں طرف کا حصہ بائیں طرف کے حصہ کے اوپر رہے۔
- لفافہ یعنی بڑی چادر کو بھی مندرجہ بالا طریقہ سے لپیٹ کر سر اور پاؤں کی طرف باندھ دیں، تاکہ کفن کھلنے نہ پائے۔

**نوٹ:**

عورت کو کفن پہنانے میں حسب ذیل طریقہ اپنائیں۔

- (عورت کو کفنی) یعنی قمیص یعنی چھوٹی چادر پہنانے کے بعد اس کے سر کا بال دو حصے کر کے کفنی کے اوپر سینہ پر ڈال دیں۔ بالوں کا ایک حصہ سینہ کے دائیں طرف اور دوسرا حصہ سینہ کے بائیں طرف ڈالیں۔
- پھر اوڑھنی کو نصف پشت (آدھی پیٹھ) کے نیچے سے بچھا کر سر پر لا کر منھ پر مثل نقاب ڈال دیں کہ اوڑھنی کا وہ حصہ سینہ پر رہے۔ اوڑھنی لمبائی میں نصف پشت سے سینہ تک یعنی تقریباً ڈیڑھ گز ہونی چاہیئے اور چوڑائی میں ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک ہونی چاہیئے۔
- اوڑھنی ڈالنے کے بعد ازار (چھوٹی چادر) اور لفافہ (بڑی چادر) کو گزشتہ بیان

کیے گئے طریقے سے لپیٹیں۔

- پھر سب کے اوپر سینہ بند باندھیں۔ سینہ بند پستان کے بالائی حصہ سے ران تک باندھیں۔

مذکورہ مسائل کفن بحوالہ:

(۱)در مختار، باب صلوۃ الجنائز، جلد ۱، ص ۱۲۱

(۲)رد المحتار، جلد ۱، ص ۵۷۸ تا ۵۸۰

(۳)فتاوی ہندیہ، فصل ثالث، جلد ۱، ص ۱۶۱

(٤)الاختیار لتعلیل المختار، فصل فی تکفین المیت مطبوعہ البابی مصر، جلد ۱، ص ۹۳

(۵) فتاویٰ رضویہ، مترجم، جلد ۹، ص ۱۰۰ تا ص ۱۰٤

(٦) بہار شریعت، حصہ ٤، ص ۱۳۸ تا ص ۱٤۱

# کفن کے تعلق سے ضروری مسائل

**مسئلہ :**

مرد اور عورت کی کفنی (قمیص) میں فرق ہے۔ مرد کی قمیص مونڈھے پر چیریں اور عورت کی قمیص کو سینہ کی طرف چیریں۔ حوالہ:- بہار شریعت، حصہ ٤، ص ۱۳۹

**مسئلہ :**

میت کو جب قمیص (کفنی) پہنائیں، تو ڈاڑھی اور تمام بدن پر خوشبو ملیں اور مواضع سجود یعنی پیشانی، ناک، ہتھیلیاں، گھٹنے اور قدم پر کافور لگائیں۔

حوالہ:- عالمگیری، در مختار، بہار شریعت، حصہ ٤، ص ۱٤۱

**مسئلہ :**

میت کو کفن پہنانے سے پہلے کفن کو ایک یا تین یا پانچ یا سات مرتبہ دھونی دیں، اس سے زیادہ نہیں۔ (حوالہ:-ایضاً)

**مسئلہ :**

بلاضرورت میت کوکفن کفایت سے کم کفن دیناناجائز اورمکروہ ہے۔اسی طرح سوال کرکے یعنی مانگ کرمیت کوکفن کفایت یاکفن سنت دینابھی جائزنہیں۔بعض جاہل محتاج یہ بھی کرتے ہیں کہ جب ان کا مورث مرتاہے،تب ان کی مالی حالت صرف کفن ضرورت پوراکرنے کی ہوتی ہے،لیکن وہ اپنے مورث کوکفن کفایت یاکفن سنت دینے کے لیےلوگوں سے مانگتے ہیں۔اوریہ سوال بےضرورت ہےاوربےضرورت سوال کرنا شرعاً جائزنہیں ۔اگروہ محتاج کفن ضرورت کی بھی قدرت نہیں رکھتے ،تو صرف بقدر ضرورت سوال کرسکتے ہیں،زیادہ نہیں۔ہاں اگران کے مانگے بغیرمسلمان حضرات خودمسنون کفن بہ نیت ثواب دیں،توانشاءاللہ ان محتاج ورثاءکوبھی اللہ تعالیٰ پوراثواب عطافرمادےگا۔

حوالہ:- (۱)فتاویٰ رضویہ ، مترجم ، جلد ۹، ص ۱۰۰

(۲) بہار شریعت ،حصہ ٤ ، ص ۱۳۹

**مسئلہ :**

جونابالغ حدشہوت کوپہنچ جائے ،اس کاکفن جوان مردیاجوان عورت کی طرح ہے۔اورنابالغ کاحدشہوت کوپہنچنے کاحکم لڑکے میں بارہ سال کی عمرمیں اورلڑکی میں نوسال کی عمرمیں نافذ ہوتاہے۔ بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ اس عمرسے پہلے بھی حدشہوت حاصل ہوجائے،جبکہ جسم نہایت قوی اورمزاج گرم اورحرارت جوش پرہو۔لڑکوں میں حدشہوت یہ ہے کہ اس کادل عورتوں کی طرف رغبت کرنے لگےاورلڑکیوں میں یہ کہ اسے دیکھ کر مردوں کواس کی طرف میلان ہو۔

جوبچہ مذکورہ عمراورحالت کونہ پہنچاہو،...اس:-

- لڑکےکوایک کپڑااورلڑکی کودوکپڑے میں کفن دیں توکوئی حرج نہیں،اس قدر کفن کافی ہے۔اوراگر...
- لڑکےکودوکپڑوں میں اورلڑکی کوتین کپڑوں میں کفن دیں تواچھاہے۔اور

اگر...

- دونوں کو پورا کفن مرد اور عورت کا دیں، تو سب سے بہتر ہے۔

حوالہ:- (۱) در مختار، باب صلوۃ الجنائز، جلد ۱، ص ۱۲۱۔
(۲) فتاویٰ رضویہ، مترجم، جلد ۹، ص ۱۰۰
(۳) بہار شریعت، حصہ ٤، ص ۱٤۰
(٤) رد المحتار، باب صلوۃ الجنائز، ص۵۷۸ تا ۵۸۰

**مسئلہ :**

جو بچہ زندہ پیدا ہو پھر اس کا انتقال ہو جائے، چاہے وہ ایک دن یا اس سے کم کا ہو، اسے کفن دیا جائے گا۔ حوالہ:- بہار شریعت، حصہ ٤، ص ۱٤۰

**مسئلہ :**

جو بچہ مردہ پیدا ہوا یا کچا گر گیا، اسے ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے، کفن نہ دیا جائے۔

حوالہ:- (۱) درمختار، باب صلوۃ الجنائز، جلد ۱، ص ۱۲۱
(۲) فتاویٰ رضویہ، مترجم، جلد۹، ص ۱۰۰

**مسئلہ :**

خنثیٰ یعنی ہیجڑے کو عورت کی طرح پانچ کپڑوں والا کفن دیا جائے۔

حوالہ:- بہار شریعت، حصہ ٤، ص ۱٤۰

**مسئلہ :**

میت نے مال چھوڑا ہے، تو اس کا کفن اسی کے مال سے ہونا چاہیئے۔ قرض، وصیت اور میراث، ان سب پر کفن مقدم ہے۔ اور قرض وصیت پر اور وصیت میراث پر مقدم ہے۔ یعنی میت کے مال سے پہلے اس کو کفن دیا جائے، پھر اس کا قرض ادا کیا جائے، پھر اس کی وصیت ایک ثلث میں پوری کی جائے، پھر اس کا مال اس کے ورثاء پر تقسیم کیا جائے۔ (حوالہ:-ایضاً)

**مسئلہ :**

اگر میت نے کچھ بھی مال نہیں چھوڑا، تو اس میت کو کفن دینا اس کے ذمہ ہے، جس کے ذمہ اس میت کی زندگی میں نفقہ یعنی روٹی کپڑے کا خرچ تھا۔ اگر ایسا کوئی شخص نہیں ہے، یا ہے مگر وہ شخص بھی نادار (کنگال، محتاج) ہے، تو اب میت کا کفن اسلامی حکومت کے بیت المال سے دیا جائے گا۔ آج کل بعض شہروں میں کچھ تنظیم یا برادری والے اپنے طور پر بیت المال بنا کر زکاۃ و صدقات واجبہ جمع کرتے اور اپنی من مانی مدوں میں خرچ کرتے ہیں۔ یہ اسلامی و شرعی بیت المال نہیں کیونکہ بیت المال کے انتظام کے لیے حاکم اسلام کا ہونا ضروری ہے اور یہ فی الحال ہندوستان میں مفقود ہے۔ اور اگر وہاں بیت المال میں بھی نہیں، جیسے یہاں ہندوستان میں عموماً بیت المال نہیں ہوتا، تو اب اس میت کو کفن دینا مسلمانوں پر فرض ہے۔ اگر وہاں کے مسلمانوں کو معلوم تھا اور انہوں نے کفن نہ دیا تو سب گنہگار رہوں گے۔

حوالہ:- جوهره نیره ، در مختار، بها ر شریعت، حصه ٤ ، ص ١٤٠

**مسئلہ :**

عورت کا انتقال ہوا اور اگر چہ اس نے مال چھوڑا بھی ہے، تب بھی اس کا کفن اس کے شوہر پر ہے۔ اور اگر مرد کا انتقال ہوا اور اس کی بیوی مالدار بھی ہے، جب بھی شوہر کو اپنے مال سے کفن دینا عورت پر واجب نہیں۔

حوالہ:- عالمگیری، در مختار، بهار شریعت ، حصه ٤، ص ١٤١

**مسئلہ :**

کفنی یعنی قمیص جو مرد اور عورت دونوں کے کفن میں ہوتی ہے، اور وہ گردن سے لے کر گھٹنوں کے نیچے، قدم تک ہوتی ہے، اس کے متعلق جاہلوں میں یہ رواج ہے کہ قمیص کو طول میں یعنی لمبائی میں پشت کی جانب کم رکھتے ہیں، یہ سراسر غلط ہے۔ صحیح یہ

ہے کہ قمیص آگے اور پیچھے دونوں طرف لمبائی میں برابر ہو۔

حوالہ:- عالمگیری ، رد المحتا ر اور بہا ر شریعت ، حصہ ٤ ، ص ١٣٩

# کفن کیسا ہونا چاہیے؟

**مسئلہ :**

کفن اچھی کوالٹی کا ہونا چاہیئے یعنی مرد عید اور جمعہ کے لیے جیسے اچھے کپڑے پہنتا تھا اور عورت جیسے کپڑے پہن کر میکے جاتی تھی ،اس قیمت کا ہونا چاہیئے ۔مردوں کو اچھا کفن دینے اور کفن سفید رنگ کا دینے کا حکم حدیث شریف میں وارد ہے۔

حوالہ:- غنیہ، ردالمحتار، بہار شریعت، حصہ ٤ ،ص١٣٩

**حدیث:**

" عَنْ جَا بِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَا لیٰ عَنْہُ قَا لَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا کَفَّنَ اَحَدُکُمْ اَخَاہُ فَلْیُحْسِنْ کَفْنَہٗ "

ترجمہ: "جب تم اپنے بھائی کو کفن دو،تو اچھا کفن دو۔"

(مسلم ، مشکوۃ ، باب غسل المیت و تکفینہ)

**حدیث:**

" عَنْ اُمِّ الْمُؤمِنِیْنَ اُمِّ سَلْمَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلّی اللّٰہُ تَعَا لیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحْسِنُوْا الْکَفْنَ "

ترجمہ: "ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اچھا کفن دو۔"

حوالہ:- (١)مسند الفردوس للدیلمی ، ص ٣١٨

(٢)جا مع الا حادیث ، کتاب الجنا ئز ،جلد٢،ص ١٣

**حدیث:**

حضرت ابن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ اپنے مردوں کو

اچھا کفن پہناؤ کہ وہ آپس میں ملاقات کرتے ہیں اور اچھے کفن سے تفاخر کرتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں۔ حوالہ:- مرقاۃ شرح مشکوۃ، بہارشریعت، حصہ ٤، ص ١٣٩

**حدیث:**

''عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ قَالَ لَا تُغَالِ فِیْ كَفَنٍ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰه تَعَالیٰ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تُغَالُوْا فِیْ الْكَفَنِ فَاِنَّهٗ يَسْلُبُهٗ سَلْباً سَرِيْعاً''

ترجمہ: ''امیر المؤمنین سیدنا حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ کفن میں مبالغہ نہ کیا کرو۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کفن میں مبالغہ نہ کرو۔ کیونکہ وہ جلدی خراب ہونے والا ہے۔''

(ابو داؤد شریف)

**حدیث:**

''عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰه تَعَالیٰ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا تُوُفِّیَ اَحَدُكُمْ فَوَجَدَ شَيْئاً فَلْيُكَفِّنْ فِی ثَوْبِ حِبَرَةٍ''

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم میں سے کوئی فوت ہو جائے اور ہو سکے تو اسے حِبَرہ نامی یمنی کپڑے میں کفن دیا کرو۔'' (ابو داؤد)

**حدیث:**

''عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهِ تَعَالیٰ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُ الْكَفَنِ الْحُلَّةُ۔''

ترجمہ: ''عبادۃ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے بہترین کفن حلہ ہے۔'' (ابن ماجہ شریف)

## مذکورہ چھ احادیث کا ماحصل:

- اچھے کفن سے مراد یہ ہے کہ کفن کا کپڑا پورا ہو۔ اس میں کسی قسم کی بخیلی یا کمی نہ کی جائے اور نہ ہی کسی قسم کا اسراف یعنی فضول خرچی ہو اور وہ کفن پاک وصاف، ستھرا اور سفید ہو۔ خواہ کفن کا کپڑا دھلا ہو یا بالکل نیا ہو۔
- بعض علماء کا کہنا ہے کہ اسراف یعنی فضول خرچی کرنے والوں میں یہ طریقہ پایا جاتا ہے کہ وہ اپنے رشتہ دار میت کو بہت قیمتی کپڑے کا کفن دیتے ہیں اور ان فضول خرچی کرنے والوں میں سے بعض جاہل اپنے رشتہ دار میت کو قیمتی رقم کا کفن دینے پر فخر اور تکبر کرتے ہیں اور از راہ ناموری اس کا تذکرہ کرتے ہیں۔
- شیخ محقق علی الاطلاق، عاشق رسول، شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اچھے کفن سے وہ اعلیٰ اور قیمتی کپڑوں کا کفن مراد نہیں بلکہ مکمل، پاک، صاف اور سفید کفن جو اسراف، فضول خرچی سے پاک ہو وہ مراد ہے۔ نیا اور دھلا ہوا کفن درجے میں برابر ہیں۔
- حدیث نمبر ۵ میں جو ارشاد گرامی ہے کہ ''حِبَرَۃ'' میں کفن دو۔ اس سے مراد وہ کپڑا ہے، جو زمانۂ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اچھا کپڑا تصور کیا جاتا تھا۔ یہ کپڑا ملک یمن میں بنتا تھا اور وہ ''حبرہ'' نامی کپڑا قیمت کے اعتبار سے نہ زیادہ قیمتی تھا اور نہ ہی معمولی بلکہ درمیانی قسم کا شمار ہوتا تھا۔
- حدیث نمبر ۶ میں جو ارشاد گرامی ہے کہ ''بہترین کفن حلہ ہے'' اس سے مراد وہ کپڑا ہے، جو زمانۂ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ''حبرہ'' نامی کپڑے کی طرح متوسط (درمیانی) اور مناسب کپڑا سمجھا تھا، جو قیمت کے اعتبار سے نہ تو بہت زیادہ مہنگا تھا اور نہ ہلکا تھا۔
- حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی کبھی حلہ زیب تن فرماتے تھے اس کی نوعیت یہ

ہوتی تھی کہ بلاسلی ہوئی لنگی یعنی چادر کمر میں لپیٹ و باندھ لیتے اور ایک چادر سر پر اوڑھ لیتے۔ اسی حالت میں کبھی کبھی نماز بھی ادا فرماتے، صحابہ سے ملاقات بھی کرتے، حلہ کو بہترین کفن ارشاد فرمانے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ کفنی یعنی قمیص کو دونوں طرف سے نہ سلا جائے۔

- بعض شارحین حدیث اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ''حلہ'' سے مراد یمنی چادر اور تہبند ہے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ کفن میں صرف ایک کپڑے پر اکتفا نہ کیا جائے بلکہ کم سے کم دو کپڑے ہونا بہتر ہے، کیونکہ یہ کفن کفایہ ہے، جو ادنیٰ درجہ کا کفن ہے۔ اور اگر کفن میں تین کپڑے یعنی چادر اور تہبند کے ساتھ قمیص بھی دیں تو یہ کفن مسنون ہے، جو کامل درجہ کا کفن ہے۔
- حدیث نمبر ۴ میں جو ارشاد گرامی ہے ''کفن میں مبالغہ نہ کرو'' اس سے مراد یہ ہے کہ کفن میں ضرورت سے زیادہ کپڑے استعمال مت کرو اور کفن میں زینت اور آرائش (سجاوٹ) والے کپڑے استعمال کرکے مبالغہ یعنی حد سے زیادہ مت بڑھو۔ کیونکہ جس کفن کے ذریعہ تم زینت اور آرائش میں مبالغہ کرتے ہو، وہ کفن آخر کار قبر میں مردہ کے ساتھ مدفون ہو کر خراب ہو جانے والا ہے۔
- اس حدیث شریف کے ضمن میں شیخ محقق علی الاطلاق، علامہ الشاہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ کفن قبر میں بہت جلد بوسیدہ یعنی خراب ہو جاتا ہے لہٰذا عمدہ، نفیس اور گراں قیمت والے کفن کی کیا ضرورت ہے۔

مقصد حدیث کا یہ ہے کہ کفن میں اسراف اور فضول خرچی ممنوع ہے۔

**مسئلہ :**

میت کے کفن کے لیے سفید کپڑا بہتر ہے، کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنے مردے سفید کپڑے میں کفناؤ۔

حوالہ:- غنیہ، رد المحتار، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۳۹

**حدیث:**

’’ عَنِ ابُنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوُلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهِ تَعَالیٰ عَلَیُهِ وَسَلَّمَ: اِلُبَسُوُا مِنُ ثِیَابِکُمُ الُبِیَاضَ فَاِنَّهَا مِنُ خَیُرِ ثِیَابِکُمُ وَ کَفِّنُوُا فِیُهَا مَوُتَاکُمُ۔‘‘

ترجمہ: ’’حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سفید کپڑے پہنا کرو کیونکہ یہ تمہارے کپڑوں میں سے بہترین ہیں اوران میں سے اپنے مرنے والوں کوکفن دو۔‘‘ (ترمذی شریف)

**مسئلہ :**

کُسُم یعنی زعفران کا رنگا ہوا سرخ (Red) یا زرد (Yellow) رنگ کا کپڑا یا ریشم کا کپڑا مرد کے کفن کے لیے ممنوع ہے اورعورت کے کفن کے لیے جائز ہے۔ عام اصول یہ ہے کہ مرد ہو یا عورت، اس کے لیے اس کی زندگی میں جو کپڑا پہننا جائز ہے، اس کا کفن دینا بھی جائز ہے اور جو کپڑا زندگی میں ناجائز اس کا کفن بھی ناجائز۔

حوالہ:- عالمگیری ، بہار شریعت ، حصہ ٤ ، ص ١٤٠

**مسئلہ :**

کسم اورزعفران کا رنگا ہوا، اورریشمی کفن خنثیٰ کے لیے بھی جائز نہیں۔(ایضاً)

**مسئلہ :**

پرانے (استعمال شدہ) کپڑے کا بھی کفن ہوسکتا ہے، مگر پرانا ہوتو دُھلا ہو، اور پاک وصاف ہو، کیونکہ کفن کا صاف اور ستھرا ہونا شرعاً مرغوب اور پسندیدہ ہے۔

حوالہ:- جوہرہ نیرہ ، بہار شریعت ، حصہ ٤، ص ١٤٠

**مسئلہ :**

کسی نے وصیت کی کہ کفن میں اسے صرف دو کپڑے دیئے جائیں، تو یہ وصیت جاری نہ کی جائے یعنی اس وصیت پر عمل نہ کیا جائے اور اسے تین کپڑے (کفن سنت)

دیئے جائیں۔اور اگر یہ وصیت کی کہ مجھے ہزار یا اس سے زیادہ قیمت کا کفن دینا تو اس وصیت پر بھی عمل نہ کیا جائے اور متوسط (درمیانی) درجہ کا کفن دیا جائے۔

حوالہ:- رد المحتار ، بہار شریعت ، حصہ ٤ ، ص ١٤٠

**مسئلہ :**

پھولوں کی چادر کفن کے اوپر ڈالنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں بلکہ اچھی نیت سے کفن پر پھول کی چادر ڈالنا اچھا ہے، جیسا کہ قبر پر پھول ڈالنا، کیونکہ پھول جب تک تر و تازہ رہتا ہے، اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتا ہے اور پھول کی اس تسبیح سے رحمت اترتی ہے اور میت کا دل بہلتا ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”وَضْعُ الْوَرْدِ وَالرَّیَاحِیْنَ عَلٰی الْقُبُوْرِ حَسَنٌ“

ترجمہ: **”قبروں پر گلاب اور پھولوں کا رکھنا اچھا ہے۔“**

حوالہ:- فتاویٰ رضویہ (مترجم)، جلد ٩، ص ١٠٥ اور ص ١٣٦

**مسئلہ :**

میت کو کفن مسنون کے ساتھ اس کے سر پر عمامہ باندھنا علمائے کرام اور مشائخ عظام و سادات کے لیے جائز اور عوام کے لیے مکروہ ہے۔

حوالہ:- فتاویٰ امجدیہ ،کتاب الجنائز، جلد ١، ص ٣٦٧

**مسئلہ:**

علمائے کرام اور مشائخ عظام کو کفن میں عمامہ دینے کا مسئلہ جو بھی درج ہوا، اس کے مزید حوالے حسب ذیل ہیں۔

**حوالہ:ا**

”وَاسْتَحْسَنَهَا الْمُتَاَخِّرُوْنَ لِلْعُلَمَاءِ وَالْاَشْرَافِ“

ترجمہ: ''اورعلمائے متاخرین نے اس کوعلماء اور سادات کے لیے مستحسن بتایا ہے۔''

حوالہ:- شامی المعروف به رد المحتا ر علیٰ درالمختا ر ،باب الجنائز جلد اول ، ص ٦٣٦

## حوالہ:۲

''وَ لَيُسَ فِیُ الُكَفُنِ عِمَامَةٌ فِیُ ظَا هِرِ الرِّوَايَةِ وَ فِیُ الُفَتَاوىٰ اِسُتَحُسَنَهَا الُمُتَاخِّرُوُنَ لِمَنُ كَانَ عَالِمَا ''

ترجمہ: ''اور ظاہر الروایہ میں کفن میں عمامہ نہیں ہے اور فتاویٰ میں ہے کہ علمائے متاخرین نے اسے عالم کے لیے مستحب ٹھہرایا ہے۔''

حوالہ:- فتا ویٰ هنديه المعروف به فتا ویٰ عالمگیری، کتاب الجنائز فصل ثالث فی الکفن ، جلد ١ ص ١٦٠

**مسئلہ :**

مرد کو کفن میں تین کپڑے اور عورت کو پانچ کپڑے دینا سنت ہے۔ان کپڑوں کے علاوہ کفن میں زائد تہبند یا رومال رکھنا بدعت اور منع ہے۔اسی طرح کفن میں سرمہ، کنگھی، تیل وغیرہ رکھنا حرام ہے۔

حوالہ:- فتا وی رضویه ، مترجم ، جلد ٩ ، ص ٦٠٨

## نوٹ:

بعض مقامات پر جاہلوں میں ایسا فاسد خیال رائج ہے کہ میت کے کفن میں سرمہ، کنگھی، تیل وغیرہ رکھنا چاہیئے ۔کیونکہ مردہ اپنی آنکھوں میں سرمہ لگائے گا۔اور سر میں تیل ڈال کر کنگھی کرے گا۔ یہ سراسر واہیات کام ہیں اور اس کی شریعت میں سخت ممانعت ہے۔

## نواں باب

# کفن اور قبر میں تبرکات رکھنا

# کفن کے ساتھ تبرکات رکھنا

**مسئلہ :**

تبرک کے لیے غلاف کعبہ کا چھوٹا ٹکڑا میت کے سینہ یا چہرے پر رکھنا بلا شبہ جائز ہے۔
حوالہ:- فتا ویٰ رضویہ (مترجم) ، جلد ۹ ، ص ۱۰۵

**مسئلہ :**

بزرگان دین و معظمان دین کے تبرکات، میت کے ساتھ یعنی اس کے جسم سے ملحق کرکے یا کفن میں یا قبر میں دفن کرنا جائز ہے۔اوراس کے جواز کے ثبوت میں کچھ معتبر اور مستند حوالے ذیل میں درج ہیں:

## حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ (صحابی رسول) کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چھڑی دفن کی گئی:

■ دلائل النبوۃ میں امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقی المعروف بہ امام بیہقی (المتوفی ۴۵۸ھ) نے اور ابن عساکر حضرت امام محمد بن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

’’عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهٗ كَانَ عِنْدَهٗ عُصَيَّةٌ لِرَسُوْ لِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا تَ فَدُفِنَتْ مَعَهٗ بَيْنَ جَيْبِهٖ وَ بَيْنَ قَمِيْصِهٖ ‘‘

ترجمہ: ’’حضرت انس بن مالک کے پاس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک چھڑی (عصا،لکڑی) تھی، وہ چھڑی ان کے سینہ پر قمیص کے نیچے رکھ کر ان کے ساتھ دفن کی گئی۔‘‘

حوالہ:- (۱) مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر ، ترجمہ انس ابن مالک
مطبوعہ :دارالفکر، بیروت ، جلد ۵ ، ص ۷۵

(۲)الحرف الحسن فی الکتابة علی الکفن ، از: امام احمد رضا محقق بریلوی ، مطبوعه : حسنی پریس ، بریلی ، ص ۱۱

## حضرت فاطمہ بنت اسد والدۂ حضرت امیر المومنین مولیٰ علی کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا قمیص اطہر کفن میں عنایت فرمایا

■ امام ابونعیم نے ''معرفۃ الصحابۃ'' میں اور علامہ شہر دار بن شیرویہ الدیلمی (المتوفی ۸۵۸ھ) نے ''مسند الفردوس'' میں بہ سند حسن، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ:

''قَالَ لَمَّا مَاتَتْ فَاطِمَةُ اُمُّ عَلِی رَضِیَ اللّٰہ تَعَالیٰ عَنْهَا خَلَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَمِیْصَهٗ وَاَلْبَسَهَا اِیَّاهُ وَ اضْطَجَعَ فِیْ قَبْرِهَا ، فَلَمَّا سُوِّیَ عَلَیْهَا التُّرَابُ قَالَ بَعْضُهُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ رَأَیْنَاكَ صَنَعْتَ شَیْئًا لَمْ تَصْنَعْهُ بِاَحَدٍ، فَقَالَ اِنِّی اَلْبَسْتُهَا قَمِیْصِیْ لِتَلْبَسَ مِنْ ثِیَابِ الْجَنَّةِ وَ اضْطَجَعْتُ مَعَهَا فِیْ قَبْرِهَا لِاُخَفِّفَ عَنْهَا ضَغْطَةَ الْقَبْرِ ، اِنَّهَا كَانَتْ اَحْسَنَ خَلْقِ اللّٰہِ صَنِیْعاً اِلَیَّ بَعْدَ اَبِیْ طَالِبٍ''

ترجمہ: ''فرمایا جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا مبارک کرتا اتار کر انہیں پہنایا اوران کی قبر میں لیٹے ۔ جب قبر پر مٹی برابر کردی گئی ،تو کسی نے عرض کیا، یارسول اللہ! آج ہم نے آپ سے ایسا عمل دیکھا، جوحضور نے کسی کے ساتھ نہ کیا۔فرمایا اسے میں نے اپنا کرتا اس لیے پہنایا تا کہ یہ جنت کے کپڑے پہنےاوراس کی قبر میں اس لیے لیٹا تا کہ قبر کا دباؤ اس پر کم ہو۔ یہ ابوطالب کے بعد خلق خدا میں میرے ساتھ سب

سے زیادہ نیک سلوک کرنے والی تھیں۔"

حوالہ:- (۱) معرفة الصحابه ، مطبوعه : مكتبة الدار ، مدينه منوره، حديث نمبر ۲۸۸، جلد ۱ ، ص ۲۷۸ تا ص ۲۷۹

(۲) الحرف الحسن فی الكتابة علی الكفن ، مطبوعه : حسنی پریس ، بریلی شریف، ص ۹

(۳) مجمع الزوائد بحواله معجم اوسط ، مطبوعه :دارالکتاب۔ بیروت ، جلد ۹، ص ۲۵۷

## حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک جلیل القدر صحابی حضرت انس بن مالک کی زبان کے نیچے رکھ کر دفن کئے گئے

■ ابن سکن نے بطریق صفوان بن ہبیرہ انھوں نے اپنے باپ سے روایت کی کہ:

" قَالَ قَالَ ثَابِتُ الْبَنَانِی قَالَ لِی أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ هٰذِهٖ شَعْرَةٌ مِنْ شَعْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَضَعْهَا تَحْتَ لِسَانِیْ ، قَالَ فَوَضَعْتُهَا تَحْتَ لِسَانِهٖ فَدُفِنَ وَهُوَ تَحْتَ لِسَانِهٖ "

ترجمہ: "حضرت ثابت بنانی فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یہ موئے مبارک حضور اقدس، سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہے، اسے میری زبان کے نیچے رکھ دینا۔ اس لیے میں نے رکھ دیا، وہ یوں ہی دفن کئے گئے کہ موئے مبارک ان کی زبان کے نیچے تھا۔"

حوالہ:- الاصابه فی تمییز الصحابه ، از : امام شهاب الدين احمد بن علی

ابن حجر عسقلانی، المتوفی ۸۵۲ھ مطبوعہ ، دار صادر، بیروت ، ترجمہ نمر ۲۷۷، جلد ۱، ص ۷۲

## حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حضور اقدس کا کرتا، ناخن اور موئے مبارک دفن کئے گئے۔

■ امام ابوعمر یوسف بن عبدالبر اپنی کتاب ''الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب'' میں فرماتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے انتقال کے وقت وصیت فرمائی:

''اِنِّیْ صَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ فَخَرَجَ لِحَاجَةٍ فَاتَّبِعْتُهٗ بِاَدَاةٍ فَكَسَانِیْ اَحَدَ ثَوْبَیْهِ الَّذِیْ یَلِی جَسَدَهٗ فَخَبَّأْتُهٗ لِهٰذَا الْیَوْمِ ، وَ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهِ تَعَالیٰ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَظْفَارِهٖ وَ شَعْرِهٖ ذَاتَ یَوْمٍ فَاَخَذْتُهٗ ، فَخَبَّأْتُهٗ لِهٰذَا الْیَوْمِ ، فَاِذَا اَنَا مِتُّ فَاجْعَلْ ذَالِكَ الْقَمِیْصَ دُوْنَ كَفْنِیْ مِمَّا یَلِی جَسَدِیْ وَ خُذْ ذَالِكَ الشَّعْرَ وَ الْاَظْفَارَ فَاجْعَلْهُ فِیْ فَمِیْ وَ عَلیٰ عَیْنِیْ وَ مَوَاضِعَ السُّجُوْدِ مِنِّیْ''

ترجمہ: ''میں صحبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شرفیاب ہوا۔ ایک دن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاجت کے لئے تشریف لے گئے۔ میں لوٹا لے کر ساتھ ہوا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے مقدس لباس سے کرتا جو کہ بدن اقدس سے ملا ہوا تھا، مجھے عنایت فرمایا، وہ کرتا میں نے آج کے دن کے لیے چھپا رکھا تھا۔ اور ایک دن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ناخن پاک اور موئے مبارک تراشے، وہ میں نے لے لیے اور آج کے دن کے لیے چھپا رکھے۔ پس جب میں مرجاؤں تو اس قمیص

سراپا تقدیس کو میرے کفن کے نیچے، میرے بدن سے متصل رکھنا، اور موئے مبارک اور مقدس ناخن کو میرے منھ میں اور آنکھوں اور پیشانی وغیرہ مواضع سجود (سجدے کرنے کے اعضاء) پر رکھ دینا۔"

حوالہ:- الاستیعاب فی معرفة الاصحاب علیٰ ھامش الاصابه، از:امام ابو عمر یوسف بن عبد البر،المتوفی سنہ ٤٥٣ھ،مطبوعه:دار صادر ، بیروت،جلد ٣، ص ٣٩٩

## امیر المؤمنین، سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت

■ حاکم نے مستدرک میں بطریق حمید بن عبدالرحمان سے روایت کی، انہوں نے کہا کہ ہم سے حسن بن صالح نے حدیث بیان کی، وہ ہارون بن شہید سے، وہ ابووائل سے راوی ہیں، انہوں نے کہا:

"كَانَ عِنْدَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ مِسْكٌ ، فَاَوْصیٰ اَنْ يُّحَنَّطَ بِهٖ ، وَ قَالَ عَلِيٌّ وَهُوَ فَضْلُ حُنُوْطِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم "

ترجمہ: "حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس مشک تھا۔ آپ نے وصیت فرمائی کی کہ میرے حنوط میں یہ مشک استعمال کیا جائے۔ اور فرمایا کہ وہ مشک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حنوط کا بچا ہوا ہے۔"

حوالہ:- (١) المستدرك علیٰ الصحیحین، کتاب الجنائز،مطبوعه دارالفکر، بیروت ، جلد ١ ،ص ٣٦١

(٢) نصب الرایه فی تخریج احادیث الهدایه ، از: امام عبدالله بن یوسف الزیلعی المتوفی سنہ ٧٢٦ھ ، مطبوعه: المكتبة الاسلامیه، ریاض (سعودی عرب) باب الجنائز ، فصل فی الغسل ، جلد ٢ ، ص ٢٥٩

## حل لغت:

حنوط = چند خوشبودار چیزوں کا ایک مرکب، جو مردے کے غسل دینے کے بعد اس پر ملتے ہیں (لگاتے ہیں)۔ حوالہ:- فیروز اللغات، ص ۵۷۶

## حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت ام کلثوم کے کفن میں اپنا تہبند شریف عطا فرمایا۔

■ اس کتاب کے ساتویں باب میں صحیح بخاری شریف، کتاب الجنائز، مطبوعہ قدیمی، کتب خانہ، کراچی، جلد ا، ص ۱۶۸ کے حوالے سے ایک حدیث شریف بیان کی گئی ہے۔اس حدیث شریف میں آگے صاف صاف مذکور ہے:

’’ فَاِذَا فَرَغْتُنَّ فَاذَنَّنِیْ فَلَمَّا فَرَغْنَا اٰذَنَّاہٗ فَاَلْقٰی اِلَیْنَا حَقْوَہٗ فَقَالَ اَشْعِرْنَھَا اِیَّاہُ ‘‘

ترجمہ: ’’جب تم غسل دینے سے فارغ ہو جاؤ، تو مجھے اطلاع دینا۔حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ جب ہم نے غسل دے لیا، تو حضور کو خبر دی۔سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا تہبند شریف ہمیں دیا اور فرمایا کہ اسے اس کے بدن سے متصل رکھنا۔‘‘

## ارشادات علماء ومحدثین کرام:

■ علماء فرماتے ہیں کہ یہ حدیث شریف پیروں کے لباس میں مریدوں کو کفن دینے کی اصل ہے۔لمعات میں ہے:

’’ھٰذَا الْحَدِیْثُ اَصْلٌ فِی التَّبَرُّکِ بِاٰثَارِ الصَّالِحِیْنَ وِ لِبَاسِھِمْ، کَمَا یَفْعَلُہٗ بَعْضُ مُرِیْدِیِ الْمَشَایِخْ مِنْ لُبْسِ اَقْمِصَتِھِمْ فِی الْقَبْرِ‘‘

ترجمہ: ”یہ حدیث صالحین کے آثار اوران کے لباس سے برکت حاصل کرنے کے سلسلے میں اصل ہے، جیسا کہ مشائخ کے بعض ارادت مند (مرید) ان کی قمیصوں کا کفن پہنتے ہیں۔“

حوالہ:- لمعات التنقیح شرح مشکوۃ المصابیح ، از :شیخ محقق شاہ عبد الحق محدث دھلوی ، المتوفی ۱۰۵۲ھ مطبوعہ: المعارف العلمیہ، لاھور، باب غسل المیت فصل اول ، جلد ٤ ، ص ۳۱۸

# کفن پر کلمۂ شہادت، عہد نامہ وغیرہ لکھنا

**مسئلہ :**

میت کی پیشانی یا کفن پر عہد نامہ لکھنے سے میت کے لیے مغفرت کی امید ہے۔
حضرت کثیر بن عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی اور عظیم المرتبت صحابی ہیں، انہوں نے خود اپنے کفن پر کلمۂ شہادت لکھا۔ اپنی حیات میں اپنا کفن تیار کر رکھا اور اپنے کفن پر اپنے ہاتھوں سے کلمۂ شہادت لکھا۔

حوالہ:- (۱) فتاویٰ رضویہ ، جلد ٤ ، ص ۱۲۷
(۲) فتاویٰ رضویہ ، مترجم، جلد ۹، ص ۱۰۸
(۳) الحرف الحسن فی الکتابۃ علی الکفن ، ص ٤

**مسئلہ :**

حضرت کثیر بن عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے خود اپنے ہاتھوں سے کفن کے کناروں پر یہ لکھا تھا:

”یَشْهَدُ كَثِيْرُ بْنُ عَبَّاسٍ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ“

ترجمہ: ''کثیر بن عباس گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔''

حوالہ:- (۱) حلیۃ الاولیاء ، از : امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی، المتوفی سن۴۳۰ھ، مطبوعہ :- دارالکتب العربیہ ، بیروت ، ترجمہ ۱۳۳، جلد ۲ ،ص ۴۳

(۲) مصنف عبد الرزاق ، از: ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی ، المتوفی سن۲۱۱ ھ جلد ۳ ، ص ۴۱۱

**حدیث:**

امام بخاری کے ہم عصر سیدی ابوعبداللہ محمد بن علی حکیم ترمذی نے روایت کی کہ حضور پرنور، سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

'' مَنْ كَتَبَ هٰذَا الدُّعَاءَ وَ جَعَلَهٗ بَيْنَ صَدْرِ الْمَيِّتِ وَ كَفْنِهٖ فِیْ رُقْعَةٍ لَمْ يَنِلْهُ عَذَابُ الْقَبْرِ وَلَا يَرٰى مُنْكَراً وَ نَكِيْراً وَهُوَ هٰذَا ، لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ، لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ، لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ''

ترجمہ: ''جو یہ دعاء کسی پرچہ پر لکھ کر میت کے سینہ وکفن کے درمیان رکھ دے، اسے عذاب نہ ہو اور نہ منکر نکیر نظر آئیں۔ اور وہ دعا یہ ہے: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ، لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ، لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ''

حوالہ:- (۱) نوادر الاصول از: امام ابو عبد اللہ محمد بن علی حکیم ترمذی، المتوفی سن۲۵۵ھ ، مطبوعہ: بیروت ،ص ۲۱۷

(۲) فتاوی کبری ، از: امام احمد بن علی بن حجر مکی

عسقلانی، المتوفی سنہ ۸۵۲ھ ،مطبوعة: دار الکتب العلمیه ، بیروت ، باب الجنائز ، جلد ۲ ، ص ٦

(۳)الحرف الحسن ، فی الکتابة علی الکفن ، ص ٤

# عذاب الٰہی سے نجات کا پروانہ

(۱) امام اجل محمد بن محمد حافظ الدین کردری اپنی کتاب ''وجیز'' میں ان الفاظ سے فرماتے ہیں:

'' ذَکَرَ الْاِمَامُ الصَّفَارُ لَوْ کُتِبَ عَلٰی جَبْهَةِ الْمَیِّتِ اَوْ عَلٰی عِمَامَتِهٖ اَوْ کَفْنِهٖ عَهْدَ نَامَهْ ، یُرْجیٰ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ تَعَالٰی لِلْمَیِّتِ ، وَ یَجْعَلَهٗ اٰمِناً مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ ''

ترجمہ: ''امام صفار نے ذکر فرمایا کہ کہ اگر میت کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہد نامہ لکھ دیا جائے ،تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے بخش دے اور قبر کے عذاب سے امان میں رکھے۔''

حوالہ:- (۱) فتاوی بزازیه علی هامش فتاوی هندیه ، مصنف: محمد بن محمد بن شهاب بن بزاز ، المتوفی: سنہ ۸۲۷ھ نورانی کتب خانه،پشاور۔ کتاب الاحسان،جلد٦،ص ۳۷۹

(۲) درمختار میں ہے کہ:

'' کُتِبَ عَلٰی جَبْهَةِ الْمَیِّتِ أَوْ عِمَامَتِهٖ أَوْ کَفْنِهٖ عَهْدَ نَامَهْ ، یُرْجیٰ أَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لِلْمَیِّتِ،أَوْصیٰ بَعْضُهُمْ أَنْ یُکْتَبَ فِی جَبْهَتِهٖ وَ صَدْرِهٖ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمَ فَفُعِلَ ثُمَّ رُؤیَ فِی الْمَنَامِ فَسُئِلَ فَقَالَ لَمَّا وُضِعْتُ فِی الْقَبْرِ جَا ئَتْنِی مَلَائِکَةُ الْعَذَابِ فَلَمَّا رَأَوْا مَکْتُوباً عَلٰی جَبْهَتِی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمَ قَالُوا أَمِنْتَ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ ''

ترجمہ: ''مردے کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہدنامہ لکھنے سے اس کے لیے بخشش کی امید ہے۔کسی صاحب نے وصیت کی تھی کی ان کی پیشانی اور سینے پر''بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمَ'' لکھ دیں،لکھ دیا گیا،پھر خواب میں نظر آئے،حال پوچھنے پر فرمایا کہ جب میں قبر میں رکھا گیا،تو عذاب کے فرشتے آئے۔مگر جب میری پیشانی پر''بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمَ'' لکھا دیکھا،کہا تجھے عذاب الٰہی سے امان ہے۔''

حوالہ:- در مختار شرح تنویر الابصار ، از: امام محمد بن علی حصکفی دمشقی، المتوفی ١٠٨٨ھ ، مطبوعہ: مطبع مجتبائی ، دهلی باب صلوة الجنائز ، جلد ١، ص ١٢٦

10

دسواں باب
جنازہ لے چلنے کا بیان

# گھر سے جنازہ اٹھا کر قبرستان لے جانا

**مسئلہ :**

جنازہ جب قبرستان لے جانے کے لیے تیار ہو جائے ، تو اب دیر نہیں کرنی چاہیئے بلکہ جنازہ جلد از جلد قبرستان لے جانا چاہیئے ، کیونکہ میت کو دفنانے میں دیر کرنا اچھا نہیں۔ کیونکہ حدیث میں ہے کہ:

**حدیث:**

''عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَسْرِعُوْا بِالْجَنَازَةِ''۔

**ترجمہ:** ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس ﷺ سے روایت کیا کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جنازہ لے جانے میں جلدی کرو۔'' (بخاری شریف)

**مسئلہ :**

جنازے کو کندھا دینا عبادت ہے۔ لہذا ہر شخص کو چاہیئے کہ وہ عبادت میں کوتاہی نہ کرے۔ خود حضور اکرم ، رحمت عالم ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ اٹھایا۔ حوالہ:- جوهره نيره، بهار شريعت ، حصه ٤ ، ص ١٤٣

**مسئلہ :**

جنازہ اٹھانے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ چار شخص جنازہ اس طرح اٹھائیں کہ ہر شخص ایک پایہ لے ۔ اگر صرف دو شخصوں نے جنازہ اٹھایا یعنی ایک نے سرہانے کے دونوں پایے اور دوسرے نے پائنتی کے دونوں پایے اٹھائے ، تو اس طرح بلا ضرورت اٹھانا مکروہ ہے اور اگر ضرورت یا مجبوری ہے تو حرج نہیں۔ مثلاً جگہ تنگ ہے کہ چار آدمی

نہیں اٹھا سکتے، تو ضرورت کی بنا پر دو آدمی اٹھا سکتے ہیں۔

حوالہ:- فتاوی عالمگیری، بہار شریعت، حصہ ٤، ص ١٤٣

**مسئلہ :**

جنازے کو کندھا دینے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ یکے بعد دیگرے چاروں پایوں کو کندھا دے اور ہر پایے کو کندھا دینے میں دس، دس قدم چلے۔ اور پوری سنت یہ ہے کہ پہلے سرہانے کی طرف کے داہنے پایے کو کندھا دے، پھر پائنتی کی طرف کے داہنے پایے کو کندھا دے، اس کے بعد سرہانے کی طرف بائیں پایے کو کندھا دے، پھر پائنتی کی طرف بائیں پایے کو کندھا دے۔ اس طرح ہر پایے کو کندھا دینے میں دس، دس قدم چلے گا تو کل ملا کر چالیس قدم ہوئے اور حدیث شریف میں ہے کہ:

(١) کہ جو جنازہ لے کر چالیس قدم چلے اس کے چالیس کبیرہ گناہ مٹا دیئے جائیں گے۔

(٢) جو جنازہ کے چاروں پایوں کو کندھا دے، اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی حتمی یعنی کامل مغفرت فرما دے گا۔

حوالہ:- جو ھرہ نیرہ، عالمگیری، درمختار اور بہار شریعت، حصہ ٤، ص ١٤٤

**حدیث:**

ابن ابی الدنیا نے ''القبور'' میں ابو الخلد سے اور ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والسلام کی دعا پڑھی۔ وہ رب تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ! جس نے محض تیری رضا مندی کے لیے جنازہ کا ساتھ دیا اس کی جزا کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس دن وہ مرے گا، تو فرشتے اس کے جنازے کے ساتھ چلیں گے اور میں اس

کی مغفرت کروں گا۔

حوالہ:- شرح الصدور، از : امام جلال الدین سیوطی ، اردو ترجمه، ص ۱۰۰

**مسئله :**

جنازہ لے چلنے میں چارپائی یعنی جنازہ کے پائے کو ہاتھ سے پکڑ کر کندھے (مونڈھے) پر رکھنا چاہیئے ۔ مال وسامان کی طرح گردن یا پیٹھ پر لادنا مکروہ ہے۔اسی طرح چوپایہ جانور پر بھی لادنا مکروہ ہے۔ٹھیلے یا ٹرک پر لادنے کا بھی یہی حکم ہے۔بیل گاڑی،اونٹ گاڑی یا تانگہ پر بھی جنازہ لادنا نہیں چاہیئے ۔

جزیہ ماخوذ،از: فتاوی عالمگیری ،غنیه ،در مختار ، اور
بهار شریعت ، حصه ٤، ص ١٤٤

**مسئله :**

شیرخوار چھوٹا بچہ یا ایسا چھوٹا بچہ کہ اسے دودھ چھڑادیا گیا ہو ، یا اس سے کچھ بڑا کہ جس کو بہ آسانی گود میں ہر شخص اٹھا سکے، ایسے چھوٹے بچے کو ایک شخص دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر چلے اور یکے بعد دیگرے لوگ اس چھوٹے بچے کی میت کو ہاتھوں ہاتھ لیتے رہیں۔ غنیه، عالمگیری، اور بهار شریعت، حصه ٤، ص ١٤٤

**مسئله :**

جنازہ کو یوں لے کر چلیں کہ سرہانا آگے کی جانب ہو۔کیونکہ جنازہ لے چلنے میں سرہانے کو آگے کرنے کا حکم ہے۔فتاوی عالمگیری میں ہے کہ ''فِیْ حَالَةِ الْمَشِیِ بِالْجَنَازَةِ یُقَدَّمُ الرَّأْسُ ''یعنی جنازہ لے چلنے میں سر آگے ہونا چاہیئے۔

حوالہ:- (١)فتاوی هندیه ، جلد ١ ، فصل٤ ، ص ١٦٢
(٢) فتاوی رضویه، جلد ٤ ، ص ٩٦
(٣) فتاوی رضویه ، مترجم ، جلد ٩، ص ٨٢، اور ١٣٥
(٤)بهار شریعت، حصه ٤، ص ١٤٤

**مسئلہ :**

''جنازہ کے ساتھ آگ لے چلنے کی ممانعت ہے۔''

حوالہ:- (۱)فتاوی رضویہ ، جلد ٤ ، ص ١٤١

(۲)بہار شریعت ، حصہ ٤، ص ١٤٤

**حدیث:**

''عَنْ عَمْرو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ لِابْنِہٖ وَ هُو فِیْ سِیَاقِ الْمَوْتِ اِذَا اَنَا مِتُّ فَلَا تُصَاحِبْنِیْ نَائِحَةً وَلَا نَاراً''۔

ترجمہ: ''حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے موت سے کچھ قبل اپنے بیٹے سے فرمایا کہ جب میں مرجاؤں تو میرے جنازے کے ساتھ نہ کوئی رونے والی جائے اور نہ آگ۔''

حوالہ:- (۱)صحیح مسلم ، کتاب الایمان ، جلد ١ ، ص٧٦

(۲) جامع الاحادیث ، جلد ٢ ، ص ١٥

**مسئلہ :**

جنازہ معتدل تیزی سے لے کر چلیں۔مگر اتنا تیز رفتار نہیں چلنا چاہیئے کہ میت کو جھٹکا لگے۔ حوالہ:- بہار شریعت ، حصہ ٤ ، ص ١٤٤

**نوٹ:**

جنازہ لے جاتے وقت ادب و وقار کے ساتھ قدم تیزی سے اٹھانے چاہئیں لیکن اتنا تیز بھی نہیں چلنا چاہیئے کہ جنازہ میں شریک لوگ دوڑنے لگیں بلکہ چال متوسط ہونی چاہیئے اور قدم تیزی سے اٹھانے چاہئیں۔ المختصر! جنازہ لے کر چلنے کی چال معمولی چال سے تیز ہو اور دوڑنے سے کم ہو۔

**حدیث:**

’’عَنِ ابنِ مَسعُودٍ قَالَ: سَئَلنَا نبیّنا ﷺ عَنِ المَشیِ مَعَ الجَنَازَۃِ فَقَالَ مَادُونَ الخَبَبِ‘‘

ترجمہ: ’’حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے نبی کریم ﷺ سے جنازہ کے ساتھ چلنے کے متعلق دریافت کیا، تو آپ نے فرمایا کہ دوڑنے سے کمتر چال ہو۔‘‘ (ابو داؤد شریف)

**حدیث:**

’’عَنْ اَبِیْ مُوسٰی عَنِ النَّبِی ﷺ اَنَّہٗ رَاٰی جَنَازَۃً یُسرِعُونَ بِھَا قَالَ لِتَکُنْ عَلَیْکُمُ السَّکِیْنَۃُ‘‘۔

ترجمہ: ’’حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے لوگوں کو ایک جنازہ بہت جلدی جلدی لے جاتے دیکھا۔ آپ نے فرمایا طمانیت (اطمنان) لازم پکڑو۔‘‘ (ابن ماجہ شریف)

**مسئلہ :**

جنازہ کے ساتھ جانے والوں کے لیے افضل یہ ہے کہ وہ جنازہ کے پیچھے چلیں۔ دائیں، بائیں یا آگے نہ چلیں۔ اور اگر کسی وجہ سے کوئی جنازہ کے آگے چلے، تو اسے چاہیئے کہ وہ اتنا دور ہو کر چلے کہ ساتھیوں میں شمار نہ کیا جائے۔ اور اگر سب کے سب آگے ہوں تو مکروہ ہے۔ اسی طرح جنازہ کے ساتھ پیدل چلنا افضل ہے۔ اور اگر کسی مجبوری کی وجہ سے سواری پر ہو، تو سواری کو جنازہ کے پیچھے رکھنا چاہیئے۔ سواری پر سوار ہو کر جنازے کے آگے چلنا مکروہ ہے۔ لہٰذا اگر آگے ہو تو جنازہ سے اتنا دور رہے کہ جنازہ میں شرکت

کرنے والوں میں شمار نہ کیا جائے۔

حوالہ:- بهار شریعت ، حصه ٤، ص ١٤٤، عالمگیری ، صغیری

**حدیث:**

”عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْجَنَازَةُ مَتْبُوْعَةٌ لَيْسَتْ بِتَابِعَةٍ لَيْسَ مَعَهَا مَنْ تَقَدَّمَهَا“

**ترجمہ:** ”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جنازہ متبوع ہے، تابع نہیں۔ جو آگے چلے جنازہ کے ساتھ نہیں۔“

حوالہ:- (١) ترمذی شریف، ص ١٩٦

(٢) ابن ماجه، ص ١٠٨

## حل لغت:

متبوع = جس کی اتباع کی جائے، جس کے پیچھے چلا جائے، پیروی کیا جائے۔

تابع = اتباع کرنے والا، پیچھے چلنے والا، پیروی کرنے والا۔

**مسئله :**

جنازہ کے ساتھ عورتوں کا جانا ممنوع اور ناجائز ہے۔ اور اگر نوحہ کرنے والی عورت جنازہ میں شریک ہونا چاہے، تو اسے سختی سے منع کر دیا جائے۔

حوالہ:- بهار شریعت ، حصه ٤ ، ص ١٤٤

**حدیث:**

امام سعید بن منصور اپنی سنن میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

’’اَنَّہٗ رَأٰی نِسْوَۃً فِیْ جَنَازَۃٍ فَقَالَ اِرْجِعْنَ مَازُوْرَاتٍ غَیْرَ مَأْجُوْرَاتٍ اِنَّکُنَّ لَتُفْتِنَّ الْاَحْیَاءَ وَ تُؤْذِیْنَ الْاَمْوَاتَ‘‘۔

ترجمہ: ’’انہوں نے ایک جنازے میں کچھ عورتیں دیکھیں اورارشادفرمایا کہ پلٹ جاؤ، گناہ سے بوجھل،ثواب سے اوجھل۔تم زندوں کوفتنوں میں ڈالتی ہواورمردوں کواذیت دیتی ہو۔‘‘

حوالہ:- (۱) شرح الصدور، اردو ترجمه، ص ۲۸۲

(۲) فتاوی رضویه، جلد ۴ ، ص ۲۶۰

(۳) جامع الاحادیث ، جلد ۲، ص ۱۶

(۴)فتاوی رضویه ، مترجم، جلد ۹، ص ۷۱۷

**مسئلہ :**

راہ میں یا کسی جگہ بیٹھے ہوئے ہوں اور وہاں سے جنازہ گزرے تو کھڑا ہونا ضروری نہیں ۔ ہاں! جو جنازے میں شریک ہونا چاہے وہ اٹھے اور جائے لیکن جو جنازے میں شریک ہونانہیں چاہتا،وہ نہ اٹھے۔

حوالہ:- بہار شریعت ، حصه ۴ ، ص ۱۴۵

## جنازہ دیکھ کر کھڑے ہونے کے بارے میں ضروری وضاحت

عام طور سے لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ جنازہ آتا دیکھ کر کھڑا ہو جانا چاہیئے ۔ یا اگر کسی سواری پر ہے،اورسامنے سے جنازہ آرہا ہےتو سواری روک کرایک طرف کھڑی کردینی چاہیئے ۔اور جنازہ دیکھ کر کھڑے ہوجانے کوحضوراقدس، رحمت عالم ﷺ کی سنت قرار دیتے ہیں۔ذی علم حضرات اس فعل کوسنت ثابت کرنے کے لیے چنداحادیث کریمہ بطورثبوت پیش کرتے ہیں۔ہم ان میں سے چنداحادیث کو یہاں نقل کرتے

ہیں:-

**حدیث:۱**

"عَنْ اَبِیْ سَعِیْدالْخُدْرِیْ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اِذَا رَأَیْتُمُوْا الْجَنَازَۃَ فَقُوْمُوْا"

ترجمہ: "حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ جب تم جنازہ دیکھوتو کھڑے ہوجاؤ۔" (بخاری شریف)

**حدیث:۲**

"عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِیْعَۃَ سَمِعَہٗ یُحَدِّثُ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اِذَا رَاَیْتُمْ الْجَنَازَۃَ فَقُوْمُوْا لَھَا حَتّٰی تُخَلِّفَکُمْ اَوْ تُوْضَعَ"۔

ترجمہ: "حضرت عامر بن ربیعہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ تم جب جنازہ دیکھو،تو کھڑے ہوجاؤ، یہاں تک کہ تمہارے پاس سے گزرجائے یا کندھوں سے رکھ دیا جائے۔" (ابن ماجہ)

**حدیث:۳**

"عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم لِجَنَازَۃٍ فَقُمْنَا حَتّٰی جَلَسَ فَجَلَسْنَا"

ترجمہ: "امیرالمؤمنین حضرت سیدنا مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازے کے لیے کھڑے ہوئے ،تو ہم بھی کھڑے ہو گئے ۔ پھرآپ جب بیٹھے تو ہم بھی بیٹھ گئے۔" (ابن ماجہ)

مذکورہ تینوں احادیث منقول از کتاب:"موت کا مزہ" مصنف : عالم فقری،
ناشر:فاروقیہ بکڈپو، دھلی ،ص ۲۰۷اور ۲۰۸

## سوال:

مذکورہ تینوں احادیث مقدسہ سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ جنازہ دیکھ کر کھڑا ہو جانا حضور اقدس ﷺ کی سنت ہے بلکہ جنازے کو دیکھ کر بیٹھے رہنا ممنوع ہے۔ اور بعض حضرات نے فرمایا کہ جنازہ آتا دیکھ کر کھڑے ہو جانا واجب ہے۔

## جواب:

مذکورہ تینوں احادیث کریمہ بے شک اور بلا شبہ صحیح ہیں اور ان کی صحت میں ذرہ برابر بھی شک نہیں ۔ کیونکہ تینوں احادیث کے راوی (۱) حضرت ابوسعید خدری (۲) حضرت عامر بن ربیعہ اور (۳) امیر المؤمنین مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجلۂ صحابۂ کرام سے ہیں اور فن اسماء الرجال کے اعتبار سے مذکورہ تینوں حضرات ثقہ راوی میں شمار ہوتے ہیں یعنی ان کی روایت کردہ حدیث میں کسی کو کسی بھی قسم کا شک یا کلام نہیں۔ محدثین کرام باتفاق رائے ان کی روایت کردہ حدیث کو صحیح جانتے اور مانتے ہیں اور اس کے صدق و صداقت پر اعتماد کرتے ہیں۔

لہٰذا مذکورہ تینوں احادیث یقیناً صحیح ہیں مگر پھر بھی ان احادیث پر عمل نہیں کیا جائے گا کیونکہ ان احادیث کا حکم منسوخ کر دیا گیا ہے۔ کسی کام کا حکم منسوخ کیوں ہوتا ہے؟ کیسے ہوتا ہے؟ اور اس حکم کو منسوخ کرنے والی ناسخ دلیلیں کیا ہوتی ہیں؟ اس پر گفتگو بعد میں ہوگی ، پہلے ہم مذکورہ تینوں حدیث کا حکم منسوخ ہے، اس کی کیا وجہ ہے، اسے دیکھیں۔

- مذکورہ تینوں احادیث میں سے امیر المؤمنین سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی روایت کردہ حدیث نمبر۳ کے ضمن میں شارح مسلم شریف حضرت شیخ محی الدین ابوزکریا

یحییٰ بن شرف نووی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’قَالَ الْقَاضِی اِخْتَلَفَ النَّاسُ فِیْ هٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ فَقَالَ مَالِكٌ وَ اَبُوْحَنِیْفَةَ وَالشَّافَعِی اَلْقِیَامُ مَنْسُوْخٌ‘‘

ترجمہ: ’’کہا قاضی نے کہ اس مسئلہ میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے اور امام مالک، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے فرمایا کہ قیام یعنی کھڑا ہونا منسوخ ہے۔‘‘

حوالہ:- صحیح مسلم شریف، جلد ۱، ص ۳۱۰ پر درج حاشیہ کی عبارت

● مذکورہ تینوں احادیث میں سے حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیث ۲ کے ضمن میں ابوداؤد میں ہے:

’’هٰذَا الْحُكْمُ مَنْسُوْخٌ بِالْاَحَادِیْثِ الصَّحِیْحَةِ مِنْهَا مَا رَوَاهُ اِبْنُ حِبَّان فِیْ صَحِیْحِهٖ كَانَ یَأْمُرُنَا بِالْقِیَامِ فِی الْجَنَائِزِ ثُمَّ جَلَسَ بَعْدَ ذٰلِكَ وَ اَمَرَ بِالْجُلُوْسِ وَ مِنْهَا حَدِیْثُ عَلِیٍ ثُمَّ قَعَدَ بَعْدُ اَیْ تَرَكَ الْقِیَامَ لِلْجَنَازَةِ‘‘

ترجمہ: ’’یہ حکم منسوخ ہے احادیث صحیحہ کی وجہ سے، ان میں سے وہ حدیث ہے، جس کو حضرت ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا کہ حضور اقدس ﷺ نے جنازے کے لیے کھڑے ہونے کا حکم فرمایا اور پھر بعد میں آپ جلوس فرمانے لگے اور بیٹھنے کا حکم صادر فرمایا۔ ان احادیث میں سے وہ حدیث بھی ہے جس کو امیر المؤمنین سیدنا مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت فرمایا کہ پھر آپ یعنی حضور ﷺ بیٹھے رہتے اور جنازے کے لیے کھڑے ہونا ترک کرنے کا حکم فرمایا۔‘‘

حوالہ:- ابو داؤد شریف ثانی، ص ۴۵۲، پر عبارت حاشیہ

● مذکورہ تینوں احادیث میں سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

روایت کردہ حدیث نمبر ا کے ضمن میں علامہ ابوجعفر احمد بن محمد الازدی المصری المعروف بہ امام طحاوی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

''فَقَدْ ثَبتَ بِمَا ذَكَرْنَا اَنَّ الْقِيَامَ لِلْجَنَازَةِ قَدْ كَانَ ثُمَّ نُسِخَ''

ترجمہ: ''پس بیشک ثابت ہوا کہ جنازے کے لیے کھڑے ہونے کا حکم پہلے تھا پھر بعد میں وہ منسوخ ہو گیا۔''

حوالہ:- شرح معانی الآثار المعروف به طحاوی شریف ، مصنف : امام ابوجعفر طحاوی، المتوفی ۳۲۱ھ،جلد ۱،ص ۳۱۵

جنازہ کے لیے کھڑے ہونے اور بعد میں بیٹھے رہنے کے ثبوت میں دو عظیم اور شہرۂ آفاق مفتیان ذی شان کی معتبر و معتمد و مستند کتابوں کے دو حوالے ناظرین کرام کے خاطر طبع کی غرض سے پیش خدمت ہیں:

## حوالہ:ا

''مسلم شریف اور ابوداؤد میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جنازے کے لیے کھڑے ہوتے تھے۔اس کے بعد پھر بیٹھے رہے (یعنی جنازہ دیکھ کر کھڑے نہ ہوتے)۔ابن حبان کی صحیح میں ہے کہ حضرت علی نے فرمایا۔ہمیں جنازے کے لیے کھڑے ہونے کا حکم دیتے تھے۔اس کے بعد بیٹھے رہتے اور بیٹھنے کا حکم دیا۔حازمی نے کہا کہ میرے پاس سے جنازہ گزرا،تو میں کھڑا ہو گیا،تو حضرت علی نے فرمایا،تمہیں یہ فتوی کس نے دیا ہے؟ میں نے عرض کیا،ابوموسی اشعری نے۔تو حضرت علی نے فرمایا کہ صرف ایک بار حضور ﷺ جنازے کے لیے کھڑے ہوئے تھے۔جب حکم منسوخ ہو گیا تو منع فرمادیا۔احناف اور شوافع اور حنابلہ کا مذہب یہی ہے کہ جنازے

کے لیے کھڑا ہونا ضروری نہیں۔‘‘

حوالہ:- نزهة القاری شرح صحیح البخاری ، از: فقیه الهند علامه مفتی شریف الحق صاحب امجدی،جلد٤،ص ٨١،مطبوعه:دائرة البرکات،گھوسی، (یوپی)

## حوالہ:۲

’’اولاً میت کے لیے کھڑا ہوجانے کا حکم تھا۔ یا تو میت کی تعظیم کے لیے یا ساتھ والے فرشتوں کی یا موت کی گھبراہٹ کے اظہار کے لیے، لیکن یہ حکم بعد میں منسوخ ہوگیا۔‘‘

’’پہلے حضورﷺ جنازہ دیکھ کر کھڑے ہوجاتے تھے۔ہم بھی اسی پر عامل تھے۔ پھر بعد میں آپ نے عمل چھوڑ دیا۔ہم نے بھی چھوڑ دیا۔لہذا وہ کھڑا ہونا منسوخ ہے۔‘‘

حوالہ:- مراٰة المناجیح شرح مشکوة المصابیح ، از: حکیم الامت، علامه، مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی، ناشر: فیاض الحسن، بك سیلر، کانپور، جلد ٢ ، ص ٤٦٧

**مسئله :**

جنازے کے ساتھ چلنے والوں کو خاموش رہنا چاہیئے اور وقت موت اور قبر کے احوال کو پیش نظر رکھیں۔دنیا کی باتیں نہ کریں اور نہ ہنسیں۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو جنازے کے ساتھ ہنستے دیکھا۔فرمایا تو جنازے میں ہنستا ہے؟ میں تجھ سے کبھی کلام نہ کروں گا۔اور اگر ذکر کرنا چاہے تو دل میں کرے اور بلحاظ زمانہ اب علماء نے ذکر جہر کی بھی اجازت دی ہے۔

حوالہ:- صغیری ، درمختار اور بهار شریعت، جلد٤، ص ١٤٤

# جلوس جنازہ میں بلند آواز سے نعت شریف، کلمہ طیبہ، مولود شریف وغیرہ پڑھنا

کچھ مقامات پر رواج عام ہے کہ جنازہ کے ساتھ کچھ میلاد خواں حضرات بلند آواز سے نعت شریف کے اشعار یا موت کے متعلق قصائد وغیرہ پڑھتے ہیں۔ اور بعض مقامات پر بلند آواز سے کلمۂ طیبہ کا ورد کرنے کا رواج ہے۔

مندرجہ بالا طریقہ کے تعلق سے منافقین زمانہ، فرقہ وہابیہ نجدیہ تبلیغیہ کے متبعین نے اب شدید اختلاف اٹھایا ہے اور جنازہ کے ساتھ کسی قسم کا ذکر جہر یا نعت خوانی کو شدت سے منع کرتے ہیں اور محض سکوت اختیار کرنے پر اصرار کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ یہ کام حضور اقدس ﷺ کے مبارک زمانہ میں رائج نہیں تھا، لہذا بدعت اور ممنوع ہے۔ علاوہ ازیں وہ لوگ فقہ کی معتبر کتب مثلاً مراقی الفلاح، بحر الرائق، فتاوی قاضی خان، فتاوی عالمگیری وغیرہ کے حوالوں سے اسے مکروہ تحریمی بتاتے ہیں۔ اس لیے ہم اس مسئلے کی عام فہم اور آسان، لیکن مدلل بحث قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

بے شک فقہ کی معتبر کتابوں میں جنازہ کے ساتھ ذکر جہر کو مکروہ لکھا ہے۔ اب سوال یہ اٹھتا ہے کہ یہ کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی؟ جواباً عرض ہے کہ جنازہ کے ساتھ ذکر جہر کی کراہت میں فقہائے کرام کے درمیان اختلاف ہے۔ آیا یہ کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی؟ بعض نے تحریمی لکھا ہے اور بعض نے تنزیہی لکھا ہے۔ لیکن فقہائے کرام کا اختلاف بلکہ کراہت کا اطلاق بھی مندرجہ ذیل تفصیل پڑھنے سے انشاء اللہ و حبیبہ

(جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم) دور ہو جائے گا۔

# تفصیل

(۱) جنازہ کے ساتھ ذکر جہر یا نعت شریف یا اور کوئی دعا وغیرہ سے مقصود صرف اللہ کا ذکر ہے۔اور اللہ کا ذکر ہر حال میں مطلوب و محبوب و مستحسن ہے۔اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا ذکر جملہ عبادات کا مغز ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

آیت: ''اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ'' (سورۂ طه، اٰیت ۱۴)

ترجمہ: ''اور میری یاد کے لیے نماز قائم رکھ۔'' (کنزالایمان)

تفسیر: ''کہ تو اس میں مجھے یاد کرے اور میری یاد میں اخلاص اور میری رضا مقصود ہو کوئی دوسری غرض نہ ہو۔'' (تفسیر خزائن العرفان، ص ۴۵۳)

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

آیت: ''یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَاماً وَّ قُعُوْداً وَّ عَلٰی جُنُوْبِہِمْ''

(سورۂ آل عمران، اٰیت ۱۹۱)

ترجمہ: ''جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے'' (کنزالایمان)

تفسیر: ''یعنی تمام احوال میں ۔مسلم شریف میں مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام احیان میں اللہ کا ذکر کرتے تھے۔ بندہ کا کوئی حال یاد الٰہی سے خالی نہ ہونا چاہیئے۔'' (تفسیر خزائن العرفان، ص ۱۱۰)

رب اکبر جل جلالہ کا مقدس ارشاد ہے:

آیت: ''وَاذْکُرُوااللّٰہَ کَثِیْراً لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ'' (سورۂ الجمعة، اٰیت ۱۰)

ترجمہ: ''اور اللہ کو بہت یاد کرو، اس امید پر کہ فلاح پاؤ'' (کنزالایمان)

**حدیث:**

سید الذاکرین، حضور اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

''اَکْثِرُوْا ذِکْرَ اللّٰہِ حَتّٰی یَقُوْلُوْا اِنَّہٗ مَجْنُوْنٌ''

**ترجمہ:** ''خدا کا ذکر اتنی کثرت سے کرو کہ لوگ کہیں کہ یہ مجنون (پاگل) ہے۔''

حوالہ:- مسند احمد بن حنبل، از: امام احمد بن حنبل، المتوفی سنہ ۲۴۱ھ، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت، جلد ۳، ص ۶۸ و ۷۱

**حدیث:**

ام المؤمنین، سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

''کَانَ النَّبِیُّ صَلّٰی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَذْکُرُ اللّٰہَ فِیْ کُلِّ اَحْیَانِہٖ''

**ترجمہ:** ''رسول اللہ ﷺ ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرتے تھے۔''

حوالہ:- (۱) صحیح مسلم شریف، کتاب الحیض، جلد ۱، ص ۱۶۲

(۲) المستدرک علی الصحیحین، کتاب الدعاء، از: امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری، المتوفی سنہ ۴۰۵ھ

طبوعہ: دار الفکر، بیروت، جلد ۱، ص ۴۹۹

مندرجہ بالا آیات قرآنی اور احادیث نبوی کثرت سے ذکر الٰہی کرنے کی تعلیم و تلقین فرماتی ہیں اور ان آیات و احادیث سے ہر حال میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ذکر کرنے کی رغبت دلائی جارہی ہے۔

- ذکر خدا کے کئی طریقے ہیں۔ مثلاً قلبی، لسانی، خفی، جلی، تلاوت، ثنا، درود، دعا، عبادات، طاعات وغیرہ۔ ان میں سے بعض طریقوں کو بعض اوقات اور مقامات سے خصوصیت ہوتی ہے۔

- محل جنازہ مقام تفکر ہے یعنی جنازہ دیکھ کر ہر شخص اپنی موت کے بارے میں سوچتا ہے اور جنازہ دیکھ کر عبرت اور نصیحت حاصل کرتا ہے۔ اور جب آدمی کسی معاملے میں گہرائی سے سوچتا ہے، تو اس کا خاموش ہونا ضروری ہے، تاکہ اس کی تمام توجہ اس گہری سوچ ہی کی طرف مرکوز ہو۔ اگر اس وقت وہ کسی ذکر میں مشغول ہوگا، تو اس کی توجہ اس سوچ سے ہٹ کر ذکر کی طرف منتقل اور منقسم ہوگی۔
- تفکر یعنی سوچ بچار، سوچنا۔ یہ بہت ہی مفید، نفع بخش اور مستحسن کام ہے۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ ''تَفَكُّرُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِنْ عِبَادَةِ الثَّقَلَيْنِ''

ترجمہ: ''گھڑی بھر کا تفکر انسانوں اور جنوں کی عبادت سے بہتر ہے۔'' لہٰذا علمائے کرام نے جنازہ میں شامل لوگوں کی توجہ صرف موت اور موت کے تعلق سے پیش آنے والے حوادث کے تفکر کی جانب ہی مرکوز اور ملتفت رکھنے کے لیے یہ حکم صادر فرمایا: '' يَنْبَغِيْ لِمَنْ تَبِعَ الْجَنَازَةَ اَنْ يُّطِيْلَ الصَّمْتَ ''یعنی ''جنازہ کے ساتھ چلنے والے کو سکوت (خاموشی) اختیار کرنا چاہیئے۔'' جیسا کہ امام الفقہاء علامہ ابو العباس احمد قاضی مصری سروجی (المتوفی ۷۱۰ھ) کی کتاب ''عنایہ شرح ھدایہ'' میں ہے۔

- ذکر خفی کے مقابلے میں ذکر جہر سے توجہ زیادہ بٹتی ہے۔ یعنی اگر آدمی دل میں کوئی ذکر کرے یا آہستہ اور مدھم آواز سے ذکر کرے، تب وہ اس طرح خاموشی سے ذکر کرنے کے ساتھ کچھ تفکر بھی کر سکتا ہے یعنی سوچ بھی سکتا ہے لیکن بلند آواز سے ذکر کرتے وقت یعنی ذکر جہر کے وقت وہ تفکر نہیں کر سکتا۔ اور جنازہ کے ساتھ چلنے والے کے لیے موت کی یاد اور تفکر مامور ہے۔ اور اللہ کا ذکر بھی

ہر حال میں کرنا چاہیئے۔ لہٰذا بعض علماء نے یہ حکم صادر فرمایا کہ ’’فَاِنْ اَرَادَ اَنْ یَّذْکُرَ اللّٰہَ تَعَالٰی یَذْکُرُہٗ فِیْ نِفْسِہٖ ‘‘یعنی ’’اگر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا چاہے تو آہستہ کرے۔‘‘ جیسا کہ امام علامہ ظہیر الدین مرغینانی کے ’’فتاویٰ ظہیریہ‘‘ میں ہے۔

اسی طرح علامہ امام رکن الاسلام محمد بن ابو بکر کی معتمد اور مشہور کتاب ’’شرعۃ الاسلام‘‘ کی شرح ’’جامع الشروح‘‘ میں ہے کہ ’’ یَسْتَکْثِرُ مِنُ التَّسْبِیْحِ وَالتَّھْلِیْلِ عَلٰی سَبِیْلِ الْاِخْفَاءِ خَلْفَ الْجَنَازَۃِ وَلَا یَتَکَلَّمُ بِشَیْءٍ مِّنْ اَمْرِالدُّنْیَا ‘‘ یعنی ’’جنازہ کے پیچھے سری طور پر (آہستہ سے) زیادہ سے زیادہ تسبیح اور تہلیل کرے اور کسی قسم کی دنیاوی بات نہ کرے۔‘‘

یہ حکم اس زمانۂ خیر کے لیے تھا جب کہ جنازہ میں شریک ہونے والے لوگ موت کے تصور اور موت کی یاد میں ایسے ڈوب جاتے تھے کہ گویا میت ان میں سے ہر ایک کا خاص، اپنا کوئی جگر پارہ ہے بلکہ گویا خود ہی میت ہیں کہ مجھ کو ہی جنازہ پر لیے جاتے ہیں اور تھوڑی دیر بعد مجھ کو قبر میں دفن کر دیں گے۔ بلکہ اس زمانہ میں جنازہ میں شامل ہونے والے لوگوں کی یہ حالت ہوتی تھی کہ ان کو یہ بھی معلوم نہیں ہوتا تھا کہ ہمارے داہنے ہاتھ پر کون شخص ہے؟ اور ہمارے بائیں ہاتھ پر کون صاحب ہیں؟ بلکہ ہر شخص اپنی اپنی فکر میں مشغول ہوتا کہ یہ وقت میرے لیے بھی آنا ہے۔ پھر اس وقت کیا ہوگا؟ کیسے گزرے گی؟ اپنے اعمال کی حالت کیا ہے؟ گویا ہر شخص اس کو اپنا ہی جنازہ جانتا تھا اور موت کی یاد اور خوف خدا سے لرزتا ہوا، احوال قبر و حشر کے تفکر میں ڈوبا ہوا، کامل طور پر ایسی خاموشی اختیار کر لیا کرتا تھا کہ سانس کے سوا دوسری کوئی آواز اصلاً نہ

ہوتی تھی اور یہی حالت جنازہ کے ساتھ چلتے وقت مناسب ہے۔

لیکن! جب زمانہ بدلا اور لوگوں میں وہ بات نہ رہی، جو اوپر مذکور ہوئی کہ جنازہ کو دیکھ کر عبرت ونصیحت حاصل کریں اور خشیت خداوندی سے لرزیں اور عام مسلمانوں میں خوف کم ہوتا گیا، ایسی صورتوں میں بالکل خاموش رہنا بہت سے لوگوں کے لیے پریشانی کا باعث بنا، تب دلوں کے طبیبوں اور روحانی پیشواؤں نے زبان سے آہستہ آواز سے ذکر کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی اور اس اجازت میں یہ حکمت تھی کہ خاموشی اختیار کرنے کا جو حکم تھا، وہ صرف یوں ہی خاموش رہنا مراد نہیں تھا بلکہ احوال قبر وحشر میں تفکر کرنے کے لیے خاموش رہنا مطلوب تھا۔ جب تفکر کرنا لوگوں نے چھوڑ دیا اور ویسے ہی محض خاموش رہنے لگے، تو ایسی بے مطلب کی خاموشی سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا بہتر ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

**حدیث:**

حضرت عبداللہ بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس، رحمت عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

''لَایَزَالُ لِسَانُكَ رَطْباً مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ''

ترجمہ: ''ہمیشہ تیری زبان اللہ کے ذکر سے تر رہنی چاہیئے۔''

حوالہ:- (١) الجامع للترمذی ۔ جلد ٢ ، ص ١٧٣

(٢) المسند لاحمد بن حنبل۔ جلد ٤، ص١٨٨

(٣) المستدرك للحاكم۔ جلد ١ ، ص ٤٩٥

(٤) حلية الاولياء لابی نعيم۔ جلد ٩ ، ص ٥١

(٥) اتحاف السادة للزبيدی ۔ جلد٥، ص٦

ابتداء میں آہستہ ذکر کرنے کا حکم اس لیے دیا گیا کہ دوسرے لوگ یاد موت میں مصروف رہیں۔ اگر یہ بلند آواز سے ذکر کرے گا، تو دوسرے لوگوں کا خیال منتشر ہوگا اور یاد موت سے توجہ ہٹ کر اس کے ذکر کی طرف ملتفت ہوگی۔ لہٰذا شروع میں صرف آہستہ ذکر کی اجازت دی گئی۔ لیکن زمانہ نے پھر کروٹ لی۔ لوگوں کو جنازہ کے ساتھ جاتے وقت، دفن کے وقت اور قبروں پر بیٹھ کر فضول، بے فائدہ اور دنیوی لغو باتیں کرتے دیکھا جاتا ہے۔ بلکہ بعض لوگوں کو ہنسی، مزاح کرتے بھی دیکھا جاتا ہے۔ موت سے انہیں کوئی عبرت نہیں ہوتی۔ ان کے دل اس حقیقت سے بالکل غافل ہوتے ہیں کہ اب اس میت پر کیا گزرے گی۔ ایسے لوگوں کو اللہ اور رسول کے ذکر کی طرف مشغول کرنا عین صواب اور کار ثواب ہے۔ اسی لیے ملت اسلامیہ کے روحانی طبیبوں یعنی ائمۂ ملت اسلامیہ نے ایسے لوگوں کے دلوں سے زنگ چھوڑانے اور انھیں غفلت سے بیدار کرنے کے لیے بلند آواز سے ذکر کرنے کی اجازت دے دی کہ اس طرح ذکر خدا دل میں زیادہ اترتا ہے، وسوسے دور ہوتے ہیں ذکر کرنے والوں کی زبانیں اور سننے والوں کے کان اللہ کے ذکر میں مشغول ہوتے ہیں اور غافلوں کو فضول باتوں اور لغویات سے روک کر ذکر کی طرف بلانے کے لیے اور پند و نصیحت کے قصائد کے ذریعہ انھیں احوال قبر و حشر سے آگاہ کرنا بلاشبہ کار خیر و ثواب ہے۔ اسی سلسلہ کا ایک حوالہ پیش خدمت ہے۔

## حوالہ:

امام اجل، علامہ، عارف باللہ، ناصح الامت، سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

”وَكَانَ سَيِّدِىْ عَلِى الْخَوَاصُ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ اِذَا

عُلِمَ مِنَ الْمَاشِیْنَ مَعَ الْجَنَازَةِ اَنَّھُمْ لَا یَتْرُکُوْنَ اللَّغْوَ فِی الْجَنَازَةِ وَ یَشْتَغِلُوْنَ بِاَحْوَالِ الدُّنْیَا فَیَنْبَغِیْ اَنْ یَّاْمُرَھُمْ بِقَوْلِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ فَاِنَّ ذٰلِکَ اَفْضَلُ مِنْ تَرْکِہٖ ‘‘

ترجمہ: ’’سیدی علی الخواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب جنازہ کے ساتھ چلنے والے کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ وہ لغو سے باز نہ آئیں گے اور دنیا کی باتوں میں مشغول رہیں گے، تو انھیں ’’لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ ‘‘صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم دینا چاہیئے ۔ کیونکہ ایسی حالت میں اسے پڑھنا، نہ پڑھنے سے افضل ہے۔‘‘

حوالہ:- (۱) حدیقه ندیه شرح طریقه محمدیه، از: علامه، امام عبد الغنی بن اسماعیل بن عبد الغنی نابلسی حنفی (المتوفی ۱۱۴۳ھ)
مطبوعه: مکتبه نوریه رضویه فیصل آباد، جلد ۲ ، ص ۴۰۸
(۲) فتاوی رضویه، (مترجم) جلد ۹ ، ص ۱۴۳
(۳) فتاوی مصطفویه، ص۲۷۶ تا ۲۸۹

## ایک مزید حوالہ:

امام اجل، فخر العلماء، علامہ شیخ عبد الوھاب بن احمد الشعرانی الشافعی (المتوفی ۹۷۳ھ) قدس سرہ العزیز اپنی مشہور و معتبر کتاب ’’عہود المشائخ‘‘ میں ارشاد فرماتے ہیں:

’’ قَالَ لَا نُمَکِّنُ اَحداً مِنْ اِخْوَانِنَا یُنْکِرُ شَیْئًا اِبْتَدَعَہٗ الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰی جِھَةِ الْقُرْبَةِ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی وَ رَاَوْہٗ حَسَناً لَاسِیَّمَا مَاکَانَ مُتَعَلِّقاً بِاللّٰہِ تَعَالٰی وَ رَسُوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ کَقَوْلِ النَّاسِ اَمَامَ الْجَنَازَةِ لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ قِرَأةُ الْقُرْاٰنِ اَمَامَھَا وَ نَحْوِ ذٰلِکَ، فَمَنْ حَرَّمَ ذٰلِکَ فَھُوَقَاصِرٌ عَنْ فَھْمِ

الشَّرِیعَةِ لِاَنَّہٗ کُلُّ مَا لَمْ یَکُنْ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلّٰی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَکُوْنُ مَذْمُوْماً وَلَوْ فُتِحَ ھٰذَا الْبَابُ لَرُدَّتْ اَقْوَالُ الْمُجْتَھِدِیْنَ فِیْ جَمِیْعِ مَا اسْتَحَبُّوْا مِنَ الْمَحَاسِنْ وَلَا قَائِلٌ بِہٖ ، وَ قَدْ فَتَحَ رَسُوْلُ اللہ صَلّٰی اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِعُلَمَاءِ اُمَّتِہٖ ھٰذَاالْبَابَ وَ اَبَاحَ لَھُمْ اَنْ یَّسُنُّو ا کُلَّ شَیْءٍ اِسْتَحْسَنُوْہُ وَ یَلْحَقُوْہُ بِشَرِیْعَةِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلّٰی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِقَوْلِہٖ صَلّٰی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ’’مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَہٗ اَجْرُھَاوَ اَجْرُ مَنْ یَعْمَلُ بِھَا ‘‘ ، وَکَلِمَةُ لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلّٰی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمْ اَکْبَرُ الْحَسنَاتِ فَکَیْفَ یُمْنَعُ مِنْھَا ‘‘

ترجمہ: ’’ہم اپنے دوستوں میں سے کسی کو ایسے امر پر انکار کی اجازت نہ دیں گے جسے مسلمانوں نے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں تقرب کے طور پر ایجاد کیا ہو اور اسے اچھا جانتے ہوں۔ خصوصاً ایسا کام جو خدائے تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے تعلق سے ہو۔ جیسے جنازے کے آگے لَااِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدُ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ پڑھنا اور جنازہ کے آگے قرآن کی تلاوت کرنا یا ایسے دوسرے کام، جو اسے حرام کہے وہ فہم شریعت سے قاصر ہے، اس لیے کہ ہر وہ کام جو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں نہ رہا ہو برا نہیں۔ اگر یہ دروازہ کھول دیا جائے تو مجتہدین کرام کے وہ سارے اقوال مردود ٹھہریں، جو انہوں نے اپنی پسند کردہ اچھی چیزوں کے بارے میں فرمائے ہیں اور اس کا کوئی قائل نہیں۔ خود رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کے علماء کے لیے یہ دروازہ کھول رکھا ہے اور انھیں اجازت دی ہے کہ جو طریقہ بھی اچھا سمجھیں اسے جاری کریں اور رسول اللہ ﷺ کی شریعت میں شامل کریں۔ یہ اجازت حضور اقدس ﷺ کے اس ارشاد گرامی سے ثابت ہے ’’**جو شخص کوئی**

**اچھا طریقہ ( کام ) ایجاد کرے اسے اس ایجاد کا ثواب ملے گا۔**'' اور کلمۂ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو سب سے بڑی نیکی ہے، پھر اس سے کیوں کر روکا جائے گا؟''

حوالہ:- (۱) حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ ، جلد ۲ ، ص ۴۰۹

(۲) فتاوی رضویہ ، (مترجم) جلد ۹ ، ص ۱۴۴، ۱۴۵

یہاں تک کے مطالعہ سے اس مسئلہ کی تفصیل قارئین کرام کو معلوم ہو چکی ہو گی۔ منافقین زمانہ امور خیر سے قوم مسلم کو روکنے کے لیے ہمیشہ بدعت کا شور وغوغا مچاتے ہیں کہ یہ کام حضور اقدس ﷺ کے زمانے میں نہ تھا لہٰذا یہ کام بدعت ہے اور اسے نہیں کرنا چاہیئے ۔ ہم جواباً صرف اتنا ہی عرض کرتے ہیں کہ اس کام کی ممانعت بھی وارد نہیں ۔ اگر یہ کام شریعت کی رو سے منع ہے، تو تم اس کی ممانعت کی دلیل پیش کرو۔

جنازہ کے ساتھ کلمۂ طیبہ وغیرہ کا بلند آواز سے ذکر کرنے کے سلسلے میں ہم نے ائمۂ دین متین کی کتب معتبرہ، مستندہ اور معتمدہ کے حوالوں سے دلائل قاہرہ وساطعہ سے ثابت کر دیا کہ یہ فعل جائز اور مستحسن ہے۔ تاہم اس بحث کے اختتام پر اس امر کی بھی وضاحت کر دیتے ہیں کہ یہ حقیقت ہے کہ جنازہ کے ساتھ ذکر جہر وغیرہ کا رواج سرکار دو عالم ﷺ کے مبارک زمانہ میں نہیں تھا، اس وجہ سے یہ فعل ہرگز ناجائز و ممنوع نہیں ہو جائے گا۔

## حوالہ:

علامہ عبد الوھاب بن احمد الشعرانی اپنی کتاب ''عہود المشائخ'' میں اس امر کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''وَ تَامَّلُ اَحوَالَ غَالِبِ الْخَلْقِ الْاٰنَ فِی الْجَنَازَۃِ تَجِدُھُمْ

مَشْغُوْلِیْنَ بِحِکَایَاتِ الدُّنْیَا لَمْ یَعْتَبِرُوْا بِالْمَیِّتِ وَ قَلْبُھُمْ غَافِلٌ عَنْ جَمِیْعِ مَا وَقَعَ لَہٗ بَلْ رَاَیْتَ مِنْھُم مَنْ یَضْحَكُ وَ اِذَا تَعَارَضَ عِنْدَنَا مَثَلُ ذٰلِكَ وَ کَوْنُ ذٰلِكَ لَمْ یَکُنْ فِیْ عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ قَوَّمْنَا ذِکْرَ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ فَلَوْصَاحَ کُلُّ مَنْ فِیْ الْجَنَازَۃِ لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ فَلَا اِعْتِرَاضَ وَ لَمْ یَاْتِنَا فِیْ ذٰلِكَ شَیْءٌ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَوْکَانَ ذِکْرُ اللّٰہِ تَعَالیٰ فِیْ الْجَنَازَۃِ مَنْھِیّاً عَنْہُ لَبَلَغَنَا وَ لَوْ فِیْ حَدِیْثٍ کَمَا بَلَغَنَا فِیْ قِرَاءَۃِ الْقُرْاٰنِ فِیْ الرُّکُوْعِ وَ شَیْءٌ سَکَتَ عَنْہُ الشَّارِعُ صَلّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اَوَائِلَ الْاِسْلَامِ لَا یُمْنَعُ مِنْہُ اَوَاخِرَ الزَّمَانِ ‘‘

ترجمہ: ’’اس زمانے میں جنازے کے اندر اکثر لوگوں کے احوال پر نظر کرو۔ دنیا کی باتوں میں مشغول ملیں گے۔ جنہیں میت کے حال سے کوئی عبرت نہیں۔ ان کا دل ان سارے واقعہ سے غافل ہے، بلکہ ان میں ہنسنے والے بھی نظر آئیں گے۔ اگر ذکر نہ کریں تو یہ حالت ہے اور اگر ذکر کرتے ہیں تو یہ اعتراض ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں نہیں تھا۔ ہمارے نزدیک جب ایسا تعارض درپیش ہے تو ہم اللہ کے ذکر کو مقدم رکھیں گے۔ اب اگر جنازے میں شریک ہونے والے تمام لوگ پکار کر لا الہ الا اللہ کہیں، تو اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ اس طرح ذکر کلمۂ طیبہ کرنے کی ممانعت میں رسول اللہ ﷺ کا کوئی ارشاد وارد نہیں۔

اگر جنازے میں ذکر الٰہی ممنوع ہوتا، تو کسی نہ کسی حدیث میں ممانعت کا حکم وارد ہوتا، جیسے رکوع میں قرآن شریف پڑھنا منع ہے، تو اس بارے میں حدیث آئی ہے۔ تو جس چیز سے ابتدائے اسلام میں شارع علیہ الصلوۃ والسلام نے سکوت (خاموشی)

فرمایا، وہ ہمارے آخر زمانہ میں ممنوع نہیں ہو سکتی۔''

حوالہ:- (۱) حدیقه ندیه شرح طریقه محمدیه ، جلد ۲ ، ص ۴۰۹

(۲) فتاوی رضویه (مترجم)، جلد ۹، ص ۱۴۵

نتیجہ یہ نکلا کہ جنازہ کے ساتھ بلند آواز سے ذکر وغیرہ کرنا جائز ہے اور اس طرح ذکر کرتے ہوئے چلنے پر کچھ اعتراض نہیں بلکہ حالات زمانہ کے پیش نظر اور لوگوں کی غفلت کو مد نظر رکھتے ہوئے بلند آواز سے ذکر کرنا خاموش رہنے سے افضل ہے۔ اس طرح بلند آواز سے ذکر کرنے سے روکنا روا نہیں۔

- امام جلیل علامہ عبدالغنی بن اسماعیل بن عبدالغنی نابلسی فرماتے ہیں:

''لَا یَـنْبَغِی اَنْ یَّـنْهَی الْـوَاعِظُ عَمَّـا قَالَ بِهِ اِمَامٌ مِنْ اَئِمَّةِ الْمُسْلِمِیْنَ بَلْ یَنْبَغِی اَن یَّقَعَ النَّهْیُ عَمَّا اَجْمَعَ الْاَئِمَّةُ کُلُّهُمْ عَلٰی تَحْرِیْمٍ''

ترجمہ: ''یہ نہ چاہیئے کہ واعظ ایسی چیز سے روکے جسے ائمۂ مسلمین میں سے کسی امام نے جائز کیا ہو بلکہ ممانعت ایسے کام سے کرنا چاہیئے جس کی حرمت پر سب ائمہ کا اجماع ہو۔''

حوالہ:- (۱) حدیقه ندیه شرح طریقه محمدیه، جلد ۲ ، ص ۱۵۱

(۲) فتاوی رضویه (مترجم) ، جلد ۹ ، ص ۱۴۷

# جنازہ لے چلنے کے متعلق کچھ اہم مسائل

**مسئلہ :**

شوہر اپنی بیوی کے جنازے کو ہاتھ لگا سکتا ہے اور کندھا بھی دے سکتا ہے۔ عوام میں یہ غلط بات مشہور ہے کہ شوہر اپنی بیوی کے جنازے کو ہاتھ نہیں لگا سکتا اور اس کو کندھا نہیں دے سکتا۔ یہ سراسر غلط ہے۔ جب جنازے کو اجنبی ہاتھ لگاتے ہیں، کندھوں پر اٹھا

کر قبر تک لے جاتے ہیں، تو شوہر نے کیا قصور کیا ہے کہ وہ جنازہ نہ اٹھائے ؟ ہاں شوہر اپنی مردہ بیوی کے جسم کو ہاتھ نہیں لگا سکتا کیونکہ شرعاً شوہر کو اپنی زن مردہ کا بدن چھونا جائز نہیں، دیکھنے کی تو اجازت ہے، جبکہ اجنبی کو دیکھنے کی بھی اجازت نہیں۔ تو جس کو دیکھنے کی بھی اجازت نہیں، وہ جب جنازے کو کندھا دے سکتا ہے، تو جس کو دیکھنے کی اجازت ہے ، وہ شوہر کیوں کر کندھا نہیں دے سکتا ؟

حوالہ:- تنویر الابصار ، درمختار، فتاوی رضویه، جلد ٤، ص ٩٦

**مسئله :**

جنازہ کے ساتھ نعت شریف بلند آواز سے پڑھنا جائز ہے۔

حوالہ:- فتاوی رضویه (مترجم) ،جلد ٩ ، ص ١٥٨

**مسئله :**

عورت کے جنازہ پر گہوارہ یا چھتری بنا کر اس پر پردہ ڈالنا مستحب اور ماثور رہے اور ایسا ہی کرنا چاہیئے ۔ البتہ زینت یا دکھاوا کرنے کی نیت سے نہ ہو۔ مرد کے جنازے پر دھوپ یا بارش وغیرہ کی شدت سے بچانے کے لیے کوئی حرج نہیں ۔ اسی طرح جنازہ پر پھولوں کی چادر ڈالنا اگر زینت کی نیت سے ہے، تو مکروہ ہے اور اگر اس نیت سے ہے کہ پھول اللہ کی تسبیح وتہلیل کرتے ہیں اور میت کو انس حاصل ہوگا، تو اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں۔

**حوالہ:-** (١) فتاوی هندیه المعروف به عالمگیری ، جلد٥، ص٣٥١، مطبوعه : نورانی کتب خانه ، پشاور

(٢) کشف الغطاء، فصل٥،ص٣٢،مطبوعه:مطبع احمدی، دهلی

(٣)فتاوی رضویه (مترجم)، جلد ٩ ، ص ١٣٧

**مسئلہ :**

اگر جنازہ پڑوسی یا رشتہ دار یا کسی نیک شخص کا ہے، تو اس جنازہ کے ساتھ جانا نفل نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ حوالہ:- عالمگیری ، بہار شریعت ، جلد ٤ ، ص ١٤٥

**مسئلہ :**

جو شخص جنازے میں شریک ہو، اسے بغیر نماز پڑھے واپس نہ ہونا چاہیئے اور نماز کے بعد دفن سے پہلے اولیائے میت یعنی میت کے قریبی رشتہ دار سے اجازت لے کر واپس ہوسکتا ہے اور دفن کے بعد اولیائے میت سے اجازت کی ضرورت نہیں۔

(حوالہ:- ایضاً)

**مسئلہ :**

جنازہ جب تک زمین پر نہ رکھا جائے، شامل ہونے والوں کو بیٹھنا مکروہ ہے اور جنازہ زمین پر رکھ دینے کے بعد بے ضرورت کھڑا نہیں رہنا چاہیئے۔ (حوالہ:- ایضاً)

**مسئلہ :**

جنازہ زمین پر اس طرح رکھیں کہ میت کا سر یا پاؤں قبلہ کی طرف نہ ہو بلکہ اس طرح آڑا (ترچھا) رکھیں کہ میت کی داہنی کروٹ قبلہ کی طرف ہو۔ (حوالہ:- ایضاً)

11

# نماز جنازہ کیا ہے، اور کیا اس پر کوئی ثواب مرتب ہوتا ہے؟

**مسئلہ :**

نماز جنازہ فرض کفایہ ہے۔ یعنی اگر ایک شخص نے بھی پڑھ لی تو سب کے ذمہ سے فرض ادا ہو گیا اور اگر کسی نے بھی نہیں پڑھی تو جس جس شخص کو انتقال کی خبر پہنچی تھی اور انہوں نے نماز جنازہ نہ پڑھی، وہ سب گنہگار ہوئے۔ (عامۂ کتب)

**مسئلہ :**

جو شخص نماز جنازہ کے فرض ہونے کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ (عامۂ کتب)

- نماز جنازہ پڑھنے کی احادیث میں تاکید اور فضیلت آئی ہے۔ مثلاً:

**حدیث:**

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

''اَلصَّلٰوۃُ وَاجِبَۃٌ عَلَیۡکُمۡ عَلٰی کُلِّ مُسۡلِمٍ مَاتَ بِرّاً کَانَ اَوۡ فَاجِراً وَاِنۡ عَمِلَ الۡکَبَائِرَ''

ترجمہ: ''ہر مسلمان کی نماز جنازہ تم پر واجب ہے، خواہ نیکوکار ہو یا بدکار، اگرچہ اس نے کبیرہ گناہ ہی کیوں نہ کئے ہوں۔''

حوالہ:- (۱) السنن لابی داؤد، جلد ۲ ، ص ۳۴۳

(۲) السنن الکبری للبیھقی، جلد ۳، ص ۱۲۱

(۳) السنن للدار قطنی، جلد ۲، ص ۵۶

(٤)العلل المتناهيه لابن الجوزی، جلد ١، ص٢٥

(٥)فتاوی رضویه (مترجم)، جلد ٩، ص ١٦٢

**حدیث:**

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

''مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَۃً حَتّٰی یُقْضٰی دَفْنُهَا کُتِبَتْ لَهٗ ثَلٰثَةُ قِیْرَاط اَلْقِیْرَاطُ مِنْهَا اَعْظَمُ مِنْ جَبَلِ اُحُدٍ''

ترجمہ: ''جو کسی جنازے کے ساتھ رہے یہاں تک کہ میت دفن کردی جائے، اس کے لیے تین قیراط اجر لکھا جائے گا۔ ہر قیراط جبل احد (احد پہاڑ) سے بڑا ہے۔''

حوالہ:- (١)المعجم الاوسط للطبرانی، جلد ٩، ص ١١٧

(٢)مجمع البحرین ، ٤١٣٩

(٣)جامع الاحادیث، جلد ٢، ص ٢٩

**حدیث:**

خطیب نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

''اِنَّ اَوَّلَ تُحْفَةِ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْ یُّغْفَرَ لِمَنْ خَرَجَ فِیْ جَنَازَتِهٖ''

ترجمہ: ''مؤمن کا سب سے پہلا تحفہ یہ ہے کہ جو لوگ اس کے جنازے میں نکلے (شریک ہوئے) ان کی مغفرت کردی جاتی ہے۔''

حوالہ:- (١)الموضوعات لابن الجوزی، جلد ٣، ص٢٢٦

(٢)تاریخ بغداد از: محمد بن راشد البغدادی، مطبوعه: دار الکتاب العربی، بیروت، ترجمه نمبر٢٧٦٨، جلد٥، ص ٢٧٤

(۳)فتاوی رضویه ، جلد ٤ ، ص ٤٢

مندرجہ بالا احادیث نماز پڑھنے والوں کے لیے حصول ثواب و مغفرت اور دیگر فوائد کی متضمن ہیں۔اب کچھ احادیث ایسی پیش کرتا ہوں جن کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوگا کہ نماز جنازہ پڑھنے سے میت کی مغفرت ہوتی ہے۔

**حدیث:**

ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

”مَا مِنْ مَيِّتٍ يُصَلِّى عَلَيْهِ اُمَّةٌ مِنَ النَّاسِ اِلَّا شُفِّعُوْا فِيْهِ“

**ترجمہ:** ”جس مردے پر مسلمانوں کا ایک گروہ نماز پڑھے ان کی شفاعت اس (میت) کے حق میں قبول ہوتی ہے۔“

حوالہ:- (۱)السنن للنسائی ، جلد ۱، ص۲۱۸

(۲)المسند لاحمد بن حنبل، جلد ٦،ص ٤٠

(۳)كنزالعمال للمتقی، جلد ۱۵،حديث نمبر٤٢٢٧٤،ص٥٩٩

(٤)الترغيب والترهيب للمنذری،جلد ٤، ص ٣٤٤

**حدیث:**

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

”مَنْ صَلّٰى عَلَيْهِ مِأَةٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ غُفِرَ لَهٗ“

**ترجمہ:** ”جس پر سو مسلمان نماز پڑھیں وہ بخشا جائے گا۔“

حوالہ:- (۱)السنن لابن ماجه، جلد ۱، ص ۱۰۸

(۲)معانی الآثار للطحاوی، جلد ۱، ص ۱۰۵

(۳)تاریخ اصفهان لابی نعیم،جلد۱،ص ۳۶۰

(٤) فتاوی رضویه ، جلد٤، ص ٥٠

## سب سے پہلی نماز جنازہ

اسلام میں نماز جنازہ کی ابتداء مدینہ منورہ میں ہوئی اور سب سے پہلی نماز جنازہ حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پڑھی گئی۔

**حوالہ:**

''امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا: واقدی کے قول کے مطابق حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہجرت کے نو ماہ کے بعد ہوا۔ امام بغوی کہتے ہیں: ہجرت کے بعد سب سے قبل صحابہ میں وصال حضرت اسعد بن زرارہ کا ہوا، اور سب سے پہلی نماز جنازہ حضور اقدس ﷺ نے آپ پر پڑھی۔''

حوالہ:- فتاوی رضویه ، جلد ۲، ص ٤٦٨

## ام المؤمنین حضرت خدیجہ کی نماز جنازہ نہ پڑھی گئی

ام المؤمنین حضرت خدیجہ بنت خویلد المعروف بہ خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ہجرت کے تین سال پہلے یعنی اعلان نبوت کے دسویں سال (۵۹۵ء) میں رحلت فرمائی۔ آپ کی نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی کیونکہ اس وقت نماز جنازہ مشروع نہیں ہوئی تھی۔

**حوالہ:**

''عَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ

خَدِیۡجَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنۡهَا تُوَفِّیَتۡ سَنَةَ عَشَرَ مِنَ الۡبَعۡثَةِ بَعۡدَ خُرُوۡجِ بَنِیۡ هَاشِمٍ مِنَ الشَّعۡبِ وَ دُفِنَتۡ بِالۡجُحُوۡنِ وَ نَزَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَ سَلَّمَ فِیۡ حَفۡرَتِهَا وَ لَمۡ تَكُنۡ شُرِعَتِ الصَّلٰوةُ عَلَی الۡجَنَائِزِ''

ترجمہ: ''حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ام المؤمنین حضرت خدیجہ کبری رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال بعثت کے دسویں سال میں ہوا، جب بنی ہاشم شعب ابی طالب سے باہر تشریف لائے۔ حضرت خدیجہ الکبری رضی اللہ تعالیٰ عنہا جحون (جنت المعلی) میں دفن ہوئیں۔ حضور اقدس ﷺ بنفس نفیس آپ کی قبر شریف میں اترے۔ اس وقت نماز جنازہ مشروع نہیں ہوئی تھی۔''

حوالہ:- (١)الاصابة لابن حجر، جلد ٤،ص٢٨٣
(٢)فتاوی رضویه، جلد٢، ص ٤٦٨

# نماز جنازہ پڑھنے کا حکم

**حدیث:**

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

''حَقُّ الۡمُسۡلِمِ عَلَی الۡمُسۡلِمِ خَمۡسٌ، رَدُّ السَّلَامِ ، وَ عِیَادَةُ الۡمَرِیۡضِ، وَاِتِّبَاعُ الۡجَنَازَةِ ، وَاِجَابَةُ الدَّعۡوَةِ ، وَتَشۡمِیۡتُ الۡعَاطِسِ''

ترجمہ: ''مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں۔ (۱) سلام کا جواب دینا (۲) مریض کی عیادت کرنا (۳) جنازہ میں شرکت کرنا (۴) دعوت قبول کرنا (۵) چھینک کا جواب دینا۔''

حوالہ:- (١)الجامع الصغیر للسیوطی، جلد ١ ، ص ٢٢٧

(٢)السنن الكبرى للبيهقى، جلد٣، ص٣٨٦

(٣)مشكوة المصابيح للتبریزی حدیث ١٥٢٤

(٤) الاحکام النبویه للکحال، جلد ١،ص ١٣٦

**حدیث:**

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

''صَلُّوا عَلَى كُلِّ مَيِّتٍ''

**ترجمہ:** ''ہر مردے مسلمان کی نماز جنازہ پڑھو۔''

حوالہ:- (١)السنن لابن ماجه ، جلد ١ ، ص١١١

(٢)کنز العمال للمتقی،حدیث نمبر ٤٢٢٦٣،جلد ١٥، ص ٥٨٠

## نماز جنازہ کی ادائیگی کی جملہ تفصیل

- نماز جنازہ پڑھنا کس پر واجب ہے اور نماز جنازہ کو ادا کرنے میں کن کن شرطوں کو پورا کرنا ضروری ہے اور نماز جنازہ پڑھنے میں کیا کیا باتیں فرض ہیں اور کیا کیا باتیں سنت موکدہ ہیں۔ ان تمام امور کو ایک نظر میں دیکھنے اور سمجھنے کے لیے ذیل میں دیئے گئے خاکہ کو بغور ملاحظہ فرمائیں:-

## نماز جنازہ پڑھنا کس پر واجب ہے؟

(١) **عاقل ہونا:** یعنی عقلمند ہو، پاگل نہ ہو بلکہ ہوش وحواس صحیح ہوں۔

(٢) **بالغ ہونا :** نابالغ پر نماز جنازہ پڑھنا واجب نہیں۔

(٣) **قادر ہونا :** یعنی جنازہ گاہ میں پہنچ کر نماز جنازہ پڑھنے کی طاقت رکھتا ہو۔

(۴) **مسلمان ہونا:** یعنی عاقل، بالغ اور قادر ہونے کے ساتھ ساتھ مسلمان ہونا بھی ضروری ہے۔یعنی کافر، مشرک،مرتد وبدعقیدہ نہ ہو۔

(۵) **موت کی خبر ہونا:** اگر دور دراز کے فاصلے والے محلّہ یا علاقے میں رہتے ہیں اور انہیں موت کی خبر ہی نہ ہوئی ،تو ان پر نماز جنازہ واجب نہیں۔

## نماز جنازہ کی کیا شرطیں ہیں؟

نماز جنازہ ادا کرنے کی حسب ذیل شرطیں ہیں۔

یہ شرطیں دوطرح کی ہیں۔

| نمازی کے لیے شرائط | | میت کے لیے شرائط | |
|---|---|---|---|
| (۱) طہارت | یعنی نمازی کا بدن، کپڑا اور جگہ کا نجاست حکمیہ و حقیقیہ سے پاک ہونا۔ | (۱) | مسلمان ہونا۔ |
| | | (۲) | بدن اور کفن کا پاک ہونا۔ |
| | | (۳) | جنازہ کا وہاں موجود ہونا۔ |
| (۲) ستر عورت | یعنی ناف سے گھٹنوں تک کا جسم چھپا ہوا ہونا۔ | (۴) | جنازہ زمین پر ہونا یا ہاتھ پر مگر قریب ہو۔ دور نہ ہو۔ |
| | | (۵) | جنازہ کا نمازی کے آگے قبلہ کی طرف ہونا۔ |
| (۳) استقبال قبلہ | منھ اور سینہ قبلہ کی طرف ہونا۔ | (۶) | جو حصہ چھپانا فرض ہے، وہ چھپا ہونا۔ |
| (۴) نیت | یعنی نماز جنازہ پڑھنے کی نیت ہو۔ | (۷) | میت کا امام کے آگے بالکل سامنے ہونا۔ |

**نوٹ:**

- نمازی کے لیےکل چار شرائط ہیں۔
- میت کے لیےکل سات شرائط ہیں۔

## نماز جنازہ کے فرائض (رکن) اور سنتیں

| | نماز جنازہ کے رکن (فرض) | | نماز جنازہ کی سنتیں (موکدہ) |
|---|---|---|---|
| (۱) | چار مرتبہ ''اللہ اکبر'' کہنا۔ | (۱) | ثنا پڑھنا یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد وثنا کرنا۔ |
| (۲) | قیام یعنی کھڑے ہو کر نماز پڑھنا۔ | (۲) | حضور ﷺ پر درود پڑھنا۔ |
| | | (۳) | میت کے لیے دعا کرنا۔ |

**نوٹ:**

مندرجہ بالا جو خاکہ پیش کیا گیا ہے، اس تعلق سے ضروری شرعی احکام ومسائل بیان کرنے سے پہلے مناسب یہ ہے کہ ہم پہلے نماز جنازہ کا طریقہ سمجھ لیں، تا کہ اس کے تعلق سے بیان ہونے والے مسائل آسانی سے سمجھ میں آسکیں اور اچھی طرح یاد رہیں۔

## نماز جنازہ پڑھنے کا طریقہ

نماز جنازہ شروع کرنے سے پہلے میت (جنازہ) کو امام کے آگے، قبلہ کی طرف رکھ دیا جائے اور امام میت کے سینہ کے مقابل کھڑا ہو اور مقتدی حضرات امام کے پیچھے صف باندھ کر کھڑے ہوں۔ بہتر یہ ہے کہ نماز جنازہ میں کم سے کم تین صفیں کریں اور اگر آدمی زیادہ ہوں تو پانچ یا سات یا حسب ضرورت مزید طاق صفیں بنائیں۔ صفوں کو بالکل

سیدھی کریں اور امام کو چاہیئے کہ نماز شروع کرنے سے پہلے جنازہ پڑھنے والے مقتدیوں پر ایک نظر ڈال کر معائنہ کر لے، اگر صفیں درست نہ ہوں تو درست کروائے۔

- سب سے پہلے امام نیت کر کے بلند آواز سے ''اللہ اکبر'' کہتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھائے اور ہاتھوں کو نیچے لا کر ناف کے نیچے جیسا کہ عام طور سے نماز میں باندھتے ہیں، اسی طرح باندھ لے۔
- مقتدی بھی امام کے ساتھ ساتھ نیت کر کے دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھاتے ہوئے آہستہ آواز سے ''اللہ اکبر'' کہتے ہوئے ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھ لیں۔
- پھر ثنا پڑھیں اور ثنا پوری ہونے کے بعد بغیر ہاتھ اٹھائے ہوئے ''اللہ اکبر'' کہیں۔ امام بلند آواز سے کہے اور مقتدی آہستہ سے۔ یہ دوسری تکبیر ہوئی۔
- پھر درود ابراہیمی پڑھیں اور درود ابراہیمی پورا ہونے کے بعد بغیر ہاتھ اٹھائے ''اللہ اکبر'' کہیں۔ امام بلند آواز سے کہے اور مقتدی آہستہ سے۔ یہ تیسری تکبیر ہوئی۔
- پھر دعائے نماز جنازہ پڑھیں اور دعا پوری ہونے کے بعد بغیر ہاتھ اٹھائے ''اللہ اکبر'' کہیں۔ امام بلند آواز سے کہے اور مقتدی آہستہ سے۔ یہ چوتھی تکبیر ہوئی۔ چوتھی تکبیر کے بعد فوراً ہاتھ چھوڑ دیں اور سلام پھیریں۔

الحاصل!

- پہلی رکعت کے بعد ثنا پڑھیں۔
- دوسری تکبیر کے بعد درود ابراہیمی پڑھیں۔

- تیسری تکبیر کے بعد دعائے نماز جنازہ پڑھیں۔
- چوتھی تکبیر کے بعد فوراً ہاتھ چھوڑ کر سلام پھیر دیں۔امام بلند آواز سے ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ'' کہتے ہوئے پہلے دائیں اور پھر بائیں طرف سلام پھیرے اور مقتدی آہستہ آواز سے۔

# نماز جنازہ کی نیت

نماز جنازہ میں نیت شرط ہے۔یعنی دل میں نیت (ارادہ) ہو کہ میں جنازہ کی نماز پڑھ رہا ہوں۔اور زبان سے بھی ادا کرنا مستحب ہے اور عربی زبان میں نیت کرنا بہتر اور افضل ہے۔اگر عربی زبان میں نیت یاد نہیں تو جس زبان میں چاہے نیت کر سکتا ہے۔

## عربی زبان میں اس طرح نیت کرے

''نَوَیۡتُ اَنۡ اُصَلِّیَ لِلّٰهِ تَعَالٰی صَلٰوۃَ الۡجَنَازَۃِ اَلثَّنَاءُ لِلّٰهِ تَعَالٰی وَالصَّلٰوۃُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَ سَلَّمَ وَ الدُّعَاءُ لِهٰذِهِ الۡمَیِّتِ وَاقۡتَدَیۡتُ بِهٰذَا الۡاِمَام مُتَوَجِّهاً اِلٰی جِهَۃِ الۡکَعۡبَۃِ الشَّرِیۡفَۃِ''

## اگر عربی زبان میں نیت یاد نہ ہو تو اس طرح نیت کرے

نیت کی میں نے نماز جنازہ کی اللہ تعالیٰ کے لیے اور درود پڑھنے کی حضور اکرم ﷺ پر اور دعا کرنے کی اس میت کے لیے اس امام کے پیچھے رخ (منھ) میرا کعبہ شریف کی طرف۔

## ثنا یہ ہے

''سُبۡحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمۡدِكَ وَ تَبَا رَكَ اسۡمُكَ وَ تَعَالٰی جَدُّكَ وَ جَلَّ

ثَنَاوُكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ‘‘

## درود ابراہیمی یہ ہے

’’اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ‘‘

## نماز جنازہ کی دعا، بالغ مرد اور عورت کے لیے

نماز جنازہ کا اصل مقصد انتقال کرنے والے کی مغفرت کے لیے دعا کرنا ہے۔ انفرادی طور پر یعنی اکیلے دعا کرنے کی بہ نسبت اجتماعی طور پر یعنی چند اشخاص کے مل کر دعا کرنے میں قبولیت کی زیادہ تاثیر اور امید ہوتی ہے۔ کیونکہ جب چند مسلمان جمع ہو کر ایک ساتھ مجموعی طور پر کسی کے حق میں دعا کرتے ہیں، تو اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی دعا کو شرف قبولیت سے نوازتا ہے۔

نماز جنازہ میں اپنے لیے، میت کے لیے اور تمام مؤمنین ومؤمنات کے لیے دعا کرے۔ اور بہتر یہ ہے کہ وہ دعا پڑھے جو احادیث میں وارد ہیں اور اگر احادیث میں وارد دعائیں یاد نہ ہوں یا اسے اچھی طرح نہ پڑھ سکے، تو جو دعا چاہے پڑھے مگر وہ دعا امور دنیا کے تعلق سے نہ ہو بلکہ امور آخرت سے متعلق ہو۔ یعنی مغفرت طلب کرنا، دین اسلام پر قائم رہنے کی التجا کرنا، ایمان کے ساتھ خاتمہ ہونے کی دعا کرنا، اجر وثواب مانگنا اور فتنوں سے محفوظ رہنے کی دعا کرنا چاہیئے۔

احادیث میں نماز جنازہ کی ایک سے زیادہ دعائیں وارد ہیں۔ اعلیٰ حضرت، امام

اہل سنت، مجدد دین وملت، امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ایک مستقل کتاب ''اَلْمِنَّةُ الْمُمْتَازَةُ فِیْ دَعْوَاتِ الْجَنَازَةِ''(۱۳۱۸ھ) تصنیف فرمائی ہے اور احادیث میں وارد چودہ (۱۴) ماثور دعائیں جمع فرمائی ہیں۔ان دعاؤں میں سے ایک دعا جو مسلمانوں کے عوام وخواص میں بہت ہی رائج ہے، وہ دعا ذیل میں درج ہے۔اور یہ دعا بالغ مرد اور بالغ عورت کی نماز جنازہ میں پڑھی جائے گی۔

''اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَ مَیِّتِنَا وَ شَاهِدِنَا وَ غَائِبِنَا وَ صَغِیْرِنَا وَ کَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَ اُنْثَانَا ، اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَهٗ مِنَّا فَاَحْیِهٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَ مَنْ تَوَفَّیْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَی الْاِیْمَانِ''

اس دعا کو امام احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ سے اور امام احمد، ابویعلیٰ، بیہقی اور سنن میں حضرت سعید بن منصور نے حضرت ابو قتادہ سے روایت کیا ہے۔(رضی اللہ عنہم)

حوالہ:- (۱)سنن ابو داؤد، مطبوعه: آفتاب عالم پریس ، لاهور، باب الدعاء للمیت، جلد ۲ ، ص ۱۰۱ ، ص ۱۰۲

(۲)جامع الترمذی، مطبوعه دهلی، جلد ۱ ، ص ۱۲۱

(۳)المستدرك علی الصحیحین،مطبوعه بیروت،جلد ۱، ص۳۵۸

(٤)مسند ابو یعلی،مطبوعه بیروت، حدیث نمبر۵۹۸۳، جلد۵،ص۳۷۶

(۵)المنة الممتازة فی دعوات الجنازة، ص ۳

(٦)فتاوی رضویه (مترجم) ، جلد ۹، ص ۲۱۰

## نابالغ بچہ کی نماز جنازہ کی دعا

اگر میت نابالغ لڑکا ہے۔تو تیسری تکبیر کے بعد مندرجہ ذیل دعا پڑھیں:

”اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لَنَا فَرَطاً وَّ اجْعَلْہُ لَنَا اَجْراً وَّ ذُخْراً وَّ اجْعَلْہُ لَنَا شَافِعاً وَّ مُشَفَّعاً“

## نابالغ بچی کی نماز جنازہ کی دعا

اگر میت نابالغ لڑکی ہے، تو تیسری تکبیر کے بعد مندرجہ ذیل دعا پڑھیں:

”اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھا لَنَا فَرَطاً وَّ اجْعَلْھا لَنَا اَجْراً وَّ ذُخْراً وَّ اجْعَلْھا لَنَا شَافِعَةً وَّ مُشَفَّعَةً“

# کس کی نماز جنازہ پڑھی جائے اور کس کی نہیں؟

**مسئلہ :**

ہر سنی صحیح العقیدہ مسلمان کو مرنے کے بعد غسل و کفن دینا اور اس کے جنازے کی نماز پڑھنا، فرض قطعی علی الکفایہ ہے۔ اگر سب چھوڑ دیں، تو جن جن کو اطلاع تھی سب گنہگار و تارک فرض و مستحق عذاب ہوں گے۔

حوالہ:- فتاوی رضویہ (مترجم)، جلد ۹، ص ۱۵۹

**مسئلہ :**

کچھ لوگوں کا یہ خیال ہے کہ بے نمازی کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھنا چاہیئے، یہ خیال غلط ہے۔ البتہ صحیح یہ ہے کہ نماز نہ پڑھنا کبیرہ گناہ اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری ہے۔ لیکن کفر یا ارتداد نہیں یعنی ایسا شخص کافر یا مرتد نہیں جب کہ وہ نماز کی فرضیت کا انکار نہ کرتا ہو یا نماز پڑھنا ہلکا نہ جانتا ہو یا نماز کی توہین نہ کرتا ہو۔ لہٰذا وہ بے نمازی، مسلمان ہے اور ہر مسلمان کے جنازے کی نماز فرض کفایہ ہے، اگر سب نہ پڑھیں گے، سب گنہگار رہوں گے۔ نماز پنجگانہ اس پر فرض تھی، اس نے چھوڑ دی۔ نماز جنازہ ہم پر فرض

ہے، ہم کیوں چھوڑیں؟ نماز نہ پڑھ کر اس نے وہ فرض چھوڑا جو خالص اللہ تبارک وتعالیٰ کا حق تھا۔ اس بے نمازی کی نماز جنازہ نہ پڑھ کر ہم وہ فرض چھوڑ رہے ہیں، جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا بھی حق ہے اور اس میت محتاج کا بھی حق العبد ہے۔ اور یہ سراسر نادانی اور خود اپنی بھی بدخواہی ہے۔

ماخوذ از:- فتاوی رضویه ، جلد ۹، ص ۱۶۱، ۱۶۳

**مسئله :**

چار شخصوں کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔

(۱) باغی

(۲) رہزن یعنی ڈاکو جبکہ یہ دونوں جنگ (مڈبھیڑ) میں قتل ہوں۔

(۳) رات کو شہر کے اندر ہتھیار لے کر لوٹ مار کرنے والا، گلا دبا کر مارنے والا۔

(۴) اپنے ماں باپ میں سے کسی کا قاتل۔

درمختار میں ہے: ''هِیَ فَرضٌ عَلٰی کُلِّ مُسلِمٍ مَاتَ ، خَلَا اَربَعَةٍ بُغَاةٌ وَ قُطَّاعُ طَرِیقٍ اِذَا قُتِلُوا فِیْ الحَربِ وَ کَذَا مُکَابِرٌ فِیْ مِصرٍ لَیلاً بِسَلَاحٍ وَ خَنَّاقٌ وَقَاتِلُ اَحَدِ اَبَوَیهِ''

ترجمہ: ''ہر مسلمان کی نماز جنازہ فرض ہے سوائے چار کے۔ باغی، رہزن، جب کہ یہ جنگ میں قتل ہوں۔ اسی طرح رات کو شہر کے اندر ہتھیار لے کر لوٹ مار کرنے والا، گلا دبا کر مارنے والا اور اپنے ماں باپ میں سے کسی کا قاتل۔''

حوالہ:- (۱) در مختار، مطبوعه مطبع مجتبائی، دهلی، باب صلوة الجنائز، جلد ۱، ص ۱۲۲

(۲)فتاوی رضویه(مترجم)،جلد۹، ص ۱۵۹، ۱۶۱ اور ۱۶۳

**مسئله :**

جس نے خودکشی (Suicide) کی ہے، اس کی بھی نماز جنازہ پڑھنا مسلمانوں پرواجب اوراس کی روح کوایصال ثواب کرنا جائز ہے۔ عالمگیری میں ہے: ''مَنْ قَتَلَ نَفْسَهٗ عَمْداً يُصَلّٰى عَلَيْهِ عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَ مُحَمَّدٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَهُوَ الْاَصِحُّ كَذَا فِى التَّبْيِيْنِ''

ترجمہ: ''جس نے جان بوجھ کر اپنے نفس کو قتل کیا (خودکشی کرلی) اس کی نماز جنازہ امام اعظم ابوحنیفہ اور امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک پڑھی جائے گی اور یہی زیادہ صحیح ہے۔ اور ایسا ہی بیان کتاب ''تبیین الحقائق'' میں بھی ہے۔''

حوالہ:- (۱)فتاوی عالمگیری ،مطبوعه مصر، جلد ۱، ص۱۵۲

(۲)فتاوی فیض الرسول، جلد ۱، ص ۴۴۸

(۳)بهار شریعت ،حصه ۴، ص۱۴۷

**مسئله :**

مسلمان مرد یا عورت کا بچہ زندہ پیدا ہوا۔ یعنی پیدا ہوتے وقت اکثر حصہ باہر ہونے کے وقت زندہ تھا، پھر مرگیا، تو اس کو غسل اور کفن دیں گے اور اس کی نماز جنازہ بھی پڑھیں گے۔ پیدا ہوتے وقت اکثر حصہ باہر آنے کی مقدار یہ ہے کہ اگر بچہ سر کی جانب سے باہر آیا ہے، تو سینہ تک اکثر ہے اور اگر پاؤں کی طرف سے باہر آیا ہے تو کمر تک اکثر ہے۔

حوالہ:- درمختار ، رد المحتار، بهار شریعت،حصه ۴،ص ۱۵۹

**مسئله :**

بچہ کی ماں یا جنائی (دائی) نے بچہ زندہ پیدا ہونے کی گواہی دی اور ولادت کے وقت بچہ زندہ تھا، پھر مرگیا، ایسی شہادت مل جائے، تو اس بچہ کی نماز جنازہ پڑھی جائے

گی۔ حوالہ:- رد المحتار ، بہار شریعت ، حصہ ٤ ، ص ١٥٩

**مسئلہ :**

چھوٹے بچے کے ماں باپ دونوں مسلمان ہوں یا ماں باپ میں سے کوئی ایک مسلمان ہو، تو وہ بچہ مسلمان کے حکم میں ہے اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

حوالہ:- در مختار، بہار شریعت، حصہ ٤ ، ص ١٤٦

**مسئلہ :**

ہیجڑا اگر مسلمان ہے تو اس کی نماز جنازہ پڑھنا فرض ہے اور نیت میں مرد اور عورت کی تخصیص کی کوئی حاجت نہیں کیونکہ مرد و عورت دونوں کی نماز جنازہ کے لیے ایک ہی دعا ہے۔ خصوصاً یہ ہیجڑے جو یہاں پائے جاتے ہیں، وہ مرد ہی ہوتے ہیں، جو اپنے آپ کو عورت بتاتے ہیں۔ حوالہ:- فتاوی رضویہ (مترجم) ، جلد ٩ ، ص ١٧٤

**مسئلہ :**

مرتد کہ جس کے عقائد حد کفر تک پہنچ چکے ہوں، مثلاً: رافضی، خارجی، قادیانی، شیعہ، نجدی، وہابی، تبلیغی، غیر مقلد، وغیرہ جنہوں نے بارگاہ خداوندی جل جلالہ اور بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نیز بزرگان دین کی جناب میں کھلی گستاخیاں، بے ادبیاں اور توہین و تنقیص کی ہیں، ان تمام بدمذہبوں سے موت و حیات کے تمام علاقے اور رشتے قطع کرنا مسلمانوں پر فرض قطعی ہے۔ لہذا اگر وہ مرتد بدمذہب بیمار پڑیں تو ان کی عیادت اور بیمار پرسی کو جانا حرام، مر جائیں تو ان کی جنازہ کی نماز پڑھنا حرام، انھیں مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا حرام اور ان کی قبر پر جانا بھی حرام ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:

''وَلَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنۡهُمۡ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمۡ عَلٰى قَبۡرِهٖ اِنَّهُمۡ كَفَرُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَمَاتُوۡا وَهُمۡ فٰسِقُوۡنَ'' (سورۂ توبہ، آیت ٨٤)

ترجمہ: ’’اوران میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے رہنا، بے شک وہ اللہ اور رسول سے منکر ہوئے اور فسق میں ہی مر گئے۔‘‘

(کنزالایمان)

بحوالہ:- فتاوی رضویہ، مطبوعہ: رضا اکیڈمی، بمبئی، جلد٤،ص ٥٠

تفسیر: ’’اس آیت میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو منافقین کے جنازے کی نماز اوران کے دفن میں شرکت کرنے سے منع فرمایا گیا۔‘‘

**مسئلہ:**

اس آیت سے ثابت ہوا کہ کافر کے جنازے کی نماز کسی حال میں جائز نہیں اور کافر کی قبر پر دفن وزیارت کے لیے کھڑے ہونا بھی ممنوع ہے اور یہ جو فرمایا (اور فسق ہی میں مر گئے) یہاں فسق سے کفر مراد ہے۔قرآن کریم میں اور جگہ بھی فسق بمعنی کفر وارد ہوا ہے جیسے کہ آیت:

’’اَ فَمَنْ كَانَ مُؤمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا‘‘ میں بیان ہے۔

**مسئلہ :**

فاسق کے جنازے کی نماز جائز ہے۔اس پر صحابہ اور تابعین کا اجماع ہے اور اس پر علمائے صالحین کا عمل اور یہی اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے۔

**مسئلہ:**

اس آیت سے مسلمانوں کے جنازے کی نماز کا جواز بھی ثابت ہوتا ہے اور اس کا فرض کفایہ ہونا حدیث مشہور سے ثابت ہے۔

**مسئلہ:**

جس شخص کے مؤمن یا کافر ہونے میں شبہ ہو اس کے جنازے کی نماز نہ پڑھی جائے۔

**مسئلہ:**

جب کوئی کافر مر جائے اور اس کا ولی مسلمان ہو تو اس کو چاہیئے کہ بطریق مسنون غسل نہ دے بلکہ نجاست کی طرح اس پر پانی بہادے اور نہ کفن مسنون دے بلکہ اتنے کپڑے میں لپیٹ دے جس سے ستر چھپ جائے اسی طرح سنت طریقہ پر دفن نہ کرے نہ بطریق سنت قبر بنائے صرف گڑھا کھود کر دبا دے۔

**شان نزول:** ''عبداللہ بن ابی بن سلول منافقوں کا سردار تھا۔ جب وہ مر گیا تو اس کے بیٹے عبداللہ، جو مسلمان صالح مخلص صحابی اور کثیر العبادت تھے انہوں نے یہ خواہش کی کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے باپ عبداللہ بن ابی سلول کو دفن کے لئے اپنا قمیص مبارک عنایت فرمادیں، اور اس کی نماز جنازہ پڑھادیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے اس کے خلاف تھی لیکن چونکہ اس وقت تک ممانعت نہیں ہوئی تھی اور حضور کو معلوم تھا کہ حضور کا یہ عمل ایک ہزار آدمیوں کے ایمان لانے کا باعث ہوگا، اس لئے حضور نے اپنی قمیص بھی عنایت فرمائی اور جنازہ میں شرکت بھی کی۔ قمیص دینے کی ایک وجہ یہ تھی کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس جو بدر میں اسیر ہو کر آئے تھے، تو عبداللہ بن ابی سلول نے اپنا کرتہ انہیں پہنایا تھا۔ حضور کو اس کا بدلہ کر دینا بھی منظور تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، اور اس کے بعد پھر کبھی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی منافق کے جنازہ میں شرکت نہ فرمائی اور حضور کی وہ مصلحت بھی پوری ہوئی چنانچہ جب کفار نے دیکھا کہ ایسا شدید العداوت شخص جب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کرتے سے برکت حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کے عقیدے میں بھی آپ اللہ کے حبیب اور اس کے سچے رسول ہیں۔ یہ سوچ کر ہزار کافر مسلمان ہو گئے۔''

حوالہ:- خزائن العرفان في تفسير القرآن، ص ۳۲۱

# نماز جنازہ کہاں پڑھی جائے؟

**مسئلہ :**

اگر نماز جنازہ چلتی سواری پر پڑھی، تو نماز نہ ہوگی۔ یونہی اگر جنازہ کسی جانور پر یا چلتی سواری پر لدا ہوا ہے، تو بھی نماز جنازہ نہ ہوگی۔

حوالہ:- درمختار، بہار شریعت، حصہ ٤، ص ١٤٦ اور ١٤٧

**مسئلہ :**

مذہب حنفی میں مسجد میں نماز جنازہ مکروہ تحریمی ہے۔ خواہ میت (جنازہ) مسجد کے اندر ہو یا باہر ہو۔ سب نمازی مسجد کے اندر ہوں یا بعض۔ ہر حال میں مسجد کے اندر نماز جنازہ مکروہ تحریمی اور منع ہے۔

## ہدایہ میں ہے:

''لَایُصَلّٰی عَلٰی مَیِّتٍ فِی مَسْجِدِجَمَاعَةٍ لِقَوْلِ النَّبِیِّ صَلَی اللّٰه تَعَالیٰ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ :مَنْ صَلّٰی عَلٰی جَنَازَةٍ فِی الْمَسْجِدِ فَلَا اَجْرَ لَهٗ وَ لِاَنَّهٗ بُنِیَ لِاَدَاءِ الْمَکْتُوْبِ وَ لِاَنَّهُ یَحْتَمِلُ تَلْوِیْثُ الْمَسْجِدِ وَ فِیْهَا اِذَا کَانَ الْمَیِّتُ خَارِجَ الْمَسْجِدِ اِخْتَلَفَ الْمَشَائِخُ''

ترجمہ: ''مسجد جماعت میں کسی میت کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے گی۔ اس لئے کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی اس کے لیے اجر نہیں، اور اس لئے کہ مسجد فرض نمازوں کی ادائیگی کے لیے بنی ہے۔ اور اس لئے کہ اس میں مسجد کی آلودگی کا احتمال ہے۔ اور ہدایہ ہی میں ہے کہ جب میت مسجد کے باہر ہو، تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے۔''

## تنویرالابصار میں ہے:

كُرِهَتْ تَحْرِيْمًا فِىْ مَسْجِدِ جَمَاعَةٍ هِىَ فِيْهِ وَ اخْتَلَفَ فِى الْخَارِجَةِ وَ الْمُخْتَارُ اَلْكَرَاهَةُ ۔

ترجمہ: ''مسجد جماعت میں نماز جناہ مکروہ تحریمی ہے۔ جبکہ جنازہ مسجد کے اندر ہو اور اگر جنازہ مسجد سے باہر ہے، تو اس بارے میں اختلاف ہے۔ مختار (اختیار کیا گیا قول) یہ ہے، کہ مکروہ ہے۔''

حوالہ:- (۱)الهداية ۔ مطبوعه ۔ مجلس بركات، مبارك پور، فصل فى الصلوٰة على الميت ، جلد ۱، ص ۱۶۱

(۲)در مختار ۔ مطبوعه مطبع مجتبائى، دهلى، جلد ۱، ص ۱۲۳

(۳)فتاوى رضويه ، (مترجم) جلد ۹، ص ۲۶۱، اور ۲۶۳

(٤)بهار شريعت ، حصه ٤، ص ۱۵۸

**مسئله :**

صحیح یہ ہے کہ مسجد میں نہ جنازہ ہو، نہ امام جنازہ، نہ صف جنازہ، یہ سب مکروہ ہے۔

حوالہ:- فتاوى رضويه ، (مترجم ) جلد ۹، ص ۲٦٤

**مسئله :**

مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ تحریمی، ناجائز اور گناہ ہے، بلکہ جنازہ کسی مسجد کے اندر داخل کرنا بھی مکروہ ہے۔

حوالہ:- (۱)فتاوى عالمگيرى ، مطبوعه ، مصر جلد ۱، ص ۱۵۵

(۲)عنايه مع فتح القدير ، جلد ۲، ص ۹۰

(۳)فتاوى شامى ، جلد ۱، ص، ۵۹۳

(٤)فتاوى فيض الرسول ، جلد، ۱۔ ص ٤٤٥

**مسئله :**

مسجد کا صحن بھی مسجد کے حکم میں ہے لہذا مسجد کے صحن میں بھی نماز جنازہ مکروہ ہے۔البتہ مسجد کی حد سے باہر فنائے مسجد (خارج از مسجد) میں جائز ہے۔

حوالہ:- فتاوی رضویه (مترجم) جلد ۹۔ ۲۶۵

**مسئله :**

جنازہ کی نماز کے لیے مسجد سے متصل کوئی جگہ جو خارج مسجد ہو، ایسی جگہ کو خاص نماز جنازہ کے لئے متعین کر کے اس میں نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے۔اسی طرح عید گاہ میں بھی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے۔طحطاوی شریف میں ہے:

''لَا تُكْرَهُ فِي مَسْجِدٍ أُعِدَّ لَهَا وَ لِذَا فِي مَدْرَسَةٍ وَ مُصَلّٰى عِيْدٍ''

ترجمہ: ''جو مسجد خاص صرف نماز جنازہ کے لیے بنائی گئی ہو، اس میں جنازہ کی نماز پڑھنا مکروہ نہیں، اسی طرح مدرسہ یا عید گاہ میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ نہیں۔''

حوالہ:- طحطاوی علی مراقی الفلاح ،از سید العلماء ، علامه امام سید احمد مصری طحطاوی حنفی ،مطبوعه: قسطنطنیه ، ص ۳۲۶

**مسئله :**

بعض مقامات پر لوگ ایسا بہانہ کرتے ہیں کہ دو پہر کے وقت سخت دھوپ میں اور خصوصاً رمضان المبارک کے مہینے میں نماز جنازہ میں شریک ہونے والے حضرات روزہ دار ہوتے ہیں اور خارج مسجد دھوپ میں نماز جنازہ پڑھنے میں سخت تکلیف ہوتی ہے۔لہذا ہم نماز جنازہ داخل مسجد چھت کے سایہ میں پڑھتے ہیں۔ان کا یہ عذر ہر گز نہیں مانا جائے گا، امام احمد رضا محقق بریلوی فرماتے ہیں:

''نماز جنازہ بہت ہلکی اور جلد ادا ہو جانے والی چیز ہے۔اتنی دیر دھوپ کی

تکلیف ایسی نہیں کہ اس کے لیے مکروہ تحریمی گوارہ کیا جائے اور مسجد کی بے حرمتی روا رکھیں۔''

حوالہ:- (۱) فتاوی رضویہ جلد ٤۔ ص ٥٧

(۲)فتاوی رضویہ (مترجم )جلد ۹۔ ص ۲٦۳

**مسئلہ :**

اگر نماز جنازہ مسجد کے اندر (داخل مسجد ) پڑھی ،تو بھی نماز ادا ہو جائے گی اور نماز جنازہ کا فرض اتر جائے گا، البتہ حکم شریعت کی مخالفت کا گناہ ہوگا، امام احمد رضا محقق بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں کہ:

''رہی نماز وہ ادا ہو جائے گی ،فرض اتر جائے گا اور مخالفت حکم کا گناہ اور نفس نماز کا ثواب اللہ عزوجل کے ہاتھ، جیسے کوئی مغصوب زمین میں نماز پنجگانہ پڑھے۔''

(حوالہ: ایضاً)

**مسئلہ :**

بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ خانہ کعبہ ( مکہ مکرمہ ) اور مسجد نبوی (مدینہ منورہ) میں نماز جنازہ کیوں ہوتی ہے؟ اور جب کعبہ شریف میں نماز جنازہ پڑھتے ہیں تو ہمارے یہاں کی مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے میں کیا حرج ہے؟

اس سوال کا جواب دیتے ہوئے امام احمد رضا محقق بریلوی فرماتے ہیں:

''وہاں شافعیہ کے طور پر ہوتی ہے، حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں''

حوالہ:- ( ۱ )فتاوی رضویہ ۔ جلد ٤۔ ص ٨٤

(۲)فتاوی رضویہ (مترجم) جلد ۹ ، ص ۲٦٦

**اہم نکتہ :**

مسجد کے اندرونی حصہ میں نماز جنازہ پڑھنے کی مذہب حنفی میں جو ممانعت ہے،

اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ مساجد کو صاف ستھری رکھنا اور گندگی سے ملوث ہونے سے بچانا ضروری ہے۔ احادیث کریمہ اور کتب فقہ میں اس کی سخت تاکید فرمائی گئی ہے۔ بلکہ فقہ کی کتابوں میں یہاں تک لکھا ہوا ہے کہ

- مسجد میں اس طرح کھانا پینا کہ مسجد میں گرے اور مسجد آلودہ ہو، مطلقاً حرام ہے۔ یہ حکم معتکف اور غیر معتکف سب کے لیے یکساں ہے۔

حوالہ:- احکام شریعت، حصہ ۱، مسئلہ ۱،ص ۲

- مسجد کو گھن (کراہت) کی چیز سے بچانا ضروری ہے، آج کل دیکھا گیا ہے کہ کچھ لوگ وضو کرنے کے بعد اعضاء وضو پر جو پانی ہوتا ہے، اسے کپڑے سے پونچھ کر خشک کرنے کے بجائے ہاتھ سے پانی پونچھ کر مسجد کے فرش پر جھاڑ دیتے ہیں۔ یہ ناجائز اور حرام ہے۔

حوالہ:- فتاوی رضویہ۔ جلد۔ ۱۔ ص۔ ۷۳۳

- حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ:-

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

''جَنِّبُوا مَسَاجِدَکُمْ مِنْ صِبْیَانِکُمْ وَ مَجَانِیْنِکُمْ۔''

ترجمہ: ''اپنی مسجدوں کو اپنے ناسمجھ بچوں اور پاگلوں سے بچاؤ۔''

حوالہ:- (۱)سنن ابن ماجه، جلد ۱، ص ۵۵

(۲)فتح الباری للعسقلانی، جلد ۱۳، ص ۱۵۷

(۳)مجمع الزوائد للهیثمی جلد ۲، ص ۲۵

(٤)التفسیر لابن کثیر، جلد ٦، ص ٦٨

(٥)المطالب العالیة لابن حجر، ص ۳۵۷

(٦)المعجم الکبیر للطبرانی، جلد ۸، ص ١٥٦

اس حدیث شریف میں ناسمجھ بچوں اور پاگلوں کو مسجد میں لانے کی جو ممانعت فرمائی گئی ہے اس کی اہم وجہ یہ ہے کہ ناسمجھ بچوں اور پاگلوں کو پیشاب، پاخانہ وغیرہ کا شعور نہیں ہوتا اور نہ ہی ان کے پیشاب کرنے یا پاخانہ کرنے کا وقت متعین ہوتا ہے ناسمجھ بچوں اور پاگلوں کو یہ شعور نہیں ہوتا کہ پیشاب یا پاخانہ کب کرنا چاہیئے اور کب نہیں اور کہاں کرنا چاہیئے اور کہاں نہیں۔ لہذا ناسمجھ بچوں اور پاگلوں کو مسجد میں لانے سے یہ احتمال رہتا ہے کہ نہ جانے کب وہ پیشاب یا پاخانہ کردیں اور مسجد کا فرش نجاست سے ملوث ہوجائے۔ لہذا ان کو مساجد میں آنے سے روکا گیا ہے، تاکہ مساجد کا نجاست سے ملوث ہونے کا امکان ہی نہ رہے۔

امام اہل سنت، امام احمد رضا محقق بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں کہ:

**"امعاء غالباً فضلات سے خالی نہیں ہوتیں اور موت مزیل استمساک وموجب استرخائے تام ہے اور جنازہ لے چلنے کی حرکت موید خروج، تو ہر میت میں خوف تلویث موجود، باقی کسی خاص وجہ سے غلبہ ظن کی کیا حاجت، ناسمجھ بچوں کو مسجد میں لانا مطلقاً ممنوع ہوا کہ سب میں احتمال تلویث قائم۔ کچھ یہ شرط نہیں کہ جس بچہ کو اسہال وغیرہ کا عارضہ لاحق ہو، وہی مسجد میں نہ لایا جائے، یونہی میت بلکہ اس سے بھی زائد"**

حوالہ:- فتاوی رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۲۶۰

مندرجہ بالا عبارت کا ماحصل یہ ہے کہ عموماً امعاء یعنی آنتیں فضلات یعنی پاخانہ وغیرہ سے خالی نہیں ہوتی۔ زندہ آدمی کی آنتیں پاخانہ وغیرہ فضلات سے بھری ہوئی ہوتی ہیں۔ اسی طرح مردہ آدمی کی آنتیں بھی فضلات سے بھری ہوئی ہوتی ہیں۔ زندہ آدمی کی آنتوں میں جو فضلات ہوتے ہیں، اسے آدمی روکے ہوئے ہوتا ہے۔ یعنی بغیر محل وموقع وہ فضلات از خود باہر نہیں آجاتے بلکہ آدمی بیت الخلاء یا موضع قضائے حاجت میں جاکر

جب تک اسے باہر نہیں نکالتا، وہ فضلات آنتوں میں رکے رہتے ہیں اور باہر نہیں آتے۔ المختصر، آنتوں کے اندر کے فضلات پر زندہ آدمی کا استمساک یعنی گرفت اور پکڑ (Control) ہوتی ہے۔ وہ اگر چاہے تو روکے رکھے اور اگر چاہے تو باہر نکال دے۔ یہ استمساک صرف زندہ آدمی کو ہی ہے۔ موت واقع ہونے کے بعد مردہ آدمی کا آنتوں پر استمساک یعنی گرفت و کنٹرول نہیں ہوتا کیونکہ موت مزیل استمساک یعنی کنٹرول کو مٹا دیتی ہے۔ لہذا اب آنتوں کے اندر جو فضلات ہیں وہ بغیر کسی کنٹرول کے آنتوں میں پڑے ہوتے ہیں بلکہ اس کے خود بخود باہر آ جانے کے زیادہ امکانات ہیں کیونکہ موت کا واقع ہونا ''موجب استرخائے تام'' یعنی ڈھیلا ہو کر نکل جانے کا کامل امکان ہونے کا سبب ہے۔ علاوہ ازیں گھر سے جنازہ لے کر چلنے کی وجہ سے اس میت کے جسم کو حرکت ہوتی ہے اور اس حرکت کی وجہ سے اس کا پیٹ ہلتا ہے اور پیٹ کے ہلنے کی وجہ سے آنتیں بھی متحرک ہوتی ہیں لہذا آنتوں کے اندر جو فضلات ہوتے ہیں ان میں سیلان آتا ہے یعنی وہ ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف آگے بڑھتے ہیں اور آگے بڑھتے بڑھتے وہ جسم سے باہر آ جائیں ایسا قوی امکان اور گمان ہے۔ اگر اندر کے فضلات میت کے جسم سے باہر آ گئے تو وہ فضلات میت کے کفن کو گیلا کرنے کے بعد ٹپک پڑیں گے اور ٹپک کر مسجد کے فرش پر گر کر اسے نجاست سے ملوث کر دیں گے اور مسجد کو تلویث سے بچانا ضروری، لازمی بلکہ واجب ہے۔ لہذا علماء نے میت کو مسجد میں لانے کی ممانعت صادر فرما دی تا کہ ''نہ رہے بانس، نہ بجے بانسری''۔

اس معاملہ میں کچھ لوگ ایسی دلیل پیش کرتے ہیں کہ ہر میت کے پیٹ سے فضلات خارج نہیں ہوتے بلکہ جس کا انتقال مرض اسہال یعنی پاخانہ کثرت سے ہونے

کی بیماری جس کو انگریزی میں (Diarrioea) کہتے ہیں۔اس بیماری میں کثرت سے پتلا پاخانہ ہوتا ہے۔اس بیماری کو عوام دست آنا بھی کہتے ہیں۔اس بیماری میں کثرت سے پاخانہ ہونے کی وجہ سے جسم کا پانی ختم ہوجاتا ہے۔اور (Dehydration) ہو جانے کی وجہ سے آدمی مرجاتا ہے۔ایسے مرض (اسہال) میں انتقال کرنے والے شخص کے انتقال کے بعد بھی پاخانہ کے مقام سے باریک اور پتلا پاخانہ نکلنے کا قوی امکان ہوتا ہے۔اگر مرض اسہال میں مرا ہے تو اس کے جنازہ کو مسجد میں نہ لانا چاہیئے لیکن عام طور پر جو لوگ مرتے ہیں، ان کے جنازے کو مسجد میں لانے میں کیا حرج ہے؟

اس دلیل کا جواب دیتے ہوئے امام احمد رضا محقق بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں کہ ''باقی کسی خاص وجہ سے غلبہ ظن کی کیا حاجت'' یعنی صرف مرض اسہال میں انتقال کرنے والے کے جنازہ کو مسجد میں لانے سے مسجد کا فرش ناپاک ہونے کا غالب گمان ہے۔صرف اسی وجہ سے مرض اسہال میں مرنے والے کے علاوہ دوسرے جنازے مسجد میں لانے کی رخصت ثابت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ حدیث شریف میں ناسمجھ بچوں کو مسجد میں لانے کی جو ممانعت ہے، وہ عام ہے اس ممانعت میں کسی بھی قسم کی تخصیص نہیں۔یعنی جس بچے کو دست آتے ہوں، اسے ہی مسجد میں نہ لایا جائے۔ بلکہ ناسمجھ بچوں کو مسجد میں لانے کی جو ممانعت ہے وہ تمام ناسمجھ بچوں کے لیے ہے۔ کیونکہ تمام بچوں سے مسجد کی تلویث (گندگی، ناپاکی) کا خطرہ ہے۔تو جب مسجد کی تلویث کی وجہ سے تمام ناسمجھ بچوں کا مسجد میں داخلہ ممنوع قرار پایا ہے، تو ناسمجھ بچوں کے مقابلے میں میت سے مسجد کی تلویث کا زیادہ امکان ہے۔اور اسی وجہ سے مسجد میں جنازہ لانا ممنوع ہے۔

**مسئلہ :**

شارع عام یعنی شاہراہ جس پر چلنے کا ہر شخص کا حق ہے یا کسی کی ملکیت کی زمین جب کہ زمین کا مالک نماز جنازہ پڑھنے سے منع کرتا ہو، ایسی زمین پر اور شارع عام پر نماز جنازہ پڑھنا منع ہے۔ حوالہ:- بهار شريعت ، حصه ٤ ،ص ١٥٨

**مسئلہ :**

اگر کوئی شخص کوئیں میں گر کر مر گیا اور کسی وجہ سے اس کا مردہ جسم باہر نہ نکالا جا سکا یا اس کے اوپر مکان گرا اور وہ مکان کے نیچے دب کر مر گیا اور اس کا مردہ جسم نکالا نہ جا سکا تو اس جگہ کھڑے ہو کر اس کی نماز جنازہ پڑھ لیں اور اگر دریا یا سمندر میں ڈوب کر مر گیا اور اس کا مردہ جسم نکالا نہ جا سکا، تو اس کی نماز جنازہ سمندر کے کنارے کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتے ، کیونکہ میت کا نمازیوں کے سامنے ہونا معلوم نہیں ۔ جب کہ کنوئیں میں ڈوبنے والا یا مکان کے نیچے دبنے والا ایک متعین جگہ پر ہے اور اس متعین جگہ کے سامنے کھڑے ہو کر نماز جنازہ پڑھتے وقت میت نمازیوں کے سامنے ہوگی۔

ماخوذاز: بهار شريعت ، حصه ٤، ص ١٥٨

**مسئلہ :**

میت کو بغیر غسل دیئے نماز پڑھ کر یا نماز جنازہ پڑھے بغیر دفن کر دیا اور اس کی قبر پر مٹی بھی ڈال دی گئی، تو اب اس کی قبر پر نماز پڑھیں، جب تک اس کا جسم پھٹنے ( بگڑنے ،سڑنے ) کا غالب گمان نہ ہو، اور اگر ابھی صرف قبر میں رکھا ہے اور مٹی نہیں دی گئی تو مردہ کو قبر سے نکال کر نماز جنازہ پڑھ کر پھر دفن کر دیں۔

حوالہ:- (١) بهار شريعت ـ حصه ـ ٤ـ ص ـ ١٥٨

(٢) فتاوی رضويه (مترجم) جلد ٩ـ ص ـ ١٩٥

**مسئلہ:**

اگر مذکورہ صورت حال پیدا ہوئی اور قبر پر نماز جنازہ پڑھنے کی نوبت آئی، تو اس میں دنوں کی کوئی تعداد مقرر نہیں کہ کتنے دن تک پڑھی جائے۔ بس یہ غالب گمان ہو کہ میت کا جسم پھٹا نہیں اور سلامت ہے اور میت کا جسم جلد یا دیر میں پھٹنے میں موسم کے اور میت کے جسم و مرض کے اختلاف کی وجہ سے مختلف اوقات ہیں۔ مثلاً موسم سردی میں میت کا جسم دیر میں اور گرمی کے موسم میں جلد پھٹ جائے گا۔ اسی طرح فربہ یعنی موٹا بدن جلد اور لاغر (دبلا) جسم دیر میں پھٹے گا۔ یونہی گیلی زمین میں مردہ جلد اور خشک زمین میں دیر سے پھٹے گا۔ (حوالہ:- ایضاً)

**مسئلہ :**

میت کو غسل دیئے بغیر اس کی نماز جنازہ پڑھی تو نماز نہ ہوئی، اس کو غسل دے کر پھر سے نماز جنازہ پڑھیں، اور اگر میت کو قبر میں رکھ چکے ہیں، مگر ابھی مٹی نہیں ڈالی گئی تو قبر سے باہر نکال کر، غسل دے کر نماز پڑھیں اور اگر مٹی دے چکے ہیں تو اب نہیں نکال سکتے لیکن پھر بھی دوبارہ اب اس کی قبر پر نماز پڑھیں۔ دوسری مرتبہ پڑھی گئی نماز ہو جائے گی۔ اور پہلی مرتبہ جو نماز بغیر غسل کے پڑھی گئی، وہ نہ ہوئی۔ حالانکہ دونوں نمازیں بغیر غسل کے پڑھی گئی ہیں۔ پہلی اس لیے نہ ہوئی کہ تب غسل دینا ممکن تھا اور غسل نہ دیا۔ دوسری مرتبہ اس لیے ہو جائے گی کہ اب غسل دینا ممکن نہیں، اور مجبوری کی حالت ہے۔

حوالہ:- بہار شریعت ، حصہ ٤ ، ص ١٧٤

# نماز جنازہ کے اوقات کی تفصیل

جس طرح پنجگانہ نماز میں وقت شرائط نماز میں سے ہے کہ ہر نماز کا وقت متعین

ہے۔علاوہ ازیں اوقات مکروہہ میں نماز پڑھنا ممنوع ہے اور اسی طرح کے کئی متفرق مسائل پنجگانہ نماز سے متعلق ہیں، لیکن نماز جنازہ میں وقت شرائط سے نہیں اور نماز جنازہ کا کوئی وقت متعین ومقرر نہیں کہ انہیں اوقات میں جنازہ کی نماز پڑھی جائے بلکہ جس وقت بھی چاہیں، جنازہ کی نماز پڑھ سکتے ہیں۔البتہ اوقات کے تعلق سے باعتبار فضیلت کچھ مسائل ضرور ہیں۔جو ذیل میں بیان کیے جاتے ہیں۔

**مسئلہ :**

نماز جنازہ ہر وقت مشروع ہے یعنی پڑھی جا سکتی ہے۔ یہاں تک کہ تینوں اوقات مکروہہ میں بھی پڑھی جاسکتی ہے جب کہ مکروہ وقت ہی میں جنازہ آیا ہو۔یعنی اگر مکروہ وقت میں جنازہ آیا، تو اسی وقت نماز جنازہ پڑھنے میں کوئی کراہت نہیں، کراہت اس صورت میں ہے کہ جنازہ پہلے سے موجود ہے اور نماز میں تاخیر کردی، یہاں تک کہ مکروہ وقت آگیا۔ کیونکہ اگر جنازہ مکروہ وقت سے پہلے آگیا تھا، تو اس کا ادا کرنا وجوب کامل تھا اور اس کو غیر مکروہ وقت میں ادا کرنی تھی، لیکن تاخیر کردی اور مکروہ وقت آگیا، اور اب ادا کرے تو ناقص ہوگی۔ ہاں اگر جنازہ ہی مکروہ وقت لایا گیا، تو اب اس کو ادا کرنے کا وجوب اسی مکروہ وقت میں ہوا۔لہذا اب مکروہ وقت میں اس کو ادا کرے تو ناقص نہیں ہوگی۔

صَلٰوۃُ الْجَنَازَۃِ مَشْرُوْعَۃٌ فِی کُلِّ وَقْتٍ حَتّٰی فِی الْاَوْقَاتِ الثَّلَاثَۃِ اِنْ حَضَرَتْ فِیْھَا۔

ترجمہ: ''نماز جنازہ ہر وقت مشروع ہے، یہاں تک کہ تینوں اوقات مکروہہ (طلوع، غروب اور زوال) میں بھی، اگر اسی وقت آیا ہو۔''

اور حدیث شریف میں بھی ارشاد ہے کہ تین چیزوں میں دیر نہ کی جائے، ان

میں سے ایک یہ جنازہ ہے۔ جب آجائے۔

حوالہ:- (۱)در مختار، کتاب الصلاۃ، جلد ۱، ص ٦١

(۲)رد المحتار، مطبوعه، مصر، جلد ۱، ص ۲۷۵

(۳)فتاوی عالمگیری، جلد ۱، ص ٤٩

(٤)فتاوی رضویه مترجم جلد ۹، ص ۱۸۵

(۵) بهار شریعت حصه ۳،ص ۲٤

(٦) فتاوی رضویه، جلد ٤، ص٥٢

**مسئله :**

نمازِ عید کے وقت اگر جنازہ آیا، تو پہلے عید کی نماز پڑھیں، پھر نمازِ جنازہ پڑھیں، پھر عید کا خطبہ پڑھیں۔

حوالہ:- (۱)رد المحتار، مطبوعه رشیدیه، کوئٹه،جلد۱، ص ٦٥٨

(۲) بهار شریعت، حصه ٤، ص١٥٩

**مسئله:**

مغرب کی نماز کے وقت جنازہ آیا، تو پہلے نمازِ مغرب ادا کرنا چاہیئے، بلکہ مغرب کے بعد کی مقررہ سنتوں کو بھی ادا کر لینا چاہیئے، پھر نمازِ جنازہ پڑھنی چاہیئے۔

حوالہ:- (۱) درمختار، مطبوعه: مطبع مجتبائی، دهلی، باب: صلوۃ الجنائز، جلد۱،ص۱۲۲/۱۲۳

(۲) فتاوی رضویه (مترجم) جلد۹،ص۱۸۳

(۳) فتاوی رضویه ، جلد٤،ص ۱۸

**مسئله:**

نمازِ مغرب کے وقت جنازہ آیا، تو فرض اور سنتیں پڑھ کر نمازِ جنازہ پڑھیں، یوں ہی کسی اور فرض نماز کے وقت جنازہ آئے اور جماعت تیار ہو، تو فرض و سنتیں پڑھ کر نماز

جنازہ پڑھیں، بشرطیکہ نماز جنازہ کی تاخیر میں میت کا جسم خراب ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔

حوالہ:- عالمگیری، ردالمحتار، بہار شریعت، حصہ ٤، ص ١٥٩

**مسئلہ :**

ظہر کی نماز کے وقت جنازہ آیا اور وقت بہت ہے، تو نماز جنازہ پہلے پڑھیں۔ البتہ اگر جنازہ لے جانے والے بھی اسی ظہر کی نماز کی جماعت میں شریک ہوں گے اور نماز جنازہ ظہر سے پہلے پڑھ لینے کے باوجود بھی جنازہ، نماز ظہر سے فارغ ہو جانے تک رکھا رہے گا، تو اگر میت کے جسم کے بگڑنے یا پھٹنے کا اندیشہ نہ ہو، تو بعد میں نماز جنازہ پڑھیں تاکہ نماز ظہر پڑھنے والے وہ حضرات جو جنازہ کے ساتھ نہیں آئے تھے، وہ بھی نماز میں شریک ہو جائیں اور زیادہ لوگ نماز جنازہ پڑھیں۔

حوالہ:- (١) فتاوی رضویہ، جلد ٤، ص ٨٤

(٢) فتاوی رضویہ (مترجم) جلد ٩، ص ١٨٤

**مسئلہ :**

عصر کی نماز سے پہلے جنازہ آیا، تو اب نماز جنازہ پہلے پڑھیں اور اگر وقت تنگ ہے تو عصر کی نماز پہلے پڑھنا ضروری ہے۔

حوالہ:- (١) فتاوی رضویہ، جلد ٤، ص ٥٢

(٢) فتاوی رضویہ (مترجم) جلد ٩، ص ١٨٥

**مسئلہ :**

عصر کی نماز کے بعد نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے۔ بلکہ اگر مکروہ وقت میں جنازہ آیا، مثلاً سورج ڈوبنے سے دس منٹ پہلے جنازہ لایا گیا، تو اسی وقت نماز جنازہ پڑھنے میں کوئی کراہت نہیں، کراہت اس صورت میں ہے کہ پہلے سے جنازہ موجود ہے اور

بلا وجہ تاخیر (دیر) کی، یہاں تک کہ مکروہ وقت آ گیا۔

حوالہ:- فتاوی فیض الرسول ، جلد ۱، ص ۴۴۳

**مسئلہ :**

جمعہ کے دن کسی کا انتقال ہوا، تو اگر نماز جمعہ سے پہلے اسے غسل و کفن دے کر اور نماز جنازہ پڑھ کر دفن کر سکتے ہیں، تو پہلے ہی کر لیں۔ جنازہ اس خیال سے جمعہ کی نماز تک روک رکھنا کہ نماز جمعہ کے بعد مجمع زیادہ ہوگا مکروہ ہے۔

حوالہ:- رد المحتار ، بھار شریعت، حصه ٤،ص ۱۵۸

**مسئلہ :**

اگر جمعہ کے دن جمعہ کی نماز سے پہلے جنازہ تیار ہو گیا تو جماعت کثیر کے انتظار میں دیر نہ کریں اور پہلے ہی دفن کر دیں۔

لیکن آج کل عوام میں اس کے خلاف کرنے کی عادت پڑی ہوئی ہے اور نرے جاہل ایسی باتیں اڑاتے ہیں کہ کوئی کہتا ہے، میت بھی جمعہ کی نماز میں شریک ہو جائے، کوئی کہتا ہے، کہ نماز کے بعد دفن کریں گے، تو میت کو ہمیشہ جمعہ ملتا رہے گا۔ یہ سب بے اصل اور شریعت کے مقصد کے خلاف ہے۔

حوالہ:- فتاوی رضویه (مترجم) جلد۹ ،ص ۳۱۰

## نماز جنازہ میں میت اور مصلی دونوں کی طہارت

**مسئلہ :**

میت کے بدن کا پاک ہونے سے یہ مراد ہے کہ اسے غسل دیا گیا ہو، یا غسل ناممکن ہونے کی صورت میں تیمّم کرایا گیا ہو، کفن پہنانے سے پہلے اگر میت کے بدن

سے نجاست نکلی تو اسے دھو ڈالی جائے اور اگر کفن پہنانے کے بعد نکلی، تو اب دھونے کی حاجت نہیں۔

میت کا کفن پاک ہونے سے یہ مراد ہے کہ اسے پاک کفن پہنایا جائے اگر میت کو پاک کفن پہنانے کے بعد میت کے بدن سے نجاست خارج ہوئی اور کفن آلودہ ہوا، تو حرج نہیں، کفن دھونے کی ضرورت نہیں۔

حوالہ:- در مختار، رد المحتار، بهار شريعت، حصه ٤، ص١٤٧

**مسئله :**

نماز جنازہ پڑھنے والے سے متعلق شرطیں وہی ہیں، جو دیگر نمازوں سے متعلق ہیں، مثلاً نماز پڑھنے والے کا بدن اور کپڑے، نیز جس جگہ پر وہ نماز پڑھتا ہو وہ جگہ نجاست حقیقیہ اور حکمیہ سے پاک ہو، ستر عورت ہو، استقبال قبلہ اور نیت ہو، وقت کی شرط نہیں۔

ردالمحتار میں ہے:

''اَمَّا الشُّرُوْطُ الَّتِیْ تَرْجِعُ اِلَی الْمُصَلِّی فَهُوَ شُرُوْطُ بَقِیَّةِ الصَّلوةِ مِنَ الطَّهَارَةِ الْحَقِیْقَةِ بَدَنًا وَ ثَوْبًا وَ مَکَانًا وَ الْحُکْمِیَّةُ وَ سَتْرُ الْعَوْرَاتِ وَ الْاِسْتِقْبَالُ وَ النِّیَّةُ سِوَی الْوَقْتِ ''۔ اسی میں ہے کہ لَاصِحَّةَ لَهَا بِدُوْنِ الطَّهَارَةِ یعنی ''بغیر طہارت کے نماز جنازہ صحیح نہیں۔''

حوالہ:- (١)رد المحتار، مطبوعه اداره الطباعة ،مصر، جلد١،ص ٥٨٢

(٢)فتاوى رضويه، جلد٤،ص٩

(٣)فتاوى رضويه (مترجم)جلد ٩، ص ١٨٧

**مسئله :**

اگر امام بے طہارت ہے اور مقتدی باطہارت، تو نماز جنازہ پھر سے پڑھنی ہوگی

اوراگراس کے برعکس یعنی امام باطہارت ہے اور مقتدی بے طہارت، تو اس صورت میں جنازے کی نماز کا اعادہ نہیں۔

حوالہ:- (۱)در مختار، مطبوعہ مطبع مجتبائی، دھلی، جلد ۱، ص ۱۲۱

(۲)فتاوی رضویہ ، جلد٤، ص۹

(۳)فتاوی رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۱۸۷

(٤)بہار شریعت ، حصہ ٤، ص١٤٦

**مسئلہ :**

اگر جنازہ تیار ہے اور نماز جنازہ شروع ہونے والی ہے، اور اگر کوئی شخص وضو یا غسل کرے گا تو اتنی دیر میں نماز جنازہ پڑھ لی جائے گی اور یہ شخص نماز جنازہ میں شامل نہیں ہو سکے گا، تو تیمّم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے۔

حوالہ:- (۱)فتاوی رضویہ ، جلد ٤ ، ص ٤٩

(۲) فتاوی رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۳۰۷

(۳)بہار شریعت ، حصہ۲، ص٦۳

(٤)بہار شریعت حصہ ٤، ص ١٤٦

**حدیث:**

ابو بکر بن ابی شیبہ اپنی مصنف میں اور امام اجل ابو جعفر طحاوی ''شرح معانی الآثار'' میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ حضور اقدس، رحمت عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ: ''اِذَا فُجِئْتَكَ الجَنَازَةُ وَ اَنْتَ عَلٰی غَيْرِ وَضُوْءٍ فَتَيَمَّمْ وَصَلِّ عَلَيْهِ''

ترجمہ: ''جب تمہارے پاس اچانک جنازہ آجائے اور تم بے وضو ہو، تو تیمّم کر کے نماز پڑھ لو۔''

حوالہ:- (۱)شرح معانی الآثار ، باب ذکر الجنب و الحائض ،مطبوعہ

ایچ ایم سعید کمپنی ، کراچی ، جلد۱،ص٦٤

(۲)جامع الاحادیث ۔ مطبوعه مرکز اهل سنت برکات رضا ۔ پوربندر ، جلد ۲، ص ٥١

(۳)الکامل لابن عدی،مطبوعه دارالفکر،بیروت،جلد ۷،ص ٢٦٤

(٤)المصنف لابن ابی شیبه ،مطبوعه ادارة القرآن ، کراچی ، جلد۳،ص ۳۰٥

**مسئله :**

بعض لوگ جوتا پہنے ہوئے اور بہت لوگ جوتے اتار کراسی پر کھڑے ہوکر نماز جنازہ پڑھتے ہیں ۔اگر جوتا پہنے ہوئے پڑھی تو جوتا اوراس کے نیچے کی زمین دونوں کا پاک ہونا ضروری ہے اگر بقدر مانع یعنی جتنی مقدار کی نجاست منع ہے اتنی نجاست ہوگی تو اس کی نماز نہ ہوگی اوراگر جوتے پر کھڑے ہوکر پڑھی تو جوتے کا پاک ہونا ضروری ہے۔

حوالہ:- بهار شریعت ،حصه ٤،ص ١٤٦

**مسئله :**

اگرنماز جنازہ کےفوت ہونے کےخوف سے وضو یاغسل کے بجائے تیمّم کر کے ایک میت کی نماز جنازہ پڑھی تھی کہ دوسرا جنازہ آ گیا اور وضو یاغسل کی مہلت نہیں ہےتو اسی ایک تیمّم سے دوسرااور تیسراجہاں تک ہو،نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے۔

حوالہ:- (۱)فتاوی رضویه ، جلد ٤، ص ٦٤

(۲)فتاوی رضویه (مترجم ) جلد ۹، ص ۳۳۳

**مسئله :**

اگر پانی ہوتے ہوئے نماز جنازہ فوت ہونے کے خوف سے تیمّم کرکے نماز جنازہ پڑھی ،اب دوسرا جنازہ آ گیا ،اگر بیچ میں اتنی مہلت پائی تھی کہ وضو کر لیتا لیکن وضو

نہیں کیا اور اب اگر وضو کرتا ہے، تو یہ دوسرے جنازہ کی نماز فوت ہو جاتی ہے، تو اس صورت میں دوبارہ تیمّم کرے۔اور اگر دونوں جنازوں کے درمیان وضو کرنے کی مہلت ہی نہ پائی تھی تو اسی پہلے تیمّم سے دوسرے جنازہ کی نماز بھی پڑھے۔

حوالہ:-

(١) فتاوی کبری (٢)فتاوی قاضی خاں
(٣)خزانة المفتيين (٤)جامع المضمرات
(٥)شرح قدوری (٦)فتح القدير
(٧) جواهر الاخلاطی (٨)فتاوی عالمگیری،جلد١،ص ٣١
(٩)فتاوی رضویه جلد ٤، ص ٦٥ (١٠)فتاوی رضویه (مترجم) جلد٩، ص٣٣٦۔

# نماز جنازہ کی امامت کا حق دار کون؟

شریعت میں نماز جنازہ کی امامت کرنے کا حق ترتیب وار متعین کیا گیا ہے اور یہ جو ترتیب متعین کی گئی ہے اس میں ایک ضروری امر یہ ہے کہ جس کو امامت نماز جنازہ کا سب سے زیادہ حق ہے، اس کے موجود ہوتے ہوئے یا اس کی اجازت کے بغیر دوسرا کوئی شخص امامت نہیں کرسکتا۔اگر کسی دوسرے نے امامت کی تو بھی حقدار کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ دوبارہ نماز جنازہ پڑھے یا پڑھائے۔

## (۱) سلطان اسلام:

وہ موجود نہ ہو، تو اس کا نائب۔

## (۲) حاکم اسلام:

یہ موجود نہ ہو تو اس کا نائب۔

## (۳) قاضی:

یعنی مسلمان منصف (جج) جوشرع کی رو سے فیصلہ کرے (فیروز اللغات، ص ۹۴۴) اگر یہ موجود نہ ہوتو قاضی کا نائب۔

## (۴) حاکم اسلام کا نائب:

یعنی سلطان اسلام کے نائب کا نائب۔ اگر وہ موجود نہ ہوتو قاضی شرع کا نائب۔

## (۵) قاضی کا نائب:

یعنی قاضی شرع کا نائب، جو قاضی شرع کی عدم موجودگی میں از روئے شرع مقدمات کا فیصلہ کرے۔

## ضروری نوٹ:

عام طور سے نکاح پڑھانے والے کو بھی قاضی کہا جاتا ہے۔ یہاں جس قاضی کا ذکر کیا گیا ہے، اس سے نکاح پڑھانے والے مولوی صاحب ہرگز مراد نہیں ہے۔ حالانکہ عوام المسلمین نکاح خواں مولوی صاحب کو ''قاضی صاحب'' کہتے ہیں۔ لیکن یہاں قاضی سے مراد وہ منصف (جج) ہے جو اسلامی سلطنت میں مقدمات کا فیصلہ کرنے کے عہدے پر فائز ہوتا ہے۔ اب یہاں اسلامی سلطنت نہیں، لہذا علماء بلد قاضی شرع ہیں، انہیں کے یہاں مقدمات فیصلہ کے لیے پیش کیے جائیں۔

ایک حوالہ پیش خدمت ہے:

امام اہل سنت، مجدد دین ملت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محقق بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے ایک فتوے میں رقمطراز ہیں کہ:

’’نکاح خوانی کا قاضی کوئی عہدۂ شرعی نہیں۔ وہ بے اذن ولی ہرگز نہیں پڑھا سکتا‘‘

حوالہ:- (۱) فتاوی رضویہ، جلد ٤، ص ٨٥

(۲)فتاوی رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۱۷٤

## خلاصہ:

حقدار امامت نماز جنازہ میں بالترتیب جن اشخاص کا ذکر کیا گیا ہے، وہ اشخاص صرف اسلامی سلطنت میں ہی اپنے اپنے منصب اور عہدہ پر پائے جاتے ہیں۔ موجودہ زمانہ میں اور خصوصاً ہمارے ملک میں کہ جہاں جمہوریت ہے، وہاں ان منصب اور عہدہ کے معزز حضرات نہیں پائے جاتے۔ لہذا اس کے مطابق حقدار امامت جنازہ کی ترتیب پر عمل پیرا ہونا مشکل ہے۔

## (٦) امام مسجد محلّہ:

یعنی مرنے والا جس محلّہ میں رہتا تھا، اس محلے کی مسجد کا امام (جو سنی صحیح العقیدہ، پابند شرع ہو)

- امام محلّہ کو ولی پر تقدیم (فضیلت) دینا مستحب ہے۔ بشرطیکہ وہ امام مسجد محلّہ ولی سے افضل ہو، ورنہ ولی بہتر ہے۔

## نوٹ:

یہاں جس ولی کا ذکر ہے، اس سے کیا مراد ہے؟ وہ چند سطروں کے بعد ملاحظہ فرمائیں۔

- امام مسجد محلّہ کے بہتر ہونے کی وجہ فقہائے کرام نے یہ بتائی ہے کہ مرنے والے

نے اپنی زندگی میں اس کی امامت اور اس کی اقتداء پسند کی۔ لہذا بعد وفات اس کی نماز جنازہ محلّہ کی مسجد کے امام کو پڑھانی چاہیئے۔

- بعض فقہائے کرام نے یہ فرمایا ہے کہ جامع مسجد کا امام محلّہ کی مسجد کے امام سے بہتر ہے۔ لیکن اس سے بھی مراد امام مسجد محلّہ ہوگا۔ کیونکہ اگلے زمانہ میں یہ دستور تھا کہ جمعہ کے دن نماز جمعہ کے وقت صرف ایک ہی مسجد کھلی رہتی تھی، بقیہ تمام مساجد بند رہتی تھیں اور تمام لوگ اس کھلی رہنے والی یعنی جامع مسجد میں نماز جمعہ پڑھنے جمع ہوتے تھے۔ لیکن اب صورت حال یہ ہے کہ ہر محلّہ کی مسجد میں جمعہ کی نماز قائم ہوتی ہے۔ لہذا اب محلّہ کی مسجد کا امام جمعہ پڑھانے کی وجہ سے امام جامع کہلائے گا۔ اب خاص ''جامع مسجد'' کے نام سے مشہور اور موسوم (نامزد) مسجد کے امام کی خصوصیت نہ رہے گی۔
- اگر میت جمعہ پڑھنے والا نہیں، مثلاً عورت یا جامع مسجد کے علاوہ دوسری مسجد کے امام کے پیچھے جمعہ پڑھنے والا۔ تو اب امام جمعہ (جامع) امام محلّہ پر اور ولی پر مقدم نہ ہوگا۔
- اسی طرح محلّہ کی مسجد کا امام جب ایسا ہے کہ مرنے والا اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا تھا، تو وہ بھی ولی پر مقدم نہ ہوگا۔ اگر وہ میت اپنی زندگی میں اس سے راضی نہ تھا، تو ولی پر اس کی تقدیم (آگے ہونا، فضیلت) مستحب نہ ہوگی۔ اور یہ اس صورت میں تسلیم کیا جائے گا کہ امام سے اس کی ناراضگی کسی شرعی وجہ سے ہو، ورنہ نہیں۔

## (۷) ولی:

ولی یعنی میت کے وہ مرد رشتہ وقرابت دار ورثہ، جو عصبہ ہوں۔

- ولی کی بھی دو قسمیں ہیں۔

(۱) ولی اقرب۔ یعنی سب سے زیادہ قریب کا رشتہ دار۔

(۲) ولی ابعد یعنی دور کا رشتہ دار۔ تفصیل اب آئے گی۔

- عام طور سے ولی کے معنی لوگ اللہ کا ولی ، بزرگ و نیک بندہ ، اللہ تعالیٰ سے قریب انسان وغیرہ کرتے ہیں۔ بیشک اللہ کے نیک اور اللہ کے قریب بندے کو ولی ہی کہا جائے گا لیکن یہاں نماز جنازہ کی امامت کے تعلق سے جس ولی کا ذکر ہو رہا ہے، اس سے مراد میت کا وہ رشتہ دار ہے جو اوپر مذکور ہوا۔

حوالہ:- فیروز اللغات ص ۱۴۱۵

- دور حاضر میں جب شروع کی پانچ شرطیں نہیں پائی جاتیں، سب سے آسان بات اس طرح سمجھیں کہ نماز جنازہ کی امامت کرنے کا حق ولی کا ہے، چاہے خود امامت کرے یا چاہے تو کسی دوسرے کو نماز جنازہ کی امامت کرنے کی اجازت دے دے۔

**نوٹ:**

نماز جنازہ کی امامت کے حق کے تعلق سے یہاں تک جو تفصیل بیان کی گئی ہے وہ مندرجہ ذیل کتب سے ماخوذ ہے۔

(۱) فتح القدیر (۲) مجتبیٰ شرح قدوری (۳) شرح منیہ، از علامہ ابن امیر الحاج حلبی (۴) تنویر الابصار (۵) درمختار مطبوعہ مطبع مجتبائی، دہلی، جلد ا، ص ۱۲۲/۱۲۳ (۶) ردالمحتار مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المصریۃ، جلد ا، ص ۵۹۰ (۷) فتاوی رضویہ جلد ۴، ص ۸۵ (۸) فتاوی رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۱۷۴/۱۷۵/۱۷۸/۱۷۹ (۱۰) بہار شریعت حصہ ۴، ص ۱۵۵۔

# نماز جنازہ میں ولی کا اختیار

شریعت مطہرہ نے نماز جنازہ میں ''ولی'' یعنی میت کے سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار کو اتنا حق دیا ہے کہ اگر ولی کی اجازت کے بغیر کسی نے نماز جنازہ پڑھا دی، تو ولی نماز جنازہ کا اعادہ کر سکتا ہے یعنی پھر سے دوبارہ نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے۔ اور اس کے متعلق جو مسائل ہیں، وہ ذیل میں درج ہیں۔

**مسئلہ :**

ولی یعنی میت کا وہ رشتہ دار جس کو قرابت کی وجہ سے ولایت عصبہ بنفسہ حاصل ہو۔ یعنی میت کا نرینہ (مذکر) رشتہ دار یعنی وہ مرد جس کو میت سے قرابت (نزدیکی، رشتہ داری) کسی عورت کی وساطت سے نہ ہو، بلفظ دیگر میت کے ساتھ اس کا رشتہ ہونے میں کوئی عورت بیچ میں واسطہ و وسیلہ نہ ہو۔ مثلاً: بیٹا، پوتا، باپ، دادا، وغیرہ۔

جزئیہ ماخوذ از:- بہار شریعت، حصہ ۷ - ص۔ ۳۵

**مسئلہ :**

ولی یعنی کسی کا قرابت دار ہونے میں وہی ترتیب ملحوظ ہے جو وراثت اور نکاح میں ہے یعنی سب میں مقدم (۱) بیٹا، پھر (۲) پوتا، پھر (۳) پر پوتا، اگر چہ کئی پشت کا فاصلہ ہو۔ یہ نہ ہوں تو (۴) باپ، پھر (۵) دادا، پھر (۶) پردادا، اگر چہ کئی پشت اوپر کے ہوں، پھر (۷) حقیقی بھائی، پھر (۸) سوتیلا بھائی، پھر (۹) حقیقی بھائی کا بیٹا، پھر (۱۰) سوتیلے بھائی کا بیٹا، پھر (۱۱) حقیقی چچا، پھر (۱۲) سوتیلا چچا، پھر (۱۳) حقیقی چچا کا بیٹا، پھر (۱۴) سوتیلے چچا کا بیٹا، پھر (۱۵) باپ کا حقیقی چچا، پھر (۱۶) باپ کا سوتیلا چچا (۱۷) باپ کے حقیقی چچا کا بیٹا، پھر (۱۸) باپ کے سوتیلے چچا کا بیٹا، پھر (۱۹) دادا کا حقیقی چچا، پھر (۲۰) دادا کا سوتیلا چچا، پھر (۲۱) دادا کے حقیقی چچا کا بیٹا، پھر (۲۲) دادا کے سوتیلے چچا کا

بیٹا، خلاصہ یہ ہے کہ اس کے خاندان میں سب سے زیادہ قریب کا رشتہ دار جو ''مرد'' ہے وہ ''ولی'' ہے۔ (جزئیہ ماخوذ: ایضاً)

**مسئلہ :**

نماز جنازہ پڑھانے میں ولی کی ترتیب میں صرف اتنا فرق ہے کہ باپ کو بیٹے پر تقدم (فوقیت، برتری) ہے لیکن اگر باپ عالم نہیں اور بیٹا عالم ہو تو نماز جنازہ میں بھی بیٹا مقدم ہے۔

حوالہ:- (١) در مختار، رد المحتار، بہار شریعت، حصہ ٤، ص ١٥٥
(٢) فتاوی رضویہ جلد ٤، ص ٥٥
(٣) فتاوی رضویہ (مترجم) جلد ٩ ص ١٧٨

**مسئلہ :**

اگر بیٹا عالم ہے اور باپ جاہل ہے، تو بیٹے کو چاہیئے کہ اپنے باپ کو نماز جنازہ پڑھانے کے لیے آگے کرے اور ادب کا لحاظ کرتے ہوئے اس کے آگے قدم نہ رکھے، اور نماز جنازہ پڑھانے میں صرف علم کی وجہ سے تقدم نہیں، کیونکہ نماز جنازہ پڑھانے میں علم کی ضرورت نہیں، قدوری میں باپ پر بیٹے کا تقدم مکروہ ہونے کی علت یہ بتائی گئی ہے کہ اس میں باپ کی اہانت اور بے ادبی ہے۔

حوالہ:- (١) رد المحتار، باب صلوۃ الجنائز، مطبوعہ مصطفی، البابی، مصر، جلد ١، ص ٦٤٩ / ٦٥٠
(٢) فتاوی رضویہ، جلد ٤، ص ٥٥ / ٥٦۔
(٣) فتاوی رضویہ (مترجم) جلد ٩، ص ١٧٧ / ١٨٣۔

**مسئلہ :**

ولی کو اختیار ہے کہ کسی اور کو نماز پڑھانے کی اجازت دے دے۔

حوالہ:- در مختار، بہار شریعت، حصہ ٤، ص ١٥٥

**مسئلہ :**

ولی کے سوا کسی ایسے شخص نے نماز جنازہ پڑھادی، جو ولی پر مقدم نہ تھا اور ولی نے اسے اجازت بھی نہ دی تھی، تو اگر ولی نماز میں شریک نہ ہوا تھا، تو وہ نماز کا اعادہ کرسکتا ہے، اور اگر مردہ دفن ہوگیا ہے، تو قبر پر نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے۔ اور اس صورت میں جس شخص نے پہلے نماز جنازہ پڑھ لی ہے وہ اب ولی کے ساتھ شریک نہیں ہوسکتا، کیونکہ تکرار (دومرتبہ پڑھنا) مشروع نہیں۔

حوالہ:- درمختار، بهارشريعت، حصه ٤، ص١٥٦

**مسئلہ :**

اگر ولی نے نماز جنازہ پڑھ لی، تو اس کے بعد دوسرے کو پڑھنا جائز نہیں۔ اس لئے کہ میت کا حق پہلے فریق سے ادا ہو چکا اور پہلی نماز سے فرض ساقط ہوگیا۔

حوالہ:- (١) البحر الرائق مطبوعه سعيد كمپنى، كراچى، جلد٢، ص ١٨٢

(٢) فتاوى رضويه ، جلد ٤، ص ٣٦

(٣) فتاوى رضويه ( مترجم ) جلد ، ٩ ، ص ٢٧٢۔

**مسئلہ :**

نماز جنازہ میت کے ولی کا حق ہے۔ ولی کے علاوہ اگر دوسرا کوئی نماز جنازہ پڑھاتا ہے، تو وہ ولی کے اذن (اجازت) کا محتاج ہے۔ اگر کسی نے ولی کی اجازت کے بغیر نماز جنازہ پڑھادی، تو ولی کو نماز کے اعادہ کا اختیار ہے اور اسے نماز کا اعادہ جائز ہے۔

حوالہ:- (١) فتاوى رضويه ، جلد٤، ص ٨٥

(٢) فتاوى رضويه ( مترجم ) جلد ٩، ص ١٧٤

**مسئلہ :**

میت نے وصیت کی تھی کہ میری نماز جنازہ فلاں شخص پڑھائے یا مجھے فلاں شخص

غسل دے، تو یہ وصیت باطل ہے یعنی اس وصیت سے ولی کا حق جاتا نہ رہے گا، ہاں، ولی کو اختیار ہے کہ خود نہ پڑھائے اور اسی سے پڑھوا دے، جس کے متعلق میت نے وصیت کی تھی۔
حوالہ:- عالمگیری ، بہار شریعت ، حصہ ٤، ص ١٥٦

**مسئلہ :**

کسی ایسے شخص نے ولی کی اجازت کے بغیر نماز جنازہ پڑھا دی، جو ولی سے تقدم رکھتا ہو، یعنی ولی سے زیادہ حق نماز جنازہ کی امامت کا رکھتا ہو، مثلاً بادشاہ اسلام یا قاضی شرع، تو اب ولی کو نماز کے اعادہ کا حق نہیں کیونکہ یہ لوگ ولی پر مقدم ہیں، انہیں ولی سے اجازت لینے کی مطلقاً حاجت نہیں۔

حوالہ:- (١)فتاوی رضویه جلد ٤، ص٨٥

(٢)فتاوی رضویه ( مترجم ) جلد٩ ، ص١٧٤، ١٨٣

(٣) در مختار ، مطبوعه مجتبائی ، دهلی، جلد١، ص١٢٢

**مسئلہ :**

نکاح خوانی کا قاضی ہونا کوئی شرعی عہدہ نہیں، نکاح خوانی کا قاضی میت کے ولی کی اجازت کے بغیر نماز جنازہ نہیں پڑھا سکتا ہے۔ (حوالہ:-ایضاً)

**مسئلہ :**

اگر کسی نے میت کے ولی کی اجازت کے بغیر نماز جنازہ پڑھا دی، تو اس نے ولی کے حق میں دخل اندازی کرنے کا جرم کیا، لیکن نماز ہو جائے گی اور فرض کفایہ کا حق ادا ہو جائے گا، البتہ ولی کے لئے جائز ہے کہ وہ دوبارہ پڑھے۔ اور جو لوگ پہلے پڑھ چکے ہیں، انہیں ولی کے ساتھ جماعت میں شرکت کی اجازت نہیں، اس لئے کہ نماز جنازہ کی تکرار غیر مشروع (ناجائز) ہے۔

حوالہ:- (١)در مختار ، مطبوعه مجتبائی، دهلی ، جلد١، ص١٢٢

(۲)فتاوی رضویه ، جلد٤، ص٨٥

(۳)فتاوی رضویه ( مترجم ) جلد ۹۔ ص١٧٦

**مسئله :**

ولی نے کسی کو بھی نماز جنازہ پڑھانے کی اجازت نہ دی تھی اور کسی نے ولی کی اجازت کے بغیر نماز جنازہ پڑھانی شروع کردی اور ولی نے اس امام کی اقتداء کرلی، تو ولی کا اقتداء کرنا اذن (اجازت) ہوگیا۔ حالانکہ کہ ابتداء میں اذن نہ تھا لیکن اب ہوگیا۔

(حوالہ:- ایضاً)

**مسئله :**

میت کا ولی اقرب یعنی سب سے زیادہ نزدیکی رشتہ دار غائب ہے یا غیر موجود ہے مگر ولی ابعد یعنی دور کا رشتہ دار حاضر ہے۔ تو یہی ابعد رشتہ دار نماز پڑھائے۔ غائب ہونے سے مراد یہ ہے کہ اتنی دور ہے کہ اس کے آنے کے انتظار میں حرج ہو۔

حوالہ:- رد المحتار ، بهار شریعت ، جلد ٤،ص ١٥٥

**مسئله :**

میت کے ولی اقرب اور ولی ابعد دونوں موجود ہیں، تو ولی اقرب کو اختیار ہے کہ ولی ابعد کے سوا کسی اور سے نماز جنازہ پڑھوادے، ولی ابعد کو منع کرنے کا اختیار نہیں اور اگر ولی اقرب موجود نہیں، اتنی دوری پر ہے کہ اس کے آنے کا انتظار نہ کیا جاسکے اور اس نے تحریر یا کسی اور ذریعہ سے ولی ابعد کے سوا کسی اور سے نماز جنازہ پڑھانے کا کہلا یا تو ولی ابعد کو اختیار ہے کہ اسے روک دے۔ ہاں ولی اقرب موجود ہے مگر بیمار ہے، تو ولی ابعد کو اختیار نہیں، ولی اقرب جس سے چاہے پڑھوادے۔

حوالہ:- فتاوی عالمگیری ، بها رشریعت ، حصه ٤،ص ١٥٥

**مسئلہ :**

عورتوں اور نابالغ بچوں کو نماز جنازہ کی ولایت نہیں۔ (حوالہ:-ایضاً)

**مسئلہ :**

عورت مرگئی ،شوہر اور جوان بیٹا چھوڑا ،تو ولایت بیٹے کو ہے ،شوہر کو نہیں ، البتہ اگر یہ لڑکا اسی شوہر سے ہے ،تو حقیقی باپ پر پیش قدمی مکروہ ہے۔ اسے چاہیئے کہ باپ سے نماز جنازہ پڑھوائے ، اور اگر وہ لڑکا دوسرے شوہر سے ہے ،تو سوتیلے باپ پر تقدم کر سکتا ہے کوئی حرج نہیں اور اگر بیٹا بالغ نہ ہو تو ،عورت کے جو دیگر ولی ہوں ان کا حق ہے شوہر کا حق نہیں۔

حوالہ:- جوھرہ نیرہ ،عالمگیری ،بہار شریعت ،حصہ ٤ ، ص ١٥٦

**مسئلہ :**

عورت کا کوئی ولی موجود نہ ہو ،تو شوہر نماز پڑھائے ، اگر وہ بھی نہ ہو ،تو پڑوسی نماز پڑھائے ، اسی طرح اگر مرد کا بھی کوئی ولی نہ ہو ،تو نماز جنازہ پڑھانے میں پڑوسی اوروں پر مقدم ہے۔ حوالہ:-در مختار ، بہار شریعت ،حصہ ٤ ، حصہ ١٥٥

**مسئلہ :**

دو یا چند ایک ہی درجہ کے ولی موجود ہوں ،تو نماز جنازہ پڑھانے کا حق اس ولی کا ہے جو عمر میں سب سے بڑا ہے۔ مگر کسی بھی ولی کو یہ اختیار نہیں کہ دوسرے ولی کو چھوڑ کر کسی اور شخص سے بغیر ولی کی اجازت کے نماز جنازہ پڑھوا دے۔ اور اگر ایسا کیا یعنی خود نماز جنازہ نہ پڑھائی اور کسی دیگر شخص کو اجازت دے دی تو دوسرے ولی کو منع کرنے کا اختیار ہے اگرچہ منع کرنے والا یہ دوسرا ولی عمر میں چھوٹا ہو۔

اور اگر ایک ولی نے ایک شخص کو نماز جنازہ پڑھانے کی اجازت دی اور دوسرے

ولی نے کسی دوسرے شخص کو اجازت دی، تو جس کو عمر میں بڑے ولی نے اجازت، وہ اولیٰ ہے یعنی بہتر یہ ہے کہ وہ نماز پڑھائے۔

حوالہ:- عالمگیری ، بہار شریعت ، حصہ ٤، ص۔ ١٥٥

# نماز جنازہ کے متعلق ضروری مسائل

**مسئلہ :**

جن چیزوں (امور) سے تمام نمازیں فاسد ہوتی ہیں، نماز جنازہ بھی فاسد ہوتی ہے۔ سوا ایک بات کے کہ عورت مرد کے محاذی (برابر، لگ کر) کھڑی ہو جائے یعنی نماز جنازہ میں عورت مرد کے قریب کھڑی ہو جائے گی، تو مرد کی نماز فاسد نہ ہوگی۔

حوالہ:- عالمگیری ، بہار شریعت ، حصہ ٤، ص ١٥٦

**مسئلہ :**

مستحب یہ ہے کہ امام میت کے سینہ کے مقابل کھڑا ہو اور میت سے دور نہ ہو، خواہ میت مرد ہو یا عورت، بالغ ہو یا نابالغ۔

حوالہ:- در مختار ،رد المحتار ، بہار شریعت،حصہ ٤۔ ص ١٥٦

**مسئلہ :**

نماز جنازہ کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ میت وہاں موجود ہو۔ اگر کسی ایسی میت کا جنازہ آیا کہ اس کے جسم کے ٹکڑے ہو گئے تھے، تو ایسی صورت میں میت کے جسم کے تمام ٹکڑے، یا اکثر یا نصف سر کے ساتھ موجود ہونا ضروری ہے، ورنہ نماز نہ ہوگی کیونکہ غائب کی نماز جنازہ نہیں ہوسکتی۔

حوالہ:- جزئیہ ماخوذ ، از : بہار شریعت ، حصہ ٤، ص١٤٧

**مسئلہ :**

اگر جنازہ کسی جانور پر ہو تو نماز جنازہ نہ ہوگی۔ (حوالہ:-ایضاً)

**مسئلہ :**

جنازہ کا نمازیوں کے سامنے ہونا شرط ہے۔اگر جنازہ نمازیوں کے پیچھے ہوگا،تو نماز صحیح نہ ہوگی۔ (حوالہ:-ایضا)

**مسئلہ :**

اگر جنازہ اُلٹا رکھا یعنی امام کے داہنے میت کا قدم اور بائیں طرف میت کا سر ہو، تو نماز ہوجائے گی،مگر قصداً یعنی جان بوجھ کر ایسا کیا تو گنہگار رہا۔

حوالہ:- در مختار ، بهار شریعت ، حصه ٤، ص ١٤٧

**مسئلہ :**

اگر صرف ایک ہی میت (جنازہ) ہو،تو اس کے بدن کا کوئی بھی حصہ امام کے محاذی (سامنے) ہو اور اگر ایک سے زیادہ چند میت ہوں تو ان میں سے کسی ایک کے بدن کا کوئی حصہ امام کے محاذی ہونا کافی ہے۔

حوالہ:- رد المحتار، بهار شریعت ، حصه٤، ص ١٤٨

**مسئلہ :**

اگر بغیر عذر شرعی بیٹھ کر یا سواری پر نماز جنازہ پڑھی،تو نماز نہ ہوئی،اگر ولی یا امام بیمار تھا،اور اس نے بیٹھ کر نماز پڑھائی اور اس کی اقتداء میں مقتدیوں نے کھڑے ہوکر نماز پڑھی،تو نماز ہوگئی۔

حوالہ:- درمختار، رد المحتار، اور بهار شریعت، ایضاً

**مسئلہ :**

اگر عورت نے نماز پڑھائی اور مردوں نے اس کی اقتداء کی،تو نماز جنازہ لوٹائی

نہ جائے گی ۔یعنی دوبارہ نہ پڑھی جائے گی۔اگرچہ مردوں کی اقتداء صحیح نہ ہوئی مگر جس عورت نے امامت کی ، اس کی تو نماز ہوگئی اور وہی کافی ہے اور نماز جنازہ کی تکرار(Repeatation)جائز نہیں۔

حوالہ:- درمختار، بهار شریعت، حصه ٤، ص١٤٦

**مسئله :**

نماز جنازہ کی تکبیریں اورسلام کوامام جہر کے ساتھ یعنی بلند آواز سے کہے، باقی تمام دعائیں آہستہ پڑھی جائیں اورصرف پہلی مرتبہ یعنی نماز جنازہ شروع کرتے وقت اللہ اکبر کہنے کے لیے ہاتھ اٹھائے اوراس کے بعد کی تکبیروں میں ہاتھ نہ اٹھائے،امام اور مقتدی دونوں۔

حوالہ:- جوهره نیره ، در مختار، بهار شریعت ، حصه ٤، ص ١٥٤

**مسئله :**

نماز جنازہ میں مقتدی بھی تمام دعائیں پڑھے۔امام کی اقتداء میں مقتدیوں کو صرف قرآن عظیم کی قرأت منع ہےاور نماز جنازہ میں صرف ذکراور دعا ہے۔قرآن کی قرأت نہیں۔

حوالہ:- رحمانیه،طحاوی، فتاوی رضویه (مترجم) جلد٩ ، ص ١٩٣

**مسئله :**

اگرکسی کی بعض تکبیریں فوت ہوگئی ہوں یعنی وہ شخص اس وقت آیا کہ امام نے نماز جنازہ کی بعض (ایک سے زیادہ) تکبیریں کہہ لیں ہیں،تو وہ شخص فوراً شامل نہ ہو، بلکہ اس وقت شامل ہو جب امام تکبیر کہے مثلاً ایک شخص اس وقت آیا کہ نماز جنازہ کی دو تکبیریں ہوچکی ہیں اور دوسری تکبیر کے بعد امام دورد پڑھ رہا ہو۔تو یہ مقتدی انتظار کرے کہ امام

تیسری تکبیر کہے۔ جب امام درود شریف پڑھ لینے کے بعد تیسری تکبیر کہے، تب یہ شخص بھی تکبیر کہہ کر نماز میں شامل ہو۔

اگر انتظار نہ کیا اور فوراً شامل ہو گیا، تو شامل ہونے کے بعد اب امام جو تکبیر کہے گا، اس تکبیر سے پہلے اس مقتدی نے جو کچھ بھی پڑھا ہے، اس کا اعتبار نہیں۔

حوالہ:- در مختار، غنیه، بهار شریعت، حصه ٤، ص ١٥٧

**مسئله :**

نماز جنازہ شروع ہونے کے وقت کوئی شخص موجود تھا، مگر غفلت یا کسی وجہ سے دیر ہو گئی اور امام نے تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز جنازہ شروع کر دی اور یہ شخص امام کے ساتھ اللہ اکبر نہ کہہ سکا، تو اب یہ شخص امام کی دوسری تکبیر کا انتظار نہ کرے بلکہ فوراً شامل ہو جائے۔

(حوالہ:- ایضاً)

**مسئله :**

مسبوق یعنی جس کی بعض تکبیریں فوت ہو گئی ہوں، وہ اپنی باقی تکبیریں امام کے سلام پھیرنے کے بعد کہے اور ترتیب وار پڑھے، مثلاً:

- اگر تین تکبیریں چھوٹ گئی ہیں، تو چوتھی تکبیر، امام کے سلام پھیرنے کے بعد اب اپنی چھوٹی ہوئی تین تکبیریں اس طرح کہے۔ ایک تکبیر کہنے کے بعد ثنا پڑھے، پھر دوسری تکبیر کہہ کر درود شریف پڑھے، پھر تیسری تکبیر کہہ کر نماز جنازہ کی دعا پڑھے اور پھر سلام پھیر دے۔
- اگر دو تکبیریں چھوٹ گئی ہیں، تو تیسری اور چوتھی تکبیر میں امام کی متابعت کرتے ہوئے، امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی چھوٹی ہوئی دو تکبیر اس طرح ادا کرے کہ ایک تکبیر کہنے کے بعد ثنا اور دوسری تکبیر کہہ کر درود شریف پڑھے اور

پھر سلام پھیر دے۔

- اگر صرف ایک ہی تکبیر چھوٹی ہے، تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد ایک تکبیر کہے اور ثنا پڑھنے کے بعد خود سلام پھیر دے۔ اور اگر یہ اندیشہ ہو کہ دعائیں پڑھے گا تو دعائیں پوری کرنے سے پہلے لوگ جنازہ اٹھالیں گے، تو صرف تکبیریں کہہ لے اور دعائیں چھوڑ دے یعنی جلدی جلدی تکبیر بغیر دعا پڑھے کہہ کر سلام پھیر دے۔

حوالہ:- (۱) در مختار (۲) فتاوی رضویه (مترجم) جلد ۹، ص ۱۹۵
(۳) بهار شریعت، حصه ٤، ص ۱۵۷

**مسئله :**

چوتھی تکبیر کے بعد اگر کوئی شخص آیا، تو جب تک امام نے سلام نہ پھیرا ہو، اللہ اکبر کہہ کر شامل ہو جائے اور امام کے سلام پھیرنے کے بعد تین تکبیریں مسئلہ سابق کے مطابق ترتیب وار ادا کر لے۔ (حوالہ:- ایضاً)

**مسئله :**

اگر ایک سے زیادہ جنازے جمع ہو جائیں، تو ایک ساتھ سب کی نماز جنازہ بھی پڑھ سکتے ہیں، یعنی ایک ہی نماز میں سب کی نیت کر لیں اور افضل یہ ہے کہ سب کی الگ الگ نماز پڑھیں۔ جب ایک سے زیادہ جنازوں کی نماز ایک ساتھ پڑھی جائے، تب جنازوں کو امام کے سامنے آگے پیچھے رکھ دیں یعنی سب کا سینہ امام کے مقابل ہو جائے۔ یا تمام جنازوں کو ایک قطار میں رکھ دیا جائے اور امام کسی ایک میت کے سینہ کے مقابل کھڑا ہو جائے۔ اور بہتر یہ ہے کہ امام اس جنازہ کے قریب کھڑا ہو، جو سب میں افضل ہو۔

حوالہ:- بهار شریعت، حصه ٤، ص ۱۵۷

# نماز جنازہ کی صف بندی

**مسئلہ :**

نماز جنازہ میں پچھلی ( آخری ) صف کو تمام صفوں پر فضیلت ہے۔

حوالہ:- (۱) در مختار، بہار شریعت، حصہ ٤، ص ١٥٤

(۲) فتاوی رضویه (مترجم) جلد ۹، ص ۲۰۷

**مسئلہ :**

بہتر یہ ہے کہ نماز جنازہ میں تین صفیں کریں کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ جس کی نماز تین صفوں نے پڑھی، اس کی مغفرت ہو جائے گی۔

حوالہ:- غنیه ، بہار شریعت ، حصہ ٤، ص ١٥٤

- نماز جنازہ میں تین صفوں کی فضیلت کے تعلق سے کچھ احادیث کریمہ پیش ہیں۔

**حدیث:**

حضرت مالک بن ہبیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''مَنْ صَلّٰی عَلَیْهِ ثَلَاثَةُ صُفُوْفٍ غُفِرَلَهُ۔''

ترجمہ: ''جس کی نماز جنازہ پر تین (۳) صفوں نے نماز پڑھی اس کی مغفرت ہو جائے گی۔''

حوالہ:- (۱) السنن لابی داؤد، جلد ۲، ص ٤٥١

(۲) الجامع للترمذی، جلد ۱، ص ۱۲۲

(۳) السنن لابن ماجه ، جلد ۱، ص ۱۰۸

(٤)فتاوی رضویه (مترجم) جلد ۹ ، ص ۱۹۹

**حدیث:**

حضرت مرثد بن عبداللہ یزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت مالک بن ہبیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب جنازہ کی نماز پڑھتے اور لوگ کم ہوتے، تو ان کو تین صفوں میں تقسیم فرما دیتے۔ پھر فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''مَنْ صَلّٰی عَلَيْهِ ثَلَاثَةُ صُفُوْفٍ فَقَدْ اَوْجَبَ''

ترجمہ: ''جس جنازہ پر تین صفوں نے نماز پڑھی، اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔''

حوالہ:- (۱) الجامع للترمذی جلد، ۱، ص ۴۵۱

(۲)مشکوة المصابیح ، جلد ۱، ص ۱۴۷

(۳)فتاوی رضویه (مترجم) جلد ۹ ، ص ۲۰۵

(٤)جامع الاحادیث ، جلد ۲، ص ٤٤

**مسئله :**

اگر نماز جنازہ پڑھنے والے کل سات (۷) آدمی ہوں، تو صف بندی اس طرح کریں کہ۔

- ایک شخص امامت کے لئے آگے ہو۔
- تین اشخاص پہلی صف میں ہوں۔
- دو اشخاص دوسری صف میں ہوں۔
- ایک شخص تیسری (آخری) صف میں ہو۔

حوالہ:- (۱)غنیه المستملی شرح منیة المصلی ، فصل فی الجنائز ،مطبوعه سهیل اکیڈمی ، لاهور-ص ۵۸۸

(۲)فتاوی رضویه (مترجم) جلد۹ ، ص ۱۹۹

(۳)بہار شریعت، حصہ ٤، ص ١٥٤

**حدیث:**

سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استاذ اور سیدنا عبد اللہ بن عباس، سیدنا ابو سعید خدری اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے شاگرد اور جلیل القدر تابعی حضرت امام عطاء بن ابی رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں:

''اِنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم صَلّٰی عَلٰی جَنَازَۃٍ فَکَانُوْا سَبْعَۃٌ فَجَعَلَ الصَّفَّ الْاَوَّلَ ثَلٰثَۃً وَالثَّانِی اِثْنَیْنِ وَ الثَّالِثُ وَاحِداً۔''

''حضور نبی کریم ﷺ نے ایک جنازہ پر نماز پڑھی۔ صرف سات آدمی تھے، تو حضور اقدس ﷺ نے پہلی صف تین آدمیوں کی، دوسری صف دو آدمیوں کی اور تیسری صف ایک آدمی کی بنائی۔''

حوالہ:- (١)مجمع الزوائد، للبیہقی، جلد ٣، ص ٣٢

(٢)فتاوی رضویہ (مترجم) جلد٩، ص ١٩٨

(٣)فتاوی رضویہ جلد ٤، ص ٧٨

# حضور اقدس ﷺ کی نماز جنازہ کس طرح پڑھی گئی؟

حضور اقدس، جان عالم و رحمت عالم ﷺ ہمارے اور تمہارے جیسے عام انسان نہیں تھے، آپ بیشک انسان تھے لیکن آپ کی بشریت عام انسانوں جیسی نہیں تھی، آپ نوری بشر تھے بلکہ خیر البشر اور خیر بشر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسے ایسے عظیم خصائص سے نوازا تھا کہ آپ کے مثل نہ کوئی ہوا ہے اور نہ کبھی کوئی ہوگا۔ یہاں تک کہ آپ کے لئے احکام شریعت بھی علیحدہ تھے۔ جس کی مفصل اور تفصیل مع تشریح وضاحت کے لئے فقیر سراپا تقصیر راقم الحروف کی کتاب ''**خیر بشر کی نوری بشریت**'' کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔

حضور اقدس ﷺ کی نماز جنازہ کے تعلق سے پہلے کچھ احادیث کریمہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں، بعدہ اس کے ضمن میں کچھ بحث کریں گے۔

**حدیث:**

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

’’اِذَا غَسَّلْتُمُوْنِی وَ اکْفَنْتُمُوْنِی فَضَعُوْنِی عَلٰی سَرِیْرِیْ ثُمَّ اخْرُجُوْا عَنِّی فَاَنَا اَوَّلُ مَنْ یُصَلِّی عَلَیَّ جِبْرِئِیْلُ ثُمَّ مِیْکَائِیْلُ ثُمَّ اِسْرَافِیْلُ ثُمَّ مَلَكُ الْمَوْتِ مَعَ جُنُوْدِهِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ بِاَجْمَعِهِمْ ثُمَّ ادْخُلُوْا عَلَیَّ فَوْجًا بَعْدَ فَوْجٍ فَصَلُّوْا عَلَیَّ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔‘‘

ترجمہ: ’’جب تم میرے غسل اور کفن سے فارغ ہو جاؤ، تو مجھے تخت (جنازہ) پر رکھ کر باہر چلے جانا، سب سے پہلے جبرئیل مجھ پر صلوٰۃ کہیں گے، پھر میکائیل پھر اسرافیل، پھر ملک الموت اپنے سارے لشکروں کے ساتھ پھر تم لوگ گروہ در گروہ آ کر مجھ پر درود و سلام عرض کرتے جانا۔‘‘

حوالہ:- (۱) المستدرك للحاكم على الصحيحين ، جلد ۳، ص ٦٠

(۲) فتاوی رضویه (مترجم) جلد ۹ ، ص ۳۱۵

(۳) جامع الاحادیث جلد ۲، ص ٥٤

(٤) شرح الزرقانی علی موطا الامام مالك بحواله البزار، باب ١٤٩، مطبوعه : مصر ، جلد ۲، ص ٦٦

**حدیث:**

’’عَنْ أَمِیْرِالْمُؤْمِنِیْنَ عَلِیٍّ الْمُرْتَضٰی كَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِیْمَ قَالَ: لَمَّا وُضِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَا یَقُوْمُ عَلَیْهِ أَحَدٌ هُوَ

إِمَامُكُمْ حَيًّا وَمَيِّتًا فَكَانَ يَدْخُلُ النَّاسُ رِسْلًا رِسْلًا فَيُصَلُّوْنَ عَلَيْهَا صَفًّا صَفًّا لَيْسَ لَهُمْ إِمَامٌ وَيُكَبِّرُوْنَ وَعَلِىٌ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَائِمٌ بِحِيَالِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَشْهَدُ أَنْ قَدْ بَلَّغَ مَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ وَنَصَحَ لِأُمَّتِهِ وَجَاهَدَ فِى سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى أَعَزَّاللّٰهُ دِيْنَهُ وَتَمَّتْ كَلِمَتُهُ، اَللّٰهُمَّ فَاجْعَلْنَا مِمَّنْ تَبِعَ مَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ وَثَبِّتْنَا بَعْدَهُ وَجَمِّعْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ فَيَقُوْلُ النَّاسُ ،آمِيْنَ، حَتّٰى صَلّٰى عَلَيْهِ الرِّجَالُ ثُمَّ النِّسَاءُ ثُمَّ الصِّبْيَانُ''۔

ترجمہ: ''امیر المؤمنین حضرت مولی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ جب حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غسل دے کر سریر منیر پر لٹایا گیا، تو حضرت علی نے خود فرمایا: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آگے کوئی امام بن کر نہ کھڑا ہو کہ وہ تمہارے امام ہیں، دنیوی زندگی میں بھی اور بعد وصال بھی۔ پس لوگ گروہ در گروہ آتے اور پرے کے پرے حضور پر صلوۃ کرتے۔ کوئی ان کا امام نہ تھا۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے عرض کرتے تھے۔ سلام حضور پر، اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں۔ الٰہی ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور نے پہنچا دیا جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا۔ اور ہر بات میں اپنی امت کی بھلائی اور راہ خدا میں جہاد فرمایا۔ یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے اپنے دین کو غالب کیا اور اللہ کا فرمان پورا ہوا۔ الٰہی تو ہم کو ان پر اتاری ہوئی کتاب کے پیرؤوں میں سے کر اور ان کے بعد بھی ان کے دین پر قائم رکھ اور روز قیامت ہمیں ان سے ملا۔ مولیٰ علی یہ دعا کرتے اور حاضرین آمین کہتے۔ یہاں تک کہ ان پر پہلے مردوں پھر عورتوں پھر لڑکوں نے صلاۃ

کی۔‘‘

حوالہ:- (۱)جامع الاحادیث،کتاب الجنائز،جلد۲،ص۵۳،
حدیث نمبر۱۱۱٤

(۲)الطبقات الکبری لابن سعد، باب ذکر الصلوۃ علی رسول
الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم، جلد۲، ص۲۲۲

**حدیث:**

’’عَنْ مُحَمَّدٍ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِى اَلْمَدَنِى رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: لَمَّا كُفِنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَوُضِعَ عَلٰى سَرِيْرِهِ دَخَلَ أَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُفَقَالَا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِىُّ وَرَحْمَتُهُ وَبَرَكَاتُه وَمَعَهُمَا نَفَرٌ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ قَدْرَ مَا يَسَعُ الْبَيْتَ فَسَلَّمُوْا كَمَا سَلَّمَ أَبُوْبَكْرٍ وَ عُمَرُ وَهُمَا فِىْ الصَّفِّ الْأَوَّلِ حِيَالَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم ، اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَشْهَدُ أَنْ قَدْ بَلَّغَ مَا اُنْزِلَ إِلَيْهِ وَنَصَحَ لِأُمَّتِهِ وَجَاهَدَ فِى سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى أَعَزَّاللّٰهُ دِيْنَهُ وَتَمَّتْ كَلِمَتُهُ فَأُوْمَنَ بِهِ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ فَاجْعَلْنَا يَا اِلٰهَنَا مِمَّنْ يَتَّبِعُ الْقَوْلَ الَّذِىْ اُنْزِلَ مَعَهُ وَاَجْمَعْ بَيْنَنَا وَبَيْنَه ، حَتّٰى نَتَعَرَّفَهُ وَتَعْرِفَهُ بِنَا فَإِنَّهُ كَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُفًا رَحِيْمًا لَا يَنْبَغِى بِالْإِيْمَانِ بَدَلًا، وَلَا نَشْتَرِىْ بِهِ ثَمَنًا اَبَدًا فَيَقُوْلُ النَّاسُ، آمِيْنَ، آمِيْنَ، ثُمَّ يَخْرُجُوْنَ وَيَدْخُلُ عَلَيْهِ آخَرُوْنَ حَتّٰى صَلّٰى عَلَيْهِ الرِّجَالُ ثُمَّ النِسَاءُ ثُمَّ الصِبْيَانُ‘‘

ترجمہ: ’’حضرت محمد ابراہیم تیمی مدنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کفن دے کر سریر مبارک پر آرام دیا گیا، سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حاضر ہو کر عرض کیا: سلام حضور پر اے نبی، اور اللہ کی مہر اور اس کی افزونیاں، دونوں حضرات کیساتھ ایک گروہ مہاجرین وانصار کا تھا،

جس قدر اس حجرۂ پاک میں سما جاتا، ان سب نے یونہی سلام عرض کیا۔ اور صدیق و فاروق پہلی صف میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے یہ دعا کرتے تھے۔ الٰہی ہم گواہی دیتے ہیں کہ جو کچھ تو نے اپنے نبی پر اتارا حضور نے امت کو پہنچا دیا۔ اور امت کی خیر خواہی میں رہے اور راہ خدا میں جہاد فرمایا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو غلبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی باتیں پوری ہوئیں، میں ایک اللہ پر ایمان لاتا ہوں جس کا کوئی شریک نہیں۔ اے معبود ہمارے! ہمیں ان کی کتاب کے پیروؤں میں کر جو ان کے ساتھ اتری اور ہمیں ان سے ملا کہ ہم انہیں پہچانیں اور تو ہماری پہچان انہیں کرادے کہ وہ مسلمانوں پر مہربان، رحم دل تھے۔ ہم نہ ایمان کسی چیز سے بدلنا چاہیں، نہ اس کے عوض کچھ قیمت لینا۔ لوگ اس دعا پر آمین کہتے تھے۔ پھر باہر جاتے اور آتے یہاں تک کہ مردوں پھر عورتوں پھر بچوں نے حضور پر صلاۃ کی۔"

حوالہ:- (۱) جامع الاحادیث، کتاب الجنائز، جلد۲، ص۵۴، حدیث۱۱۱۵

(۲) الطبقات الکبری لابن سعد، باب ذکر الصلوۃ علی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، جلد۲، ص۲۲۱

مندرجہ بالا تین احادیث کریمہ کے ضمن میں اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، مجدد دین وملت، الشاہ امام احمد رضا خاں، محقق بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں کہ:

**"جنازہ اقدس پر نماز کے باب مختلف ہیں۔ ایک کے نزدیک یہ نماز معروف (مشہور) نہ ہوئی، بلکہ لوگ گروہ در گروہ حاضر آتے اور صلوۃ وسلام پیش کرتے اور بہت علماء یہی نماز معروف مانتے ہیں۔ امام قاضی عیاض نے اس کی تصحیح فرمائی جیسا کہ علامہ زرقانی کی شرح موطا میں ہے۔"**

حوالہ:- فتاوی رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۳۱۴، اور النهی الحاجز عن

تکرار صلاۃ الجنائز

- اور ایک قول یہ بھی ہے کہ:

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تسکین فتن اور انتظام امت میں مشغول تھے، جب تک ان کے دست حق پرست پر بیعت نہ ہوئی تھی، لوگ فوج درفوج آتے اور جنازہ انور پر نماز پڑھتے جاتے، جب بیعت ہوئی، ولی شرعی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوئے، انہوں نے جنازہ مقدس پڑھی، پھر کسی نے نہ پڑھی کہ بعد صلوۃ ولی پھر اعادۂ نماز جنازہ کا اختیار نہیں۔ مبسوط امام شمس الائمہ سرخسی میں ہے:

’’إِنَّ أَبَابَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ كَانَ مَشْغُوْلًا بِتَسْوِيَةِ الْأُمُوْرِ وَ تَسْكِيْنِ الْفِتْنَةِ فَكَانُوْا يُصَلُّوْنَ عَلَيْهِ قَبْلَ حُضُوْرِهِ وَ كَانَ الْحَقُّ لَهُ لِأَنَّهُ الْخَلِيْفَةُ فَلَمَّا فَرَغَ صَلّٰى عَلَيْهِ ثُمَّ لَمْ يُصَلِّ أَحَدٌ بَعْدَهُ عَلَيْهِ۔‘‘

ترجمہ: ’’حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ معاملات درست کرنے اور فتنہ دبانے میں مشغول تھے۔ لوگ ان کی آمد سے پہلے آکر صلوٰۃ پڑھتے جاتے تھے۔ اور نماز پڑھنے کا حق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تھا، اس لئے کہ وہ خلیفہ تھے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق معاملات درست کرنے اور فتنے دبانے سے جب فارغ ہوئے، تب نماز پڑھی پھر ان کے بعد نماز نہ پڑھی گئی۔‘‘

حوالہ:- (۱) مبسوط امام سرخسی، جلد ۲، ص ٦٧

(۲) فتاوی رضویه (مترجم) جلد ۹، ص ۳۱۵

## بارھواں باب

# نمازِ جنازہ کے بعد دعا مانگنا

# نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا

دور حاضر کے منافقین نے آج کل ایک فتنہ یہ بھی شروع کیا ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنے سے روکتے ہیں۔ جیسے ہی امام نے نماز جنازہ پوری کر کے سلام پھیرا، فوراً جنازہ اٹھالیتے ہیں۔ ایک دومنٹ بھی نہیں ٹھہرتے اور نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنے کو مکروہ کہہ کر سختی سے اس کی ممانعت کرتے ہیں۔

حالانکہ بعد نماز جنازہ صفوں کو توڑ کر دعا مانگنے کا طریقہ صدیوں سے ملت اسلامیہ میں رائج اور مامور ہے۔ اور اگر خاص محل سخن میں نظر کیجئے، تو خود میت کے لئے بھی نماز جنازہ سے پہلے اور نماز جنازہ کے بعد دونوں وقت دعا کرنا اور اس کا حکم دینا حضور اقدس، رحمت عالم، حضور پر نور، شافع یوم النشور ﷺ سے ثابت ہے۔

پہلے ہم دعا کے تعلق سے کچھ احادیث کریمہ بیان کرنے کی سعادت حاصل کریں، اس کے بعد اس مسئلہ کی تفصیلی بحث کریں گے۔

**حدیث:**

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس، رحمت عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ''أَكْثِرُوْا الدُّعَاءَ'' یعنی ''دعا بہ کثرت کرو۔''

حوالہ:- المستدرک علی الصحیحین، کتاب الدعا، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، جلد ۱، ص۵۲۹

**حدیث:**

ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور طبرانی نے معجم اوسط میں ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ حضور پرنور سید العالمین ﷺ فرماتے ہیں کہ ''إِذَا سَأَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيُكْثِرْ فَإِنَّمَا يَسْأَلُ رَبَّهُ '' یعنی ''جب تم میں سے کوئی شخص

دعا مانگے تو بہت زیادہ دعا مانگے کہ وہ اپنے رب سے ہی سوال کر رہا ہے۔''

حوالہ:- مجمع الزوائد بحوالہ المعجم الاوسط، مطبوعہ : دار الکتب، بیروت، جلد ۱۰، ص ۱۵۰

**حدیث:**

(۱) ابوبکر بن ابی الدنیا نے اپنی کتاب ''الفرج بعد الشدۃ'' میں (۲) امام اجل عارف باللہ سیدی محمد ترمذی نے اپنی کتاب ''نوادر الاصول'' میں (۳) امام بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں (۴) ابونعیم نے ''حلیۃ الاولیاء'' میں حضرت انس بن مالک سے اور (۵) ابونعیم ہی نے ''شعب الایمان'' میں حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) سے روایت کیا کہ حضور اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

اُطْلُبُوا الْخَيْرَ دَهْرَكُمْ كُلَّهُ وَ تَعَرَّضُوا النَّفَحَاتِ رَحْمَةِ اللّٰهِ ۔ فَاِنَّ لِلّٰهِ نَفَحَاتٌ مِن رَّحْمَتِهِ يُصِيبُ بِهَا مَن يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۔

ترجمہ: ''ہر وقت، ہر گھڑی عمر بھر خیر مانگے جاؤ اور اللہ کی رحمت کی تجلیوں کی تلاش میں رہو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے اس کی رحمت کی کچھ تجلیاں ہیں کہ اپنے بندوں میں جسے چاہتا ہے پہنچاتا ہے۔''

حوالہ:- نوادر الاصول، مطبوعہ : دار صادر، بیروت، ص ۲۲۳

مندرجہ بالا تینوں حدیثوں میں کثرت سے اور ہر وقت دعا مانگنے کی تلقین و ترغیب فرمائی گئی ہے۔ علاوہ ازیں مندرجہ بالا احادیث میں سے حدیث شریف نمبر تین میں ''اُطْلُبُوا الْخَيْرَ دَهْرَكُمْ كُلَّهُ'' یعنی ''**ہر وقت ہر گھڑی عمر بھر خیر مانگے جاؤ**'' کے مبارک الفاظ وارد ہیں۔ جس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ ہر وقت اور ہر پل صراحتًا اس میں داخل ہیں۔ اس میں نماز جنازہ سے پہلے یا بعد کے سب اوقات شامل ہیں۔ لہذا جس وقت بھی دعا کی جائے بلاشک وشبہ اس کی اجازت ہے اور اس میں بھلائی ہے۔ تو جب

تک کسی خاص دعا مانگنے کی شریعت مطہرہ میں ممانعت وارد اور ثابت نہ ہو، تب تک اس کا انکار کرنا شریعت مطہرہ پر زیادتی ہے۔

## ضروری نکتہ:

نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنے کی ممانعت کرنے والا گروہ اور خصوصاً منافقین زمانہ عوام الناس کو بہکانے کی فاسد غرض اور اپنے باطل دعوے کے ثبوت کے لئے ملت اسلامیہ کے عظیم الشان ائمہ کی کتب معتبرہ و معتمدہ کی کچھ عبارتیں پیش کرتے ہیں اور ان عبارات کے من چاہے معنی اور تاویلات کر کے بے پڑھے اور سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنے کی ممانعت کے ثبوت میں منافقین زمانہ جو دلائل پیش کرتے ہیں، وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) ''لَایَقُوْمُ دَاعِیًا لَهٗ''

**ترجمہ:** ''میت کے لئے دعا کرتے ہوئے نہ ٹھہرے۔''

حوالہ:- جامع الرموز ، فصل فی الجنائز ، ناشر ، مکتبه اسلامیه ، ایران ، جلد ۱، ص ۲۸۳

(۲) ''لَایَقُوْمُ بِالدُّعَاءِ بَعْدَ صَلَاةِ الْجَنَازَةِ''

**ترجمہ:** ''نماز جنازہ کے بعد دعا کے لئے نہ ٹھہرے۔''

حوالہ:- قنیه ، باب الجنائز ، ص ٥٦

(۳) ''قائم نشود بعد از نماز برائے دعا''۔

**ترجمہ:** ''نماز کے بعد دعا کے لیے نہ ٹھہرے۔''

حوالہ:- کشف الغطاء، فصل ششم، نماز جنازه ، مطبوعه : مطبع احمدی ، دهلی ص ٤٠

مندرجہ بالا حوالے پیش کر کے منافقین زمانہ اپنے دعوی کی دلیل میں گرجتے ہیں۔اور مندرجہ بالا عبارات میں جولفظ ''لَا یَــقُــوْم ''یعنی ''کھڑانہ رہے'' سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ نماز جنازہ کے بعد کھڑے ہوکر دعا نہ کرنا چاہیئے۔ یا دعا کرنے کے لئے کھڑانہ رہنا چاہیئے۔

اب ہم اللہ تعالیٰ کی مدداور عنایت سے منافقین زمانہ کی پیش کردہ دلیلوں کا بطلان کرنے کی سعی کرتے ہیں۔

- چند دلائل پیش خدمت ہیں۔

## دلیل نمبر:۱

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشادفرماتا ہے:

اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَ قُعُوْدًا وَعَلٰی جُنُوْبِھِمْ

(سورۃ آل عمران ، آیت نمبر ۱۹۱)

ترجمہ: ''جواللہ کی یاد( ذکر) کرتے ہیں،کھڑےاور بیٹھےاورکروٹ پر لیٹے۔''

(کنز الایمان)

اس آیت کریمہ میں نیک بندوں کی صفت یہ بتائی گئی ہے کہ وہ کھڑے، بیٹھےاور لیٹے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ذکرکرتے ہیں۔تو ثابت ہوا کہ کھڑے ہوکراللہ تبارک و تعالیٰ کا ذکرکرنا محبوب ومطلوب اورمندوب ہے۔

## دلیل نمبر:۲

منافقین زمانہ فقہ کی مشہور ومعروف کتاب کشف الغطاص ۴۰ کا حوالہ جوہم نے پچھلے صفحوں میں پیش کیا ہے،اسے بڑے ہی زوروشور سے پیش کرتے ہیں۔حالانکہ اسی کشف الغطا کتاب کے اسی صفحہ نمبر ۴۰ پر نماز جنازہ سے پہلے بھی دعا کرنے کی ممانعت

کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''وپیش از نماز نیز بہ دعا نہ ایستد''۔

یعنی ''اور نماز سے پہلے بھی دعا کے لئے نہ کھڑا ہو۔''

لو صاحب! اب نماز سے پہلے بھی دعا کرنی منع ہوگئی۔ یہ تو صرف ظاہری معنی پر محمول بات ہے، لیکن ملت اسلامیہ کے عظیم ائمہ کے کلام اور جملوں کو بنظر عمق اور گہری سوچ سے دیکھا، پڑھا اور سمجھا جائے تو ان حضرات کے بیان کردہ احکام عظیم حکمتوں، مصلحتوں اور اتباع سنت کے حامل ہوتے ہیں۔ چند نکات پیش خدمت ہیں۔

## تنبیہ:

نماز جنازہ کے بعد دعا کے لیے ٹھہرنے کی جو ممانعت فرمائی گئی ہے، وہ نماز کے بعد صفوں کو بدستور قائم رکھتے ہوئے اور اسی صف بندی کی ہیئت پر دعا کرنے پر ہے۔ نماز جنازہ کا سلام پھیرنے کے بعد صفوں کو توڑ کر، منتشر ہو کر قلیل دعا کے لئے ٹھہرنے میں اصلاً کوئی حرج نہیں، صفوں کو توڑے بغیر بدستور صف قائم رکھتے ہوئے اگر نماز کے بعد ٹھہرا جائے گا، تو یہ ٹھہرنا نماز میں زیادتی کا شبہ پیدا کرے گا، یعنی شاید کوئی یہ سمجھ لے کہ نماز جنازہ کے سلام پھیرنے کے بعد اس طرح صفیں قائم رکھ کر دعا کے لئے ٹھہرنا بھی نماز جنازہ کا ایک حصّہ ہے۔ اس نکتہ کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے ایک وضاحت ضروری ہے، جو ناظرین کی ضیافت طبع کی خاطر پیش خدمت ہے۔

## وضاحت:

صحیح مسلم شریف میں ہے کہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے جمعہ کی نماز پڑھی اور امام کے سلام پھیرنے پر ہی فوراً سنتیں پڑھنے کھڑے ہو گئے، حضرت امیر معاویہ نے انہیں بلا کر فرمایا:

''لَا تَعُدُ لِمَا فَعَلْتَ إِذَا صَلَّيْتَ الْجُمُعَةَ فَلَا تَصِلْهَا الصَّلَاةَ حَتّٰى تُكَلِّمَ أَوْ تَخْرُجَ فَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَمَرَنَا بِذٰلِكَ أَنْ لَا نُوْصِلَ صَلٰوةً بِصَلٰوةٍ حَتّٰى نَتَكَلَّمَ أَوْ نَخْرُجَ۔''

ترجمہ: ''اب ایسا نہ کرنا، جب جمعہ پڑھو، تو اسے دیگر نماز سے نہ ملاؤ، یہاں تک کہ بات کرو، یا اس جگہ سے ہٹ جاؤ کہ ہمیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ ایک نماز دوسری نماز سے نہ ملائیں، یہاں تک کہ کچھ گفتگو کریں یا جگہ سے ہٹ جائیں۔''

حوالہ:- صحیح مسلم، کتاب الجمعه، مطبوعه نور محمد اصح المطابع، کراچی، جلد ۱، ص ۲۸۸

اس حدیث شریف کے ضمن میں امام اجل، علامہ علی بن سلطان محمد ہروی قاری مکی المعروف بہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری (المتوفی ۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

''وَ يَحْتَمِلُ أَنَّ ذِكْرَ الْجُمُعَةِ بَعْدَ حُصُوْلِ الْوَاقِعَةِ لِلتَّاكِيْدِ الزَّائِدِ فِيْ حَقِّهَا، لَاسِيِّمَا وَ يُوْهِمُ أَنَّهُ يُصَلِّي أَرْبَعًا وَ أَنَّهُ الظُّهْرُ، وَ هٰذَا فِيْ مُجْتَمَعِ الْعَامِّ سَبَبَ لِلْإِ يْهَامِ (فَلَا تُصِلْهَا بِصَلٰوةٍ حَتّٰى تُكَلِّمُ)''

ترجمہ: ''اور ہوسکتا ہے کہ جمعہ کا ذکر اس لئے ہو کہ اس کے بارے میں زیادہ تاکید ہے، خصوصاً اس میں یہ وہم ہوسکتا ہے کہ وہ چار رکعت ظہر پڑھ رہا ہے اور یہ فعل مجمع عام میں وہم پیدا کرنے کا سبب ہوگا۔'' (تو اسے دیگر نماز سے نہ ملاؤ یہاں تک کہ کلام کرلو)

حوالہ:- مرقاۃ شرح مشکوۃ، باب السنن و فضائلها، مطبوعه، مکتبه امدادیه، ملتان، جلد ۳، ص ۱۱۹

مندرجہ بالا حدیث شریف اور اس کی شرح سے یہ بات ثابت ہوئی کہ جمعہ کی نماز پوری ہونے پر فوراً کھڑے ہو کر سنتیں پڑھنے میں عوام الناس کو یہ وہم پیدا ہوسکتا ہے کہ یہ

شخص چار رکعت احتیاطی ظہر پڑھ رہا ہے اور عوام کے اس وہم اور شبہ سے بچنے کے لئے یہ تاکید فرمائی گئی ہے کہ نماز جمعہ ختم ہوتے ہی فوراً دوسری نماز شروع مت کرو بلکہ کچھ بات چیت کرلو، یا اس جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ پر سنت وغیرہ پڑھو، تاکہ کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ یہ شخص چار رکعت ظہر پڑھ رہا ہے۔

تو جب جمعہ کی نماز کے بعد فوراً دوسری نماز یعنی جمعہ کی دو رکعت فرض کے سلام پھیرنے کے بعد فوراً سنت نماز پڑھنے سے عوام کو وہم اور شبہ پیدا ہوسکتا ہے، تو نماز جنازہ کے سلام کے بعد صفوں کو بدستور قائم رکھ کر دعا کے لئے ٹھہرنے سے بھی یہ وہم ہوسکتا ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد دعا کے لئے ٹھہرنا بھی نماز کا ایک حصہ ہے۔

حالانکہ نماز جمعہ ہر ہفتہ پڑھنے کا شرف حاصل ہوتا ہے اور جمعہ کی نماز پڑھنے والے ہر نمازی کو اچھی طرح معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کی نماز میں صرف دو رکعت ہی فرض ہیں، جب کہ نماز جنازہ ہر ہفتہ پڑھنے کا موقع نہیں ملتا، بلکہ کبھی کبھی نماز جنازہ پڑھنے کا موقع میسر ہوتا ہے۔ تو جب ہر ہفتہ پڑھی جانے والی نماز جمعہ کے سلام پھیرنے کے بعد فوراً دیگر نماز پڑھنے سے وہم اور شبہ پیدا ہوتا ہے، تو کبھی کبھی پڑھی جانے والی جنازے کی نماز کے سلام پھیرنے کے بعد صفوں کو بدستور قائم رکھ کر دعا کے لئے ٹھہرنے سے وہم اور شبہ پیدا ہونے کے زیادہ امکانات ہیں۔

لہذا جس طرح نماز جمعہ (فرض) کے بعد کچھ کلام کرنے سے یا جس جگہ کھڑے ہو کر نماز جمعہ کے فرض پڑھے ہوں، اس جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ پر سنتیں پڑھنے سے نماز میں زیادت کا وہم اور گمان نہیں ہوگا، اسی طرح نماز جنازہ کے سلام پھیرنے کے بعد صفوں کو توڑ کر اور منتشر ہو کر کچھ دیر کے لئے دعا کے لئے ٹھہرنے سے بھی نماز میں اضافہ کا

وہم اور گمان نہیں ہوگا، لہذا صفوں کو توڑ کر منتشر ہو کر کچھ دیر کے لیے قلیل دعا کے لیے ٹھہرنے میں اصلاً کوئی حرج نہیں۔

امام احمد رضا محقق بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں کہ:

**''لاجرم معنی یہ ہیں کہ نماز جنازہ کے بعد اسی ہیئت پر بدستور صفیں باندھے وہیں کھڑے ہوئے دعا نہ کریں کہ زیادت فی الصلاۃ سے مشابہت نہ ہو۔''**

حوالہ:- (۱) فتاوی رضویه جلد، ٤، ص ٢٨

(۲) فتاوی رضویه (مترجم) جلد ۹ ، ص ۲۵۰

## وضاحت:

نماز جنازہ کے بعد طویل دعا کے لئے ٹھہرنے کی ممانعت میں ایک حکمت یہ بھی ہے:

**''فی الواقع نماز کے علاوہ کسی دعائے طویل کی غرض سے تجہیز جنازہ کو درنگ و تعویق میں ڈالنا شرع مطہر ہرگز پسند نہ فرمائے گی، تکثیر دعا بیشک محبوب ہے مگر اس کے لئے تعویق مطلوب نہیں، جس طرح جنائز پر تکثیر جماعت قطعاً مطلوب ہے، مگر اس کے لئے تاخیر مطلوب نہیں۔''**

حوالہ:- (۱) فتاوی رضویه ، جلد ٤، ص ٢٧

(۲)فتاوی رضویه (مترجم) جلد ۹ ، ص ۲٤۷

مندرجہ بالا عبارت کا مطلب یہ ہے کہ نماز جنازہ کے علاوہ طویل یعنی لمبی دعا کے لئے ٹھہر کر میت کو دفن کرنے میں دیر کرنا شریعت مطہرہ میں ناپسندیدہ ہے، دعا کی کثرت بے شک محبوب ہے مگر اس محبوب کام کے لئے دفن میں تاخیر کرنا اچھا نہیں، جس طرح نماز جنازہ پڑھنے والوں کی تعداد زیادہ ہونا یقیناً مطلوب ہے لیکن لوگوں کو جمع

کرنے کے لئے دیر کرنا اچھا نہیں ہے۔

کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ: جب تم میں کوئی مرے تو اسے نہ روکو اور جلدی دفن کے لئے لے جاؤ، لہذا میت کے غسل، نماز اور دفن میں جتنی ہو سکے جلدی کرنی چاہیئے۔

اکثر مقامات میں یہ دیکھا گیا ہے کہ اگر کسی کا جمعہ کی شب میں یا جمعہ کی صبح کو انتقال ہو جاتا ہے، اس کے رشتہ دار اور احباب اس کے کفن دفن میں اس غرض سے دیر کرتے ہیں کہ آج جمعہ کا دن ہے، لہذا جمعہ کی نماز کے بعد نماز جنازہ ہو، تا کہ زیادہ لوگ نماز جنازہ میں شریک ہوں، ایسا کرنا مکروہ ہے۔

تنویر الابصار میں ہے:

''کُرِهَ تَأخِيرُ صَلَاتِهِ وَ دَفْنِهِ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهِ جَمْعٌ عَظِيمٌ بَعْدَ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ''

ترجمہ: ''اس خیال سے کہ نماز جمعہ کے بعد ایک عظیم جماعت نماز جنازہ میں شریک ہوگی، نماز جنازہ اور دفن میں تاخیر کرنا مکروہ ہے۔''

حوالہ:- در مختار شرح تنویر الابصار، باب صلوۃ الجنائز، مطبوعہ، مطبع مجتبائی، دھلی جلد ۱، ص ۱۲۴

ناظرین کرام غور فرمائیں کہ اس نیت سے کہ میت کی نماز اور دفن میں زیادہ سے زیادہ لوگ شریک ہوں، نماز جنازہ کو جمعہ کی نماز تک موخر کرنا بھی مکروہ ہے۔ حالانکہ کثرت نمازی کے سبب میت کی مغفرت کی امید کی جا سکتی ہے، ایسا امید بھرا کام بھی صرف دفن میں تاخیر ہونے کی وجہ سے مناسب نہیں، تو نماز جنازہ کے بعد طویل دعا کی وجہ سے دفن میں دیر ہونا کیونکر مناسب ہوسکتا ہے۔ شریعت مطہرہ میں تجہیز یعنی میت کو

جلدی دفن کرنے کی تاکید فرمائی گئی اور بے ضرورت شرعیہ یا عذر معقول کے بغیر اس کی تاخیر کی ممانعت فرمائی گئی۔ لہذا نماز جنازہ کے بعد طویل دعا نہ کرنا چاہیئے بلکہ مختصر دعا کر کے میت کو جلد از جلد دفن کرنے کے لئے قبر کی جانب لے جانا چاہیئے۔

## وضاحت:

کشف الغطاء اور دیگر کتب میں جہاں نماز جنازہ سے پہلے بھی دعا کرنے کی ممانعت فرمائی گئی ہے، اس سے مراد یہی ہے کہ دعا کی کثرت کی وجہ سے نماز جنازہ میں دیر ہوگی اور نتیجتاً دفن میں تاخیر ہوگی۔ ہاں اگر ایسی صورت ہے کہ دعا کی وجہ سے نماز اور دفن میں تاخیر نہ ہوگی، مثلاً ابھی میت کو غسل دے رہے ہیں یا میت کا ولی اقرب کہیں گیا ہوا ہے اور اس کے آنے کا انتظار ہے، تو اس وقت نماز سے پہلے طویل دعا کر سکتے ہیں، اسی طرح نماز کے بعد ایسی صورت پیدا ہوئی مثلاً نماز تو ہوگئی ہے لیکن ابھی قبر تیار نہیں ہے ،تو جب تک قبر تیار ہو رہی ہے، تب تک میت کے لئے طویل دعا مانگنے میں کوئی حرج نہیں اور ایسی صورت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ملت اسلامیہ کے عظیم علماء نے دعا مانگنے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔

''فاتحه و دعا برائے میت پیش از دفن درست است ۔''

ترجمہ: ''میت کے لئے دفن سے پہلے فاتحہ و دعا درست ہے۔''

حوالہ:- کشف الغطا،فصل ششم،نماز جنازہ،مطبوعہ مطبع احمدی،دھلی، ص ۴۰

مندرجہ بالا عبارت میں صاف لکھا ہے کہ دفن سے پہلے فاتحہ و دعا درست ہے، اس عبارت سے مسئلہ بالکل صاف ہوگیا کہ نماز جنازہ سے پہلے اور بعد میں دونوں وقت دعا کرنا درست ہے کیونکہ نماز جنازہ سے پہلے اگر دعا کی جائے گی تو وہ دعا دفن سے پہلے

کی گئی دعا ہوگی اور اگر نماز جنازہ کے بعد کی جائے گی، تو وہ دعا بھی دفن سے پہلے کی گئی دعا میں شمار ہوگی اور کشف الغطاء کی مندرجہ بالا عبارت میں دفن سے پہلے فاتحہ اور دعا کی صاف لفظوں میں اجازت لکھی ہوئی ہے۔

اب تین حوالے پیش خدمت ہیں۔

## حوالہ:۱

مسلم شریف اور بخاری شریف میں ہے کہ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے نعش مبارک حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گرد ہجوم کیا اور چاروں طرف سے احاطہ کر کے کھڑے ہوئے، امیر المومنین شہید کے لئے دعائیں کرتے رہے، یہاں تک کہ امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم بھی اس مجمع میں امیر المومنین شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے دعا میں شریک ہوئے۔

صحیح بخاری شریف و صحیح مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے:

''وَ اللَّفظُ لِمُسلِمٍ وُضِعَ عُمَرُ بنُ الخَطَّابِ عَلٰی سَرِیرِہٖ فَتَکَفَّنَہٗ النَّاسُ یَدعُونَ وَ یَثنُونَ وَ یُصَلُّونَ عَلَیہِ قَبلَ أَن یُرفَعَ ، وَأَنَا فِیہِم قَالَ فَلَم یَدعُنِی إِلَّا رَجُلٌ قَد أَخَذَ بِمَنکَبِی مِن وَّرَائِی فَالتَفَتُّ إِلَیہِ فَإِذَا هُوَ عَلِیٌّ فَتَرَحَّمَ عَلٰی عُمَرَ وَ قَالَ مَا اَخلَفتَ أَحَدًا أَحَبَّ إِلَیَّ أَن أَلقَی اللّٰہَ بِمِثلِ عَمَلِہٖ مِنکَ وَ أَیمُ اللّٰہِ إِن کُنتُ لَأَظُنُّ أَن یَّجعَلَکَ اللّٰہُ مَعَ صَاحِبَیکَ وَفِی رِوَایَۃٍ لِلبُخَارِی قَالَ: إِنِّی لَوَ أَقِفُ فِی قَومٍ یَدعُونَ اللّٰہَ لِعُمَرَ بنِ الخَطَّابِ وَ قَد وُضِعَ عَلٰی سَرِیرِہٖ إِذَا رَجُلٌ مِن خَلفِی قَد وَضَعَ مِرفَقَہٗ عَلٰی مَنکَبِی یَقُولُ رَحِمَکَ اللّٰہُ إِن کُنتُ لَأَرجُو أَن یَّجعَلَکَ اللّٰہُ مَعَ

صَاحِبَیْكَ (الحدیث) ۔

ترجمہ: ''امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ رکھا تھا، لوگ چار طرف سے احاطہ کئے ہوئے ان کے لئے دعا وثنا میں مشغول تھے۔ میں بھی انہیں دعا کرنے والوں میں کھڑا تھا، ناگاہ ایک شخص نے پیچھے سے آکر میرے شانے پر کہنی رکھی میں نے پلٹ کر دیکھا تو علی مرتضی کرم اللہ وجہہ تھے، جنازہ شریف کی طرف مخاطب ہوکر بولے: اللہ آپ پر رحم فرمائے آپ نے اپنے بعد کوئی ایسا نہ چھوڑا جو مجھے آپ سے زیادہ پیارا ہو کہ میں اس کے جیسا عمل کرکے اللہ تعالیٰ سے ملوں، اور خدا کی قسم مجھے امید واثق تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دونوں صاحبوں سید المرسلین ﷺ وامیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رفاقت نصیب فرمائے گا۔''

حوالہ:- (۱) فتاوی رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۲۳۶

(۲) بذل الجوائز علی الدعاء بعد الصلوۃ الجنائز، مطبوعہ یونائیٹیڈ انڈیا پریس، لکھنؤ، ص ۵

## حوالہ:۲

حضور اقدس، رحمت عالم ﷺ سے نماز جنازہ کے بعد دعا کرنی ثابت ہے، بلکہ خود حضور پرنور سید عالم ﷺ اور حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے نماز جنازہ سے پہلے اور نماز جنازہ کے بعد دونوں وقت میت کے لئے دعا فرمانا اوراس کا حکم دینا ثابت ہے، بلکہ حضور اقدس ﷺ کے نماز جنازہ پڑھنے والے کے حق میں بھی نماز جنازہ کے بعد دعا فرمائی ہے۔

''عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : إِذَا حَضَرْتُمُ الْمَرِیْضَ أَوِ الْمَیِّتَ فَقُوْلُوْا إِذًا خَیْرًا فَإِنَّ الْمَلَائِکَةَ یُؤَمِّنُوْنَ

عَلٰی مَا تَقُوْلُوْنَ وَ ھُوَ عَنْھَا رَضِی اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلٰی اَبِی سَلَمَۃَ وَ قَدْ شَقَّ بَصرُہٗ فَاَغْمَضَہٗ (اِلٰی اَنْ قَالَتْ) ثُمَّ قَالَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِاَبِیْ سَلَمَۃَ وَارْفَعْ دَرَجَتَہٗ فِی الْمَھْدِیِّیْنَ وَاخْلُفْہُ فِی عَقَبِہٖ فِی الْغَابِرِیْنَ وَاغْفِرْلَنَا وَ لَہٗ یَارَبَّ الْعَالَمِیْنَ وَافْسَحْ لَہٗ فِی قَبْرِہٖ وَنَوِّرْلَہٗ فِیْہِ۔"

ترجمہ: "امام مسلم حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب تم بیمار یا میت کے پاس آؤ تو اچھی بات بولو، اس لئے کہ ملائکہ تمہاری بات پر آمین کہتے ہیں۔ وہی امام، انہی ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی ہیں وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوسلمہ کی وفات پر تشریف لائے تو ابھی ان کی آنکھ کھلی ہوئی تھی سرکار نے دعا کی، اے اللہ ابوسلمہ کو بخش دے اور ہدایت یافتہ لوگوں میں اس کا درجہ بلند فرما اور پسماندگان میں اس کا نیک بدل عطا فرما، اور ہمیں اور اسے اپنی رحمت سے چھپا، اس کی قبر کشادہ فرمادے اور اس کے لئے اس میں روشنی و نور پیدا فرما۔"

حوالہ:- فتاوی رضویه، جلد۹، ص۲۲۶

## حوالہ:۳

دار قطنی نے مرفوعاً روایت کی ہے:

"عَنْ أَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: أُتِیَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم بِجَنَازَۃٍ فَلَمَّا قَامَ یُکَبِّرُ سَأَلَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم ھَلْ عَلٰی صَاحِبِکُمْ دَیْنٌ؟ قَالَ: نَعَمْ، دِیْنَارَانِ۔ فَعَدَلَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم عَنْہُ وَقَالَ صَلُّوا عَلٰی صَاحِبِکُمْ، فَقَالَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ دَیْنُہُ عَلَیَّ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ بَرِیْءٌ مِنْھُمَا فَتَقَدَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم وَصَلّٰی عَلَیْہِ ثُمَّ قَالَ لِعَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ جَزَاکَ اللّٰہُ

خَیۡـرًا۔ فَكَّ اللّٰـهُ رَهَانَكَ كَمَا فَكَكۡتَ رِهَانَ اَخِيۡكَ اِنَّهٗ لَيۡسَ مِنۡ مَيِّتٍ يَمُوۡتُ وَعَـلَيۡـهِ دَيۡنٌ اِلَّا وَ هُوَ مُرۡتَهِنٌ بِدَيۡنِهٖ وَ مَنۡ فَكَّ رِهَانَ مَيِّتٍ فَكَّ اللّٰهُ رِهَانَهٗ يَـوۡمَ الۡقِيَـامَةِ فَـقَـالَ بَـعۡضُ الۡـقَـوۡمِ يَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ هٰذَا لِعَلِيٍّ خَاصَّةً اَمۡ لِلۡمُسۡلِمِيۡنَ عَامَّةً قَالَ بَلۡ لِلۡمُسۡلِمِيۡنَ عَـامَّةً ۔''

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضور اقدس، رحمت عالم ﷺ ایک جنازہ پر تشریف لے آئے، جب آپ نماز جنازہ کی تکبیر دینے کھڑے ہوئے تو حضور اقدس ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے پوچھا کہ تمہارے صاحب (میت) پر کوئی قرض ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ ہاں! دو دینار کا قرض ہے۔ تو حضور اقدس ﷺ نماز جنازہ پڑھانے سے ہٹ گئے اور صحابہ کرام سے فرمایا اپنے صاحب پر تم نماز پڑھو (یعنی میں نہیں پڑھوں گا) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! اس کا قرض میرے ذمہ ہے۔ اور یہ قرض سے بری ہے (یعنی اس کا قرض میں ادا کردوں گا) تو حضور اقدس ﷺ آگے بڑھے اور اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بہتر جزا عطا فرمائے، اللہ تعالیٰ تمہارا بوجھ اتارے، جس طرح تم نے اپنے بھائی کا بوجھ اتار دیا۔ اور جب کسی شخص کا انتقال ہوا اور اس پر قرض ہوا اور وہ قرض کے بوجھ میں دبا ہوا اور اگر کوئی شخص کسی میت کا بوجھ (قرض) اتارے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا بوجھ ہلکا فرمائے گا۔ اس ارشاد گرامی پر بعض صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا یہ فضیلت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے خاص ہے یا تمام مسلمانوں کے لیے عام؟ ارشاد فرمایا: ہاں! یہ سب مسلمانوں کے لیے عام ہے۔''

حوالہ:- (۱) فتح الباری شرح صحیح البخاری، جلد ۲، ص ۴۲۲

(۲)کشف الغمه عن جمیع الامة،جلد۲، ص ۲۲ ۔ مطبوعه : مصر

اس حدیث شریف سے تو صاف ثابت ہوگیا کہ حضور اقدس ﷺ نے نماز جنازہ پڑھنے والے کے لئے دعائے خیر فرمائی ۔ اگر نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا مطلقاً ممنوع ہوتا تو حضور اقدس ،رحمت عالم ﷺ نماز جنازہ کے بعد دعائیہ کلمات ارشاد فرمانے کے لیے نہ ٹھہرتے ، بلکہ سلام پھیرنے کے بعد جلدی جلدی میت کو اٹھالینے کا حکم صادر فرماتے ۔ مندرجہ بالا حدیث شریف کو پھر ایک مرتبہ بغور مطالعہ فرمائیں ۔ اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ

(۱) نماز جنازہ کے بعد حضور اقدس ﷺ نے میت کے ساتھ احسان فرمانے والے حضرت مولیٰ علی مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے دعا فرمائی ۔

(۲) صحابۂ کرام کو مخاطب فرما کر میت کے ساتھ احسان کرنے کی ( قرض دار کا قرض ادا کرنے کی ) فضیلت بیان فرمائی ۔

(۳) اس فضیلت کو سن کر صحابۂ کرام میں سے بعض حضرات نے سرکار دو عالم ﷺ سے اس فضیلت کی وضاحت دریافت کی کہ یہ فضیلت صرف علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے خاص یا سب مومنین کے لیے عام؟ ۔

(۴) صحابۂ کرام کے دریافت کرنے پر حضور اقدس ﷺ نے وضاحت فرمائی کہ یہ فضیلت سب مسلمانوں کے لیے عام ہے ۔

ناظرین کرام غور فرمائیں نمبر ۱ سے نمبر ۴ تک جو تفصیل ہم نے بتائی ہے، اس میں وقت صرف ہوا یا نہیں ؟ اتنی دیر کے لئے خود مالک کونین ﷺ اور جانثار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نماز جنازہ کے بعد ٹھہرے رہے یا نہیں ؟ اتنی دیر کے لیے میت کو دفن کی تاخیر ہوئی یا نہیں ؟ جواب صاف ہے کہ ہاں ! مگر یہ تاخیر طویل وقت تک نہ ہوئی بلکہ مختصر وقت

کے لیے ہوئی۔ اور اتنی دیر دعا کے لیے ٹھہرنا شرعاً ممنوع نہیں۔

# نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا مسنون

## معتبر کتابوں کے حوالے:

(۱) وَقَدِ اخْتَارَ بَعْضُ مَشَايِخِنَا رَحِمَهُمُ اللّٰهُ مَا يُخْتَمُ بِهِ سَائِرُ الصَّلٰوةِ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِى الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ وَ قَالَ شَمْسُ الْأَئِمَّةِ رَحِمَهُ اللّٰهُ هُوَ مُخَيَّرٌ بَيْنَ السُّكُوْتِ وَ الدُّعَاءِ وَ قَالَ بَعْضُهُمْ يُقْرَأُ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا الخ ۔

ترجمہ: ''اور بے شک ہمارے بعض مشایخ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے یہ اختیار فرمایا کہ سب نماز ختم ہونے کے بعد'' اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِى الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ '' یہ دعا مانگے۔ اور حضرت شمس الائمہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اسے اختیار ہے، چاہے خاموش رہے، چاہے تو دعا کرے۔ اور بعض علماء نے فرمایا کہ '' رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا '' یہ دعا آخر تک پڑھے۔''

(۲) کتاب مفتاح الصلوٰۃ، اور اس کے حواشی میں مندرجہ بالا تمام دعائیں لکھنے کے بعد یہ بھی لکھا ہے کہ'' اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ وَ اغْفِرْلَنَا وَ لَهٗ '' بھی پڑھے۔

(۳) ایسا ہی بحر ذخار اور نہر فایق جیسی معتبر کتابوں کے حوالے سے کتاب زاد الآخرت میں صاحب کتاب نے نقل فرما کر اسے مستحب لکھا ہے۔

## الحاصل!

یہاں تک کی ہماری گفتگو کا ماحصل یہ ہے کہ:

(۱) نماز جنازہ کے بعد اسی ہیئت پر صفیں باندھ کر دعا نہ کرنی چاہیئے۔ کیونکہ صفیں اسی

ہیئت پر قائم رکھ کر دعا کے لیے ٹھہرنے میں کسی کو یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ اس طرح اب ٹھہرنا بھی نماز کا ایک حصہ ہے۔ لہٰذا نماز جنازہ کے بعد صفیں توڑ کر اور منتشر ہوکر مختصر دعا کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ اس طرح دعا کرنا مستحب اور حکم کیا ہوا ہے۔

(۲) نماز جنازہ کے بعد طویل دعا نہ کرنی چاہیئے کیونکہ زیادہ دیر تک دعا کے لیے ٹھہرنے کی وجہ سے میت کو دفن کرنے میں تاخیر ہوگی۔ لہٰذا مختصر سی دعا کرنے میں شرعاً کوئی مضائقہ نہیں۔

ایک اہم نکتہ کی طرف بھی قارئین کرام توجہ فرمائیں کہ نماز جنازہ کے بعد مختصر دعا کے لئے ٹھہرنے کا عمل پوری دنیا کے علماء وصلحاء اور عامۃ المسلمین ابتدائے اسلام سے کرتے آئے ہیں اور اس فعل کے مناسب ہونے میں کسی کو کلام نہیں کیونکہ یہ فعل احادیث کریمہ سے ثابت بلکہ مامور بہ ہے۔ علاوہ ازیں اس فعل میں میت کا اخروی فائدہ بھی ہے اور دنیوی فائدہ بھی ہے۔ اخروی فائدہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت میت کے لیے مغفرت کی دعا مانگ رہی ہے اور اس دعا کے قبول ہونے سے میت کی مغفرت عذاب سے نجات اور رحمتوں کے حصول کی امید ہے۔

دنیوی فائدہ یہ ہے کہ اس میں میت کی توقیر وعزت ہے اور اس کو جلدی جلدی چار تکبیریں بول کر فی الفور اٹھا کر مثل وہابی مردہ کی طرح ڈال دینے میں اس کی تحقیر اور بے عزتی ہے۔ اگر صرف جلدی جلدی دفن کردینے میں ہی میت کی عزت اور توقیر ہوتی تو صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تین دن تک حضور اقدس ﷺ کے مبارک جسم اقدس کو دفن کیے بغیر نہ رکھتے بلکہ فوراً دفنا دیتے۔

اور یہاں یعنی عامۃ المسلمین کے لئے نماز جنازہ کے بعد دعا میں تین دن تو کیا

صرف تین منٹ بھی صرف نہیں ہوتے۔ مختصر سی دعا ہوتی ہے، جو ایک منٹ سے بھی کم وقت میں پوری ہو جاتی ہے۔ لیکن ہائے افسوس! منافقین زمانہ کی عقلوں پر پتھر پڑ گئے ہیں کہ صرف ایک منٹ سے بھی کم وقت میں کی جانے والی نماز جنازہ کے بعد کی دعا سے روکتے ہیں اور روکنے میں ایسی شدت اور سختی کرتے ہیں کہ بات فتنہ اور فساد تک پہنچ جاتی ہے۔ اور کبھی کبھی ایسی لڑائی ہو جاتی ہے کہ گھنٹوں تک میت دفن کیے بغیر پڑی رہتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے مردوں کو معزز مہمان کی طرح عزت و توقیر کے ساتھ وداع کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اپنے رخصت ہونے والے مہمان کو دعا اور فاتحہ کے تحفے دینے کی سعادت نصیب فرمائے۔ آمین۔

13

# میت کو کیسے دفن کریں؟

**مسئلہ:**

میت کو دفن کرنا فرض کفایہ ہے۔ اور دفن کرنے سے مراد یہ ہے کہ زمین میں گڑھا کھود کر اس میں میت کو رکھ کر اوپر سے پاٹ دینا۔ اور یہ جائز نہیں کہ میت کو زمین کے اوپر رکھ کر چاروں طرف سے دیواریں قائم کر کے بند کر دیں۔ المختصر! دفن کے معنی یہ ہوئے کہ میت زمین کے اوپر نہ رکھی جائے بلکہ زمین کے اندر رکھ کر چھپا دی جائے۔

حوالہ:- عالمگیری، ردالمحتار، بهار شریعت، حصه ٤، ص ١٦٠

**مسئلہ:**

جس جگہ یا جس مکان یا کمرہ میں انتقال ہوا ہو، اسی جگہ دفن نہ کریں، کیونکہ یہ صرف انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے لئے خاص ہے۔ لہذا میت کو مسلمانوں کے قبرستان میں ہی دفن کریں۔ اس کے لئے کوئی خاص مدفن نہ بنائیں۔ (حوالہ:- ایضاً)

**مسئلہ:**

قبر کی لمبائی، چوڑائی، اور گہرائی حسب ذیل ہونی چاہیئے:

- لمبائی : میت کے قد کے برابر ہونی چاہیئے۔
- چوڑائی : میت کے آدھے قد جتنی ہونی چاہیئے۔
- گہرائی : (۱) میت کے آدھے قد برابر
  (۲) بہتر یہ ہے کہ گہرائی بھی میت کے قد کے برابر ہو۔
  (۳) درمیانی درجہ یہ ہے کہ میت کے پاؤں سے لے کر سینہ تک جتنا ناپ ہو، اتنی گہری ہو۔

حوالہ:- (۱) بحرالرائق، جلد ٢، ص ١٩٣

(۲) فتاوی عالمگیری، جلد ۱،ص ۱۵۵

(۳)فتاوی فیض الرسول، جلد ۱،ص ۴۵۱

(۴)بهار شریعت، حصه ۴،ص ۱۶۰

## قبر کیسی ہو؟

قبر کو قد آدم بھر کھودنا بہتر ہے۔اس میں دو فائدے ہیں۔ پہلا یہ کہ اگر میت کا جسم سڑتا ہے،تو اس کی بدبو نہیں پھیلے گی۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ قبر زیادہ گہری ہونے سے میت ''بجُّو'' نام کے گوشت خور جانور سے محفوظ ہوتی ہے۔''بجُّو'' ایک قسم کا گوشت خور جانور ہے، جو دن بھر بلوں میں چھپا رہتا ہے اور رات کو باہر نکلتا ہے۔اس کی آنکھیں بہت چھوٹی ہوتی ہیں۔

## نوٹ:

بجُّو نام کے گوشت خور جانور کو کاٹھیاواڑ گجرات وغیرہ کے علاقوں میں ''گورکھودیا'' (A;n¨A] j¨[l) کہتے ہیں۔اور اس جانور کو انگریزی میں Badger کہتے ہیں۔

■ قبر کو سینہ سے بھی زیادہ گہری کھودنا بہتر ہونے کے تعلق سے حوالے قارئین کرام کی ضیافت طبع کی غرض سے پیش خدمت ہیں:

● (۱)عالم جلیل، اشرف الفقہاء، علامہ امام عبدالعلی برجندی (المتوفی ۹۳۲ھ) فرماتے ہیں:

''وَيُحفَرُ القَبرُ نِصفَ القَامَةِ أَوْإِلَى الصَّدرِ وَإِنْ زِيدَ كَانَ حَسَنًا لِأَنَّهُ أَبلَغُ فِى مَنعِ الرَّائِحَةِ وَدَفعِ السِّبَاعِ''

ترجمہ: ''قبر آدھے قد کے برابر کھودی جائے یا سینہ تک، اور اگر زیادہ ہو تو مستحب

ہے۔ اس لئے کہ بو (مہک) سے بچنے اور درندوں سے محفوظ رکھنے میں یہ مقدار زیادہ بہتر ہے۔''

حوالہ:- شرح النقایہ، جلد ۱، ص ۱۳۸

- (۲) محقق جلیل، امام اجل، سرتاج فقہاء، حضرت علامہ علاء الدین محمد بن علی دمشقی حصکفی (المتوفی ۱۰۸۸ھ) فرماتے ہیں:

''حُفِرَ قَبْرُهُ مِقْدَارَ نِصْفِ قَامَةٍ فَإِنْ زَادَ فَحَسَنٌ''

ترجمہ: ''میت کی قبر نصف قد کے برابر کھودی جائے، اگر زیادہ ہو، تو بہتر ہے۔''

حوالہ:- درمختار، باب صلوۃ الجنائز، مطبع مجتبائی، دھلی، جلد ۱، ص ۱۲٤

- (۳) خاتم المحققین، فخر الفقہاء، حضرت علامہ محمد امین بن عابدین شامی (المتوفی ۱۲۵۲ھ) فرماتے ہیں:

''وَ إِنْ زَادَ إِلٰى مِقْدَارِ قَامَةٍ فَهُوَ أَحْسَنُ كَمَا فِي الذَّخِيْرَةِ وَهٰذَا حَدُّ الْعُمْقِ وَ الْمَقْصُوْدُ مِنْهُ الْمُبَالَغَةُ فِي الرَّائِحَةِ وَنَبْشِ السِّبَاعِ''

ترجمہ: ''اور اگر قبر کو زیادہ گہرا کر کے میت کے قد کے برابر کیا، تو زیادہ اچھا کیا۔ اس طرح گہرا کرنے کا مقصد بو روکنے اور درندوں کے اکھاڑنے سے بچانے میں مبالغہ ہے۔''

حوالہ:- ردالمحتار، باب صلوۃ الجنائز، مطبوعہ مجتبائی، دھلی، جلد ۱، ص ۱۲٤

- (۴) شیخ اجل عاشق رسول، محقق علی الاطلاق، الشیخ شاہ عبدالحق محدث دہلی (المتوفی ۱۰۵۲ھ) فرماتے ہیں:

''اعماق درقبر سنت ست۔ زیرا کہ در وے صیانت میت ست از ضباع''

ترجمہ: ''قبر کو گہری کرنا سنت ہے۔اس لئے کہ اس میں میت کو گوشت خور جانور بجو سے بچانا ہے۔''

حوالہ:- اشعة اللمعات، جلد ۱،ص ۶۹۳

# قبر کی قسمیں

قبر دو طرح کی بنائی جاتی ہے۔

(۱) لحد یعنی بغلی اور

(۲) شق یعنی صندوق

## قبر کی پہلی قسم ،لحد یعنی بغلی:

اس قسم کی قبر کو عوام کی اصطلاح میں ''بغلی'' کہا جاتا ہے۔لحد یعنی بغلی قبر اس طرح بنائی جاتی ہے کہ زمین میں جہاں میت کو دفن کرنا ہو، وہاں پہلے صندوق نما گڑھا کھودا جاتا ہے پھر ایک کنارے قبلہ کی طرف کی دیوار میں میت کے رکھنے بھر جگہ کھود کر بنائی جاتی ہے ۔اس کی شکل حسب ذیل نقشہ کے مطابق ہوتی ہے۔اس قسم کی قبر صرف سخت زمین میں ہی بن سکتی ہے۔نرم، مٹی اور ریت والی زمین میں ایسی قبر نہیں بن سکتی بلکہ سخت زمین (Hard Rock) میں بھی ایسی قبر مشکل سے بنتی ہے۔

لحد یعنی بغلی قبر

**مسئلہ:**
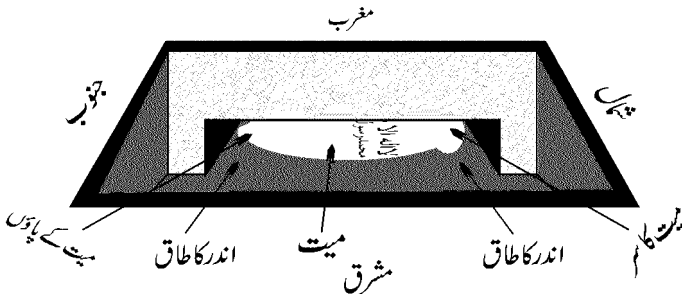
لحد بنانا سنت ہے۔ حوالہ:- عالمگیری، بہار شریعت، حصہ ٤،ص ١٦٠

## حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لحد بنائی گئی تھی

حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لحد قسم کی قبر کو پسند فرمایا ہے۔ لحد کی فضیلت میں ایک حدیث پیش خدمت ہے۔

**حدیث:**

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''اَللَّحدُ لَنَا وَالشَّقُّ لِغَیرِنَا''

ترجمہ: ''ہمارے لیے لحد ہے اور ہمارے سوا دوسرے لوگوں کے لیے شق ہے۔''

حوالہ:-سنن ابی داؤد، الجزء الثانی، باب ٦٥، حدیث ٣٢١١،ص٥٥٦، الناشر:جمعیة المکنز الاسلامی، القاہرہ، مصر، مطبوعہ، جرمنی

**حدیث:**

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پردہ (انتقال) فرمایا:

''کَانَ بِالْمَدِینَةِ رَجُلٌ یَلْحَدُ وَآخَرُ یَقْبِرُ فَقَالُوا نَستَخِیرُ رَبَّنَا وَنَبعَثُ إِلَیهِمَا فَأَیُّهُمَا سَبَقَ تَرَکْنَاهُ فَأَرسِلَ إِلَیهِمَا فَسَبَقَ صَاحِبُ اللَّحدِ فَلَحَدُوا لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ''

ترجمہ: ''مدینہ میں ایک شخص لحد کھودتے تھے اور دوسرے شخص سیدھی قبر (شق) بناتے

تھے۔صحابۂ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے کہا کہ ہم خدائے تعالیٰ سے استخارہ کرتے ہیں اور دونوں کو بلاتے ہیں، جو پہلے آجائے گا، دوسرے کو چھوڑ دیں گے۔تو لحد کھودنے والے صاحب پہلے تشریف لے آئے،تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے لحد کھودی گئی۔''

حوالہ:- سنن ابن ماجه، كتاب الجنائز، باب ٤٠، حديث ١٦٢٤، ص٢٢٦،

الناشر: جمعية المكنز الاسلامی، القاهره، مصر، مطبوعه: جرمنی

## قبر کی دوسری قسم، شق یعنی صندوق:

اس قسم کی قبر کو ''شق'' کہتے ہیں۔صندوق یعنی شق قسم کی قبر بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ زمین میں جہاں میت کو دفن کرنا ہو، وہاں میت کے قد کے برابر طول (لمبائی) میں اور میت کے کم از کم نصف قد کے برابر عرض (چوڑائی) میں سیدھا گڑھا کھودا جاتا ہے اور میت کو سیدھا سیدھا اس میں اتار دیا جاتا ہے۔اس قسم کی قبر کی شکل حسب ذیل نقشہ کے مطابق ہوتی ہے:
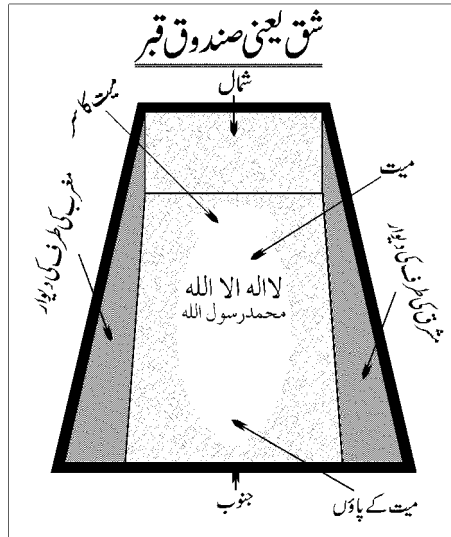
# لحد اور صندوق سے متعلق ضروری وضاحت

اب تک جن دو قسم کی قبروں ☆ لحد یعنی بغلی اور ☆ صندوق یعنی شق کے تعلق سے جو بحث کی گئی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

(۱) لحد بنانا سنت ہے، واجب نہیں۔

(۲) اگر زمین نرم ہو اور اس زمین میں لحد نہ بن سکے، تو صندوق یعنی شق قسم کی قبر بنالی جائے۔

(۳) اگر ایسی زمین ہو، جہاں لحد بن سکتی ہو لیکن پھر بھی شق (صندوق) بنالی، تو جائز ہے، اگرچہ شق کے بجائے لحد بنانا بہتر ہے۔

(۴) لحد کی شکل کی قبر بنانی چونکہ مشکل ہے۔ اس لئے آسانی کو مد نظر رکھتے ہوئے شہروں میں عام طور پر شق (صندوق) شکل کی قبر بنائی جاتی ہیں۔ البتہ دیہاتوں میں اب بھی مستحب طریقہ پر قبر لحد ہی بنائی جاتی ہے۔

(۵) ائمہ ملت اسلامیہ کے نزدیک اگر زمین سخت ہو اور وہاں لحد بن سکے تو وہاں لحد افضل ہے اور جہاں زمین نرم ہو، لحد نہ بن سکے اور قبر کے منہدم ہونے (گرنے) کا اندیشہ ہو، وہاں شق (صندوق) افضل ہے۔

# قبر اور دفن کے ضروری مسائل

**مسئلہ:**

قبر کے اندر چٹائی یا کوئی کپڑا بچھانا جائز نہیں کیونکہ بے سبب مال ضائع کرنا ہے۔ حوالہ:- درمختار اور بہار شریعت، حصہ ٤، ص ١٦٠

**مسئلہ:**

تابوت یعنی میت کو کسی لکڑی وغیرہ کے صندوق میں رکھ کر دفن کرنا مکروہ ہے مگر جب ضرورت اور مجبوری ہوتو حرج نہیں۔ مثلاً: زمین بہت تر یعنی گیلی ہے، تو ایسی صورت میں تابوت میں میت کو رکھ کر دفن کر سکتے ہیں۔ اور اگر تابوت میں رکھ کر دفن کرنے کی صورت پیدا ہو، تو تابوت کے نیچے کے حصہ میں اندر کی جانب مٹی بچھادیں اور دائیں بائیں نیز آگے پیچھے خام (کچی) اینٹیں لگادیں اور اوپر کا حصہ کہگل یعنی بھوسا ملی مٹی سے بنائیں۔ تاکہ تابوت کے اندر کا حصہ مثل لحد کے ہوجائے۔ اور لوہے کا تابوت مکروہ ہے۔

حوالہ:- عالمگیری، صغیری، ردالمحتار، بہار شریعت، حصہ ٤، ص ١٦١

**مسئلہ:**

قبر کے اس حصہ میں کہ جو میت کے جسم سے قریب ہے، پکی اینٹ لگانا مکروہ ہے۔ کیونکہ اینٹ آگ سے پکائی جاتی ہے۔ قبر کے اوپر ہوتو مکروہ نہیں۔

حوالہ:- حلیة المجلی شرح منیة المصلی اور فتاوی رضویة (مترجم) جلد ٩، ص ٥١٩

**مسئلہ:**

کسی کی زمین میں مالک کی اجازت کے بغیر دفن کرنا حرام ہے۔ ایسا کرنے والے گنہگار ہیں۔ اور اگر میت نے ایسی وصیت کی تھی کہ چاہے مالک اجازت دے یا نہ دے، مجھے وہیں دفن کرنا، تو وہ میت بھی سخت گنہگار رہے۔ مالک زمین کو اختیار ہے کہ نعش نکال دے اور اپنی زمین خالی کرلے۔ یا نعش رہنے دے اور قبر کو زمین کے برابر ہموار کرکے اس پر جو چاہے بنائے، چلے، پھرے استعمال کرے۔ اس صورت میں قبر کی

بے حرمتی کا کوئی وبال اس کے سر نہیں۔ قبر کے ادب و احترام کے تعلق سے جو احادیث کریمہ ہیں، وہ ایسی ناجائز قبر کے لیے نہیں ہیں۔ حضور اقدس، مالک کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ "لَيْسَ لِعِرْقِ ظَالِمٍ حَقٌّ"

ترجمہ: "کسی ظالم کی رگ کا کوئی حق نہیں۔"

حوالہ:-

(الف) مسئلہ بحوالہ: (۱) درمختار، باب صلوة الجنائز، مطبع مجتبائی، دهلی، جلد۱، ص۱۲٦

(۲) فتاوی رضویة (مترجم) جلد۹، ص۳۷۹

(۳) بهار شریعت، حصه ٤، ص ۱٦۱

(ب) حدیث بحوالہ: سنن ابی داؤد، باب احیاء الاموات، مطبوعه: آفتاب عالم پریس، لاهور، جلد۲، ص ۸۱۔

**مسئلہ:**

اپنے رشتہ دار اور اعزاء کی میت کو صالحین کی قبروں کے قریب دفن کرنے کی ممکن کوشش کرنی چاہیئے کیونکہ میت کو صالحین کے قرب کی برکت حاصل ہوتی ہے۔ اگر وہ میت معاذ اللہ عذاب کی مستحق بھی ہو، تو صالحین اس کی شفاعت کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں جو رحمت صالحین کے مزارات پر نازل ہوتی ہیں، اس گنہگار میت کو بھی گھیر لیتی ہیں۔ اسی لیے تو حدیث میں ارشاد ہے:

"اِدْفَنُوْا مَوْتَاكُمْ وَسْطَ قَوْمٍ صَالِحِيْنَ"

ترجمہ: "اپنے اموات کو اچھے لوگوں کے درمیان دفن کرو۔"

حوالہ:- الموضوعات لابن جوزی، باب دفن المیت فی جوار الصالحین، مطبوعه: دارالفکر، بیروت، جلد۲، ص۲۳۷

■ ایک حدیث میں یہاں تک ارشاد ہے:

''هُمُ الْقَوْمُ لَايَشْقٰى بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ''

ترجمہ: ''ان لوگوں کے پاس بیٹھنے والا بھی بد بخت نہیں رہتا۔''

حوالہ:- المدخل لابن الحاج، باب صفة القبور، مطبوعه دارالكتاب العربيه، بيروت، جلد۳، ص۲۶۹

اگر صالحین کا قرب میسر نہ ہو، تو میت کو اس کے عزیزوں قریبوں کے قریب دفن کریں کہ جس طرح دنیا کی زندگی میں آدمی اپنے اعزاء کے قرب سے خوش ہوتا ہے اور ان کی جدائی سے غمگین ہوتا ہے، اسی طرح مرنے کے بعد بھی ہوتا ہے۔

حوالہ:- فتاوی رضويه (مترجم) جلد۹، ص۳۸۵

**مسئلہ:**

جنازہ کے ساتھ جب قبرستان میں جائیں تو بڑی عاجزی وانکساری کے ساتھ داخل ہوں اور قبرستان میں داخل ہوتے ہی قبر والوں کو سلام کہیں۔ حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہل قبور کو سلام کرنے کی جو تعلیم فرمائی ہے وہ متعدد احادیث میں اس طرح مرقوم ہے:

''اَلسَّلَامُ عَلٰى أَهْلِ الدَّارِمِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَ يَرْحَمَ اللّٰهُ اَلْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِيْنَ وَإِنَّاإِنْشَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ''

حوالہ:- (۱) السنن للنسائی، الامر بالاستغفنار للمسلمين، جلد۱، ص۲۸٦

(۲) الصحيح لمسلم، باب فی التسليم على اهل القبور، جلد۱، ص۳۱۲

(۳) السنن لابن ماجه، باب ماجاء فيما يقال اذا دخل المقابر، جلد۱، ص۱۱۱

(٤) المسند لاحمد بن حنبل، جلد۲، ص۳۰۰

(۵)کنزالعمال للمتقی، حدیث نمبر۳۲۹۲۸

**مسئلہ:**

جب جنازہ دفن کرنے کے لیے زمین پر رکھ دیا جائے تب بیٹھیں۔ اور قبلہ رو ہوکر بیٹھیں۔ جنازہ زمین پر رکھنے سے پہلے نہ بیٹھنا چاہیئے۔ ذیل میں تین احادیث درج ہیں:

**حدیث:**

''عَنِ الْبَرَاءَ بْنِ عَازِبٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی جَنَازَۃٍ فَقَعَدَ حِیَالَ الْقِبْلَۃِ''

ترجمہ: ''حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ جنازہ میں گئے، تو آپ قبلہ رخ ہوکر بیٹھے۔''

حوالہ:- ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی الجلوس فی القابر، حدیث نمبر۱۶۱۵، ص۲۲۵، مطبوعہ جمعیۃ المکنز الإسلامی، القاہرہ، مصر

**حدیث:**

حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ:

''مَارَأَیْنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَہِدَ جَنَازَۃً قَطُّ فَجَلَسَ حَتّٰی تُوْضَعَ''

ترجمہ: ''ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تشریف رکھتے (بیٹھتے) ہوئے نہیں دیکھا، جب تک کہ جنازہ زمین پر نہ رکھ دیا جائے۔''

حوالہ:- سنن نسائی، الجزء الأول، کتاب الجنائز، باب الأمر بالقیام للجنازۃ، حدیث نمبر۱۹۲۹، ص۳۱۶، مطبوعہ جمعیۃ المکنز الإسلامی، القاہرہ، مصر

**حدیث:**

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"إِذَا تَبِعْتُمُ الْجَنَازَةَ فَلَا تَجْلِسُوْا حَتّٰى تُوْضَعَ"

ترجمہ: "جب تم جنازہ کے ساتھ جاؤ، تو بیٹھا نہ کرو، یہاں تک کہ جنازہ رکھ دیا جائے۔"

حوالہ:- ابو داؤد، الجزء الثانی، کتاب الجنائز، باب القیام للجنازة، حدیث نمبر، ۳۱۷۵، ص ۵۵۰، مطبوعه جمعية المكنز الاسلامی القاهره، مصر

## میت کو قبر میں اتار کر کیسے رکھیں؟

**مسئلہ:**

جنازہ کو قبر کے قریب قبلہ کی جانب رکھنا مستحب ہے، تا کہ مردہ قبلہ کی جانب سے قبر میں اتارا جائے۔ اور ایسا نہ کریں کہ میت کو قبلہ کی جانب سے اتارنے کے بجائے جنازہ کو قبر کی پائنتی یعنی پاؤں کی جانب رکھیں اور میت کو سر کی جانب سے قبر میں لائیں۔

حوالہ:- (۱) درمختار، جلد ۱، ص ۱۲۴

(۲) فتاوی رضوية (مترجم)، جلد ۹، ص ۳۷۱

**مسئلہ:**

قبر میں میت کو اتارنے والوں کی کوئی تعداد معین نہیں۔ دو یا تین ضرورت کے مطابق اتریں اور بہتر یہ ہے کہ میت کو قبر میں رکھنے کے لیے قبر میں اترنے والے اشخاص قوی، نیک اور امین ہوں کہ اگر میت میں کوئی نامناسب بات دیکھیں، تو لوگوں پر اسے ظاہر نہ کریں۔ (حوالہ:- ایضاً)

**مسئلہ:**

عورت کی میت کو قبر میں اتارنے والے محارم ہوں یعنی وہ اشخاص ہوں کہ جن کے ساتھ اس عورت کا نکاح دائمی طور پر حرام ہو۔ مثلاً: بھائی، بیٹا، باپ وغیرہ۔ اگر یہ محارم موجود نہ ہوں، تو دیگر رشتہ دار قبر میں اتاریں، اگر یہ بھی نہ ہوں، تو پرہیز گار اجنبی کے اتارنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

حوالہ:- عالمگیری اور بہار شریعت، حصہ ٤، ص ١٦١

**مسئلہ:**

میت کو قبر میں رکھتے وقت یہ دعا پڑھیں:

''بِسۡمِ اللّٰہِ وَ بِاللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوۡلِ اللّٰہِ''

حوالہ:-(١) سنن الترمذی، کتاب الجنائز، باب مایقول إذا أدخل المیت القبر، حدیث نمبر ١٠٦٤، ص ٢٨١، مطبوعہ: جمعیة المکنز الإسلامی، القاھرة، مصر

(٢) سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی إدخال المیت القبر، حدیث نمبر ١٦١٧، ص ٢٢٥، جمعیة المکنز الإسلامی، القاھرة، مصر

- ایک اور روایت میں اس طرح آیا ہے:

''بِسۡمِ اللّٰہِ وَفِی سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوۡلِ اللّٰہ''

حوالہ:- مصنف ابن ابی شیبہ، رد المحتار، بہار شریعت، حصہ ٤، ص ١٦١

**مسئلہ:**

اگر کسی عورت کا جنازہ ہے، تو میت کو قبر میں اتارنے سے تختہ لگا کر قبر کو بند کرنے تک قبر کو کپڑے وغیرہ سے چھپائے رکھیں۔ اس طرح کہ جنازہ بھی ڈھکا رہے اور جنازے کو کپڑے سے ڈھکنے کے بعد ہی میت کو قبر میں اتاریں، مرد کو دفن کرتے وقت

پردہ نہیں کرنا چاہیئے۔

حوالہ:- جوھرہ نیرہ، درمختار اور بھار شریعت، حصہ ٤، ص ١٦١

**مسئلہ:**

قبر میں رکھنے کے بعد کفن کی بندش کھول دیں کہ اب ضرورت نہیں اور اگر بندش نہیں کھولی تو بھی حرج نہیں۔ (حوالہ:-ایضاً)

**مسئلہ:**

میت کو داہنی کروٹ لٹائیں اور اس کے پیچھے نرم مٹی یا ریت کا تکیہ سا بنا دیں اور ہاتھ کروٹ سے الگ رکھیں تا کہ بدن کا بوجھ ہاتھ پر نہ ہو۔ اور اگر اس طرح کرنے میں دقت ہو، تو چت لٹا کر منھ قبلہ کو کر دیں۔ اب اکثر مقامات میں یہی رواج ہے۔ اور اگر معاذ اللہ! میت کا منھ غیر قبلہ کی طرف ہو گیا ہے، اور ایسا سخت ہو گیا ہے کہ پھر (گھوم) نہیں سکتا، تو اسی حالت پر چھوڑ دیں۔ زور لگا کر منھ قبلہ کی طرف کرنے کی کوشش کر کے میت کو تکلیف نہ دیں۔

حوالہ:- (١) درمختار، باب صلوۃ الجنائز، مطبع مجتبائی، دھلی، جلد ١، ص ١٢٥

(٢) فتاوی رضویۃ (مترجم)، جلد ٩، ص ٣٧١

**مسئلہ:**

اگر میت کا منھ قبلہ کی طرف کرنا بھول گئے یا میت کو بائیں کروٹ لٹا دیا یا میت کو الٹا لٹا دیا یعنی جدھر سر ہونا چاہیئے ادھر پاؤں کر دیئے، تو ان تمام صورتوں میں تختہ لگانے کے بعد اور مٹی دینے سے پہلے یاد آیا، تو تختہ ہٹا کر ٹھیک کر دیں اور اگر مٹی دینے کے بعد یاد آیا، تو اب ٹھیک نہیں کر سکتے۔

حوالہ:- عالمگیری، درمختار، ردالمحتار اور بھار شریعت، حصہ ٤، ص ١٦١

**مسئلہ:**

میت کو قبر میں رکھ لینے کے بعد قبر کو تختوں سے بند کر دیں اور پھر مٹی قبر پر ڈال دی جائے۔ حاضرین جنازہ میں سے ہر ایک کے لیے یہ مستحب ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں سے لپ بھر کر تین مرتبہ قبر کے اوپر مٹی ڈالیں۔ مٹی ڈالنے کی ابتداء سرہانے کی جانب سے کرنی چاہیئے۔

حوالہ:- جوهره نیره ، عالمگیری ، بهار شریعت ، حصه ٤، ص ١٦١

## مٹی ڈالتے وقت کیا پڑھیں؟

**مسئلہ:**

قبر پر مٹی ڈالتے وقت مندرجہ ذیل ترتیب سے یہ دعا پڑھیں:

- پہلی مرتبہ مٹی ڈالتے وقت: ''مِنۡهَا خَلَقۡنَا کُمۡ''

(یعنی: ہم نے تم کو اسی مٹی سے بنایا)

- دوسری مرتبہ مٹی ڈالتے وقت: ''وَفِيۡهَا نُعِيۡدُ کُمۡ''

(یعنی: اور اسی میں تم کو لوٹا رہے ہیں)

- تیسری مرتبہ مٹی ڈالتے وقت: ''وَمِنۡهَا نُخۡرِجُکُمۡ تَارَةً اُخۡرىٰ''

(یعنی: اور اسی سے تم کو دوبارہ نکالیں گے)

■ بعض روایتوں میں قبر پر مٹی ڈالتے وقت مندرجہ ذیل دعا پڑھنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

**مرد کے لیے:**

- پہلی مرتبہ مٹی ڈالتے وقت: ''اَللّٰهُمَّ جَافِ الۡاَرۡضَ عَنۡ جَنۡبَيۡهِ''

(یعنی: اے اللہ! زمین کو اس کے دونوں پہلوؤں سے کشادہ فرما)

- دوسری مرتبہ مٹی ڈالتے وقت: ''اَللّٰھُمَّ افۡتَحۡ اَبۡوَابَ السَّمَآءِ لِرُوۡحِهٖ''
(یعنی: اے اللہ! اس کی روح کے لیے آسمان کے دروازے کھول دے)
- تیسری مرتبہ مٹی ڈالتے وقت: ''اَللّٰھُمَّ زَوِّجۡهُ مِنۡ حُوۡرِ الۡعِيۡنَ''
(یعنی: اے اللہ! حور عین کو اس کی زوجہ کر دے)

## عورت کے لیے:

- پہلی مرتبہ مٹی ڈالتے وقت: ''اَللّٰھُمَّ جَافِ الأَرۡضَ عَنۡ جَنۡبَيۡهَا''
- دوسری مرتبہ مٹی ڈالتے وقت: ''اَللّٰھُمَّ افۡتَحۡ اَبۡوَابَ السَّمَآءَ لِرُوۡحِهَا''
- تیسری مرتبہ مٹی ڈالتے وقت: ''اَللّٰھُمَّ اَدۡخِلۡهَا الۡجَنَّةَ بِرَحۡمَتِكَ''
(یعنی: اے اللہ اپنی رحمت سے اسے جنت میں داخل کر دے)

اوپر لکھی ہوئی دونوں دعاؤں میں سے چاہے ایک پڑھے، چاہے دونوں پڑھے۔ اور تینوں مرتبہ مٹی ڈالتے وقت دونوں دعائیں پڑھ لے تو زیادہ بہتر ہے۔ اور قبر پر مٹی ہاتھ یا کھرپی یا پھاوڑہ وغیرہ جس اوزار سے ممکن ہو ڈالیں اور جتنی مٹی قبر کھودتے وقت زمین سے نکلی ہے اس سے زیادہ نہ ڈالیں کہ یہ مکروہ ہے۔ ہاتھ پر جو مٹی لگی ہے اسے جھاڑ دیں یا دھو ڈالیں، اختیار ہے۔

حوالہ:- فتاوی شامی، عالمگیری، جوهره نیره، بهار شریعت، حصه ٤، ص ١٦٢

**مسئلہ:**

قبر کھودتے وقت زمین سے جو مٹی نکلی ہے، وہ سب کی سب قبر پر ڈالنا ضروری نہیں بلکہ صرف بالشت بھر قبر اونچی ہو جائے اتنی ہی مٹی ڈالیں۔

حوالہ:- فتاوی رضویه (مترجم) جلد ۹، ص ۳۷۲

**مسئلہ:**

قبر میں شجرہ یا عہد نامہ رکھنا جائز ہے۔اور بہتر یہ ہے کہ میت کے منھ کے سامنے قبلہ کی سمت والی دیوار میں طاق کھود کر اس میں رکھیں۔ درمختار میں کفن پر بھی عہد نامہ لکھنے کو جائز بتایا ہے۔

ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ میت کو نہلانے کے بعد اور کفن پہنانے سے پہلے بغیر روشنائی کے کلمہ کی انگلی سے پیشانی پر ''بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم '' اور سینہ پر ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہ '' لکھیں۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ نے قبر میں شجرہ رکھنے کو بزرگان دین کے معمول (طریقہ) سے بتا کر سرہانے کی طرف طاق میں رکھنا پسند فرمایا ہے۔

حوالہ:- (۱) درمختار، مطبوعه مجتبائی، دهلی، باب صلوة الجنائز، جلد ۱، ص ۱۲٦

(۲) فیض عام، از: شاه عبد العزیز محدث دهلوی

(۳) فتاوی رضویه (مترجم) جلد ۹، ص ۱۳٤

(٤) بهار شریعت، حصه ٤، ص ۱٦٤

**مسئلہ:**

قبر کو چوکھنٹی نہ بنائیں بلکہ اس میں ڈھال رکھیں جیسے اونٹ کا کوہان ہوتا ہے، اس طرح کی قبر بنانی چاہیئے۔ یہ مستحب ہے۔اگر کسی نے قبر کو چوکھنٹی بنادی تو مستحب کے

خلاف کیا۔ گناہ لازم نہیں آتا۔

حوالہ:- موت کا منظر، از:علامہ عبدالرزاق بھترالوی، ص ۱۳۸

**مسئلہ:**

دفن کے بعد قبر پر پانی چھڑکنا سنت ہے۔ حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دفن کرنے کے بعد ان کی قبر پر پانی چھڑکا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال پر آپ کی قبر انور شریف پر بھی پانی چھڑکا گیا۔ ذیل میں دو حوالے پیش خدمت ہیں۔

## حوالہ:۱

''عَنْ اَبِی رَافِعَ قَالَ سَلَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَعْدًا وَ رَشَّ عَلٰی قَبْرِہِ مَاءً''

ترجمہ: ''حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد کو قبر میں سر کی جانب سے لٹایا اور ان کی قبر پر پانی چھڑکا۔''

حوالہ:- ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی إدخال المیت القبر، حدیث نمبر ۱۶۱۸، ص ۲۲۵، مطبوعہ: جمعیۃ المکنز الإسلامی، القاھرہ، مصر

## حوالہ:۲

''عَنْ جَابِرٍ قَالَ رُشَّ قَبْرُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانَ الَّذِیْ رَشَّ الْمَاءَ عَلٰی قَبْرِہِ بِلَالُ بْنُ رَبَاحٍ بِقِرْبَۃٍ بَدَأَ مِنْ قِبَلِ رَأْسِہِ حَتّٰی اِنْتَھٰی اِلٰی رِجْلَیْہِ''

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر شریف پر پانی چھڑکا گیا اور پانی چھڑکنے کی خدمت حضرت بلال بن رباح

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مشکیزہ سے اس طرح انجام دی کہ سرہانے کی جانب سے پانی چھڑکنا شروع کیا، یہاں تک کہ قدموں تک آ کر ختم کیا۔''

حوالہ:- بیھقی فی دلائل النبوۃ/ مشکوۃ المصابیح، باب البکاء علی المیت ، الفصل الثانی، ص۱۴۹،مطبوعہ:رضا اکیڈمی، بمبئی

## ■ قبر پر پانی چھڑکنے کی حکمت:

(۱) قبر پر پانی چھڑکنے میں کیا حکمت ہے؟ اس سلسلہ میں حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری اپنی مشہور و معروف کتاب ''مرقاۃ شرح مشکوۃ'' میں ارشاد فرماتے ہیں:

''قَالَ الطِّیْبِیُ لَعَلَّ ذَالِکَ اِشَارَۃٌ اِلٰی اِسْتِنْزَالِ الرَّحْمَۃِ الْاِلٰھِیَّۃِ وَالْعَوَاطِفِ الرَّبَّانِیَّۃِ ''یعنی''حضرت طیبی رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پانی چھڑکنے میں یہ حکمت ہے کہ اس فعل میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور رب کریم کی مہربانیوں کے نازل ہونے کی طرف اشارہ ہے۔''

(۲) ایک حکمت یہ بھی ہے کہ قبر پر تشریف لے جا کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو مختلف دعائیں اپنے رب سے مانگی ہیں، ان مقدس دعاؤں میں سے ایک دعا یہ بھی ہے:

''اَللّٰھُمَّ اغْسِلْ خَطَایَاہُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ ''یعنی''اے اللہ! اس کے گناہوں کو پانی اور برف اور اولے (ژالے) سے دھو دے۔''

(۳) اسی طرح بزرگان دین اور عظیم الشان علمائے ملت اسلامیہ یہ دعا کرتے چلے آئے ہیں کہ ''**اللہ تعالیٰ اس کی قبر کو سیراب کرے اور اس کے لیٹنے کی جگہ (قبر) کو ٹھنڈا کرے۔**''

بعض حضرات نے پانی چھڑکنے کی یہ وجہ بھی بیان فرمائی ہے کہ پانی اس لئے

چھڑکا جاتا ہے کہ قبر زیادہ دیر تک قائم رہتی ہے۔ مٹی جم جاتی ہے اور قبر پختہ ہو جاتی ہے اور قبر کا نشان جلدی مٹتا نہیں۔

**مسئلہ:**

دفن کے بعد قبر پر پانی چھڑکنا مسنون ہے۔ اگر عرصہ طویل گزرنے کی وجہ سے قبر کی مٹی منتشر یعنی ادھر اُدھر ہوگئی ہے اور قبر پر از سر نو مٹی ڈالی گئی ہے یا قبر کی مٹی منتشر ہو جانے کا احتمال ہے، تو اب بھی قبر پر پانی ڈال سکتے ہیں، تا کہ قبر کا نشان باقی رہے اور قبر کی توہین نہ ہونے پائے۔ کتاب درمختار میں بھی یہی علت بیان فرمائی گئی ہے کہ نشان مٹ جانے کے سبب بے حرمتی نہ ہو۔ اور اس کے لیے کوئی دن معین نہیں ہوسکتا ہے۔ جب حاجت ہو تب ڈالے اور بے حاجت پانی ڈالنا پانی کو ضائع کرنا ہے اور پانی ضائع کرنا جائز نہیں اور عاشورہ کے دن قبر پر پانی ڈالنے کی تخصیص بالکل بے اصل اور بے معنی ہے۔

حوالہ:- فتاوی رضویہ (مترجم) جلد۹، ص۳۷۳

**مسئلہ:**

مستحب یہ ہے کہ دفن کے بعد قبر پر سورۂ البقرہ کا اول و آخر حصّہ پڑھیں۔ سرھانے ''الٓمٓ'' سے ''مُفلِحُونَ'' تک پڑھیں اور پائنتی ''اٰمَنَ الرَّسُوْلُ'' سے ''عَلَى القَومِ الكَافِرِينَ'' تک پڑھیں۔

حوالہ:- جوھرہ نیرہ اور بھار شریعت، حصہ ٤، ص١٦٢

**حدیث:**

''عَنْ عَبدِ اللّٰهِ بنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اِذَا مَاتَ اَحَدُكُم فَلَا تَحبِسُوهُ وَأسرِعُوا بِهِ إلىٰ قَبرِهِ وَلْيَقرَأ عِندَ رَأسِهِ فَاتِحَةَ البَقرَةِ وَعِندَ رِجلَيهِ بِخَا تِمَةِ البَقرَةِ''

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم میں سے کوئی فوت ہوجائے، تو اسے مت روک رکھو اور اسے جلدی اس کی قبر کی طرف لے جاؤ اور اس کے سرہانے سورۂ البقرہ کا شروع حصّہ اور پائنتی طرف سورہ البقرہ کا آخری حصّہ پڑھیں۔''

حوالہ:- (١) بیھقی فی شعب الایمان، جلد ٧، فصل فی زیارۃ القبور، حدیث نمبر ٩٢٩٤، ص١٦، مطبوعه : بیروت
(٢) مشکوۃ المصابیح ، کتاب الجنائز ، باب دفن المیت، فصل ثالت، ص١٤٩

**مسئلہ:**

قبر کو پختہ (پکی) نہ بنانا بہتر ہے اور اگر قبر پختہ تعمیر کریں تو اندر سے کچا رہے، اوپر سے پختہ کر سکتے ہیں۔ طول وعرض یعنی لمبائی اور چوڑائی میت کی قبر کے موافق ہو اور بلندی ایک بالشت سے زیادہ نہ ہو اور قبر کی صورت ڈھلوان ہو، یہ بہتر ہے۔

حوالہ:- (١) فتاوی رضویه (مترجم)، جلد ٩، ص٤٢٥
(٢) بهار شریعت ، حصه ٤ ، ص١٦٢

**مسئلہ:**

قبر پر بطور علامت اور نشانی پتھر رکھنا مستحب ہے، تاکہ قبر پہچانی جا سکے اور قبر کے سرہانے کتبہ یعنی پتھر پر صاحب قبر کا نام وغیرہ کندہ کرا کے نصب کرنا بھی درست ہے بلکہ صرف پتھر کے مقابلہ میں کتبہ بہتر علامت ہے۔ مگر ایسی جگہ نہ لکھیں کہ بے ادبی ہو۔

حوالہ:- جوهره نیره، درمختار، اور بهار شریعت ، حصه ٤، ص١٦٢

**حدیث:**

حضرت مطلب بن ابی وداعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان

بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جب انتقال ہوا، تو ان کا جنازہ دفن کرنے کے لیے نکالا گیا۔ جب انھیں دفن کر دیا گیا، تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو حکم فرمایا کہ ایک پتھر اٹھالاؤ، اس شخص سے وہ پتھر نہ اٹھ سکا۔ لہذا رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی کھڑے ہوئے اور اپنی مبارک آستینیں چڑھائیں اور اس پتھر کو اٹھالائے۔

''فَوَضَعَهَا عِنْدَ رَأْسِهِ وَقَالَ أَتَعَلَّمُ بِهَا قَبْرَ أَخِيْ وَأَدْفِنُ إِلَيْهِ مَنْ مَاتَ مِنْ أَهْلِي''

ترجمہ: ''اور ان کے سرہانے کے پاس لگا دیا اور ارشاد فرمایا کہ مجھے اس کے ذریعے اپنے بھائی کی قبر کا علم ہوتا رہے گا اور میرے گھر والوں میں سے جو فوت ہوگا، اسے ان کے پاس دفن کروں گا۔''

حوالہ:- ابو داؤد کتاب الجنائز، باب جمع الموتٰی فی قبر والقبر یُعَلَّم، حدیث نمبر۳۲۰۸، ص۵۵۶، مطبوعہ: جمعیۃ المکنز الإسلامی (القاہرۃ، مصر)

## نوٹ:

(۱) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا بھائی کہا۔ اس کی وجہ یہ ہے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دودھ شریک بھائی تھے۔ انھوں نے بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضائی والدہ حضرت دائی حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دودھ پیا تھا۔ لہذا رضائی بھائی ہوئے۔

(۲) حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بالکل ابتدائی زمانہ میں اسلام قبول کرلیا تھا۔ ان سے پہلے صرف تیرہ (۱۳) آدمی اسلام لائے تھے۔ آپ

بدر کی جنگ میں بھی شریک ہوئے۔ مکہ معظّمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ کر بسنے والے مہاجرین میں سے سب سے پہلے آپ ہی کا مدینہ شریف میں انتقال ہوا تھا۔

(۳) مندرجہ بالا حدیث میں سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس الفاظ کہ **''میرے گھر والوں میں سے جوفوت ہوگا، اسے ان کے قریب دفن کروں گا۔''** کے مطابق حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر شریف کے قریب سب سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ دفن کیے گئے۔

**مسئلہ:**

قبر پر میت کا نام لکھنا مستحب ہے۔ مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ہے:

''وَلُيَسُنَّ كِتَابَةُ اسْمِ الْمَيِّتِ لَا سِيَّمَا اَلصَّالِحُ لِيَعْرَفَ عَنْ تَقَدُّمِ الزَّمَانِ لِأَنَّ النَّهْىَ عَنِ الْكِتَابَةِ مَنْسُوْخٌ''

ترجمہ: ''قبر پر میت کا نام لکھنا مسنون ہے، خصوصاً اگر نیک آدمی ہو۔ اس کا نام لکھنا اس لیے بہتر ہے کہ اس کا نام یاد رہے گا، اس کی قبر کا علم رہے گا۔ کیونکہ وقت گزرنے سے کہیں اس کا نام مٹ نہ جائے اور لوگوں کو اس کی قبر کا علم ہی نہ رہے اور جن روایات میں لکھنے سے منع کیا گیا ہے، وہ منسوخ ہیں۔''

حوالہ:- مرقاۃ شرح مشکوۃ، باب دفن المیت، مشکوۃ المصابیح، کتاب الجنائز، باب دفن المیت، فصل ثالث، ص۱۴۹

**مسئلہ:**

اگر کسی کا بیچ سمندر، پانی کے جہاز پر انتقال ہوگیا اور کنارہ قریب نہیں اور میت کو

کنارے تک لے جانے میں جسم خراب ہو جانے کا اندیشہ ہے، تو جہاز پر ہی غسل اور کفن دے کر، نماز جنازہ پڑھ کر سمندر میں ڈبو دیں۔

حوالہ:- غنیه، درالمختار، بهار شریعت، حصه ٤، ص ١٦٢

**مسئله:**

اگر جنازہ لے کر قبرستان پہنچ گئے اور ابھی قبر تیار نہیں ہوئی اور قبر کی تیاری میں کچھ دیر ہو، تو اگر دھوپ ہو تو جنازہ سایہ میں رکھیں اور خود بھی سایہ میں بیٹھ جائیں۔

**حدیث:**

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ

''خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ جَنَازَةِ رَجُلٍ مِنَ الأَنْصَارِ فَانْتَهَيْنَا إِلَى الْقَبْرِ وَلَمْ يُلْحَدْ بَعْدُ فَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ وَجَلَسْنَا مَعَهُ''

ترجمہ: ''ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری شخص کے جنازے میں نکلے، جب ہم قبر کے پاس پہنچے، تو قبر ابھی کھودی نہیں گئی تھی، پس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبلہ کی طرف چہرہ اقدس کر کے بیٹھ گئے اور آپ کے ساتھ ہم بھی بیٹھ گئے۔''

حوالہ:- ابوداؤد، کتاب الجنائز، باب الجلوس عند القبر، حدیث نمبر ٣٢١٤، ص ٥٥٦، مطبوعه: جمعية المكنز الإسلامی، القاهره، مصر، مطبوعه جرمنی

**حدیث:**

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا:

''خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ جَنَازَة فَلَمَّا

اِنۡتَهَيۡنَا إلَى الۡقَبۡرِ وَلَمۡ يُلۡحَدۡ فَجَلَسَ وَجَلَسۡنَا حَوۡلَهٗ كَأَنَّ عَلٰى رُءُوۡسِنَا الطَّيۡرُ''

ترجمہ: ''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازے میں نکلے، جب ہم قبر پر پہنچے، تو ابھی قبر تیار نہ ہوئی تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور ہم آپ کے پاس اس طرح چپ چاپ بیٹھے تھے، گویا ہمارے سروں پر پرندے ہوں۔''

حوالہ:- نسائی شریف، کتاب الجنائز، باب الوقوف للجنائز، حدیث نمبر، ۲۰۱۳، ص۳۲۹، مطبوعہ: جمعیۃ المکنز الاسلامی، القاہرہ، مصر

**مسئلہ:**

اگر بارش کا موسم نہیں اور میت کو دفن کرتے وقت خلاف عادت بارش ہو، تو یہ بارش رحمت اچھا فال ہے۔

حوالہ:- فتاوی رضویہ (مترجم) جلد۹، ص۳۷۳

**مسئلہ:**

رات کے وقت میت کو قبرستان میں دفن کرنا جائز ہے۔ تدفین کے لیے رات کے بجائے دن بہتر ہے لیکن ضرورت کی بناء پر رات میں بھی دفن کر سکتے ہیں اور رات کے وقت دفن کے لیے چراغ کا جلانا بھی درست ہے۔

**حدیث:**

''عَنِ ابۡنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الۡقَبۡرَ لَيۡلًا فَاُسۡرِجَ لَهٗ سِرَاجٌ فَاَخَذَهٗ مِنۡ قِبَلِ الۡقِبۡلَةِ وَقَالَ رَحِمَكَ اللّٰهُ اِنۡ كُنۡتَ لَاَوَّاهًا تَلَّاءً لِلۡقُرۡآنِ وَكَبَّرَ عَلَيۡهِ اَرۡبَعًا''

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم رات کے وقت ایک قبر میں داخل ہوئے۔آپ کے لیے چراغ جلایا گیا۔ آپ نے میت کو قبلہ کی طرف سے پکڑ کر فرمایا کہ اللہ تجھ پر رحم فرمائے،تو بہت رونے والا اور کثرت سے تلاوت قرآن کرنے والا تھا، آپ نے اس کے جنازہ پر چار تکبیریں پڑھیں۔''

حوالہ:- ترمذی کتاب الجنائز، باب ماجاء فی الدفن باللیل، حدیث نمبر۱۰۷۷،ص۲۸۳، مطبوعه: جمعیة المکنز الاسلامی ، القاھرہ ، مصر۔

## قبر پر سبز شاخ لگانا، پھول اور چادر ڈالنا

قبر تیار ہو جانے کے بعد اس پر سبز شاخ لگا دینا چاہیئے، کیونکہ پودوں کے سبز پتے اور شاخیں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا میں مصروف رہتے ہیں۔جب تک یہ پتے، پھول اور شاخیں سبز و تر رہتے ہیں،تب تک وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد وثنا کرتے رہتے ہیں اور ان کی تسبیح وتہلیل سے میت کا دل بہلے گا۔نیز سبز پودوں کی تسبیح کے سبب رحمت خداوندی کا نزول ہوگا اور اہل قبر کے عذاب اور قبر کی سختیوں میں فضل الٰہی سے تخفیف ہوگی۔علاوہ ازیں سبز پودوں کی تسبیح کی وجہ سے میت کو اُنس حاصل ہوگا۔لہذا جب کبھی بھی نئی قبر بنائی جائے،اس پر سبزہ ضرور لگا دیا جائے۔اس کا جواز حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے:

**حدیث:**

''عَنْ اِبنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِحَائِطٍ مِنْ حِیطَانِ مَکَّۃَ أوِ الْمَدِیْنَۃِ سَمِعَ صَوْتَ إنْسَانَیْنِ یُعَذَّبَانِ فِی قُبُوْرِھِمَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ إنَّھُمَا یُعَذَّبَانِ وَمَا

یُعَذَّبَانِ فِیْ کَبِیْرٍ ثُمَّ قَالَ بَلْ کَانَ أَحَدُھُمَا لَا یَسْتَبْرِئُ مِنْ بَوْلِهٖ وَکَانَ الْآخَرُ یَمْشِیْ بِالنَّمِیْمَةِ ثُمَّ دَعَا بِجَرِیْدَةٍ فَکَسَرَھَا کَسْرَتَیْنِ فَوَضَعَ عَلٰی کُلِّ قَبْرٍ مِنْھُمَا کَسْرَةً فَقِیْلَ لَهٗ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَعَلْتَ ھٰذَا؟ قَالَ: لَعَلَّهٗ أَنْ یُخَفَّفَ عَنْھُمَا مَا لَمْ یَبِسَا أَوْإِلٰی أَنْ یَبِسَا۔"

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ معظّمہ یا مدینہ منورہ کے کسی باغ کے قریب سے گزرے۔ وہاں دو شخصوں کی آواز آپ نے سنی۔ ان دونوں شخصوں پر ان کی قبروں میں عذاب ہورہا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انھیں عذاب ہورہا ہے اور یہ عذاب کسی بڑے گناہ کی وجہ سے نہیں ہورہا ہے۔ بلکہ ان میں کا ایک شخص اپنے پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا، اور دوسرا شخص چغل خوری کرتا تھا۔ بعد ازاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے درخت کی ایک شاخ منگوائی اور اس شاخ کے دو ٹکڑے کیے اور ہر ایک قبر پر ایک ایک ٹکڑا گاڑ دیا۔ لوگوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تک یہ دونوں شاخیں خشک نہ ہوں (یا ان کے خشک ہونے تک) ان دونوں کے عذاب میں تخفیف ہوگی۔"

حوالہ:- (۱) نسائی جلد اول، کتاب الجنائز، باب وضع الجریدۃ علی القبر، حدیث نمبر ۲۰۸۰، ص ۳۳۹، مطبوعہ جرمنی

## نوٹ:

(۱) قبر میں مردہ کو عذاب ہونا، یہ غیب کی بات ہے۔ حضور اقدس عالم ما کان

وما یکون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایسا وسیع علم غیب عطا فرمایا ہے کہ آپ نے دوقبروں میں مدفون اشخاص کی آواز سن لی اوران کے کڑھانے کی آواز سن کر بتادیا کہ ان دونوں پرعذاب ہورہا ہے۔صرف عذاب ہونے کی کیفیت ہی بیان نہ فرمائی بلکہ کس گناہ کی وجہ سے ان پر قبر میں عذاب ہورہا ہے، یہ بھی بتادیا۔ثابت ہوا کہ ہمارے آقا ومولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبر کے اندر عذاب ہورہا ہے، یہ بھی دیکھ رہے ہیں اورکس وجہ سے عذاب ہورہا ہے یہ بھی جان رہے ہیں۔اسی کا نام تو علم غیب ہے، جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو عطا کیا ہے۔

(۲) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سبز شاخ جب تک خشک نہیں ہوتی،اس کی تسبیح کی وجہ سے قبر میں مدفون میت کے عذاب میں نرمی ہوگی۔جب سبز شاخ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرتی ہے،تو سبز شاخ کے مقابلے میں پھول زیادہ تر وتازہ ہوتا ہے۔اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتہلیل کرتا ہے۔لہذا یہ پھول بھی جب تک تر وتازہ رہے گا،اس کی حمد وثنا سے میت کو اُنس حاصل ہوگا اوراس کا دل بہلے گا، نیز اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت کا نزول ہوگا اور قبر کے عذاب وسختی میں نرمی اور کمی ہوگی۔

(۳) پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنے سے مراد پیشاب کرنے کے بعد استنجاء نہ کرنا ہے۔یعنی پیشاب کے مقام کو پانی سے نہ دھونا اور پیشاب کے قطرے بدن اور کپڑے پر لگنے دینا ایسا سنگین جرم ہے کہ اس کی وجہ سے قبر میں عذاب ہوتا ہے۔نیز چغل خوری یعنی لوگوں کی باتیں ادھر کی ادھر کرتے پھرنا، یہ بھی ایسا

گناہ ہے، کہ اس کے باعث بندہ عذاب قبر میں گرفتار ہوتا ہے۔ لہذا، ان دونوں قبیح اور ناپسندیدہ حرکت سے بچنا ضروری ہے۔

**مسئلہ:**

● امام قاضی خاں ۵۹۲ھ اپنے ''فتاوی خانیہ'' میں ● علامہ شرنبلالی ۱۰۶۹ھ ''نورالایضاح'' اور ''مراقی الفلاح'' اور ''امدادالفتاح'' میں ● علامہ ابوالسعود ''حاشیہ مراقی'' میں ● فاضل جلیل علامہ طحطاوی ''حاشیہ مراقی الفلاح'' میں ● امام ابن عابدین ۱۲۵۲ھ شامی ''ردالمحتار حاشیہ درمختار'' اور ''خزانۃ الروایات'' میں ''فتاوی کبریٰ'' کے حوالے سے ● امام محمد بن محمد شہاب ابن بزاز ۸۲۷ھ ''فتاوی بزازیہ'' میں اور ● شیخ الاسلام اپنی مشہو اور معتبر کتاب ''کشف الغطاء'' میں فرماتے ہیں:

''يُكْرَهُ قَطْعُ الحَطَبِ وَ الْحَشِيْشِ مِنَ الْمَقْبَرَةِ فَاِنْ كَانَ يَا بِسًا لَا بَأسَ بِهِ لأَنَّهُ مَادَامَ رَطَبًا يُسَبِّحُ فَيُوْنِسُ الْمَيِّتُ''

ترجمہ: ''چوب اور ہری گھاس کا مقبرہ سے کاٹنا مکروہ ہے اور اگر خشک ہو تو مضائقہ نہیں کہ وہ جب تک تر رہتی ہے، خدا کی تسبیح کرتی ہے اور اس سے میت کا جی (دل) بہلتا ہے۔''

حوالہ:- (۱)فتاوی قاضی خاں، از:امام حسن بن منصور قاضی خان المتوفی: ۵۹۲ھ، مطبوعہ: نولکشور، لکھنؤ، باب احکام الجنائز، جلد۱،ص۱۹۵

(۲) فتاوی رضویه (مترجم) جلد۹،ص۷۵۸اور ۴۴۳

(۳)فتاوی هندیه، مطبوعه: نورانی کتب خانه، پشاور، الباب الثانی عشر فی الرباطات، جلد۲،ص۴۷۱

(٤) ردالمحتار، مطبوعه:ادارة الطباعة المصرية، قاهره، مصر،باب صلوة الجنائز، جلد۱،ص۶۰۶

**مسئلہ:**

''جامع البرکات'' میں کتاب ''مطالب المؤمنین'' کے حوالے سے اور ''کنز العباد'' اور ''فتاوی غرائب'' وغیرہ کتب میں ہے:

''وَضْعُ الْوَرْدِ وَالرَّيَاحِيْنَ عَلَى الْقُبُوْرِ حَسَنٌ لأَنَّهُ مَادَامَ رَطْبًا يُسَبِّحُ وَيَكُوْنُ لِلْمَيِّتِ أُنْسٌ بِتَسْبِيْحِهِ''

ترجمہ: ''گلاب وغیرہ کے پھول قبروں پر ڈالنا اچھا ہے کہ جب تک تازہ رہیں گے، تسبیح الٰہی کریں گے اور ان کی تسبیح سے میت کو اُنس حاصل ہوگا۔''

حوالہ:- (۱) فتاوی ہندیہ المعروف بہ فتاوی عالمگیری ، مطبوعہ: نورانی کتب خانہ، پشاور، (پاکستان) الباب السادس عشر فی زیارۃ القبور، جلد۵،ص ۳۵۱

(۲) فتاوی رضویۃ (مترجم) جلد۹،ص ۷۶۰

(۳) ردالمحتار، مطبوعہ : ادارۃ الطباعۃ المصریہ، مصر، جلد۱،ص ۶۰۷

**نوٹ:**

''مطالب المؤمنین'' اور ''جامع البرکات'' یہ دونوں کتابیں فرقہ وہابیہ کے نزدیک مستند اور معتبر ہیں۔ مولوی اسحٰق دہلوی نے اپنی کتاب ''مائۃ مسائل'' میں اور مولوی متکلم قنوجی وغیرہ نے ان کتابوں سے استدلال کیا ہے۔

**مسئلہ:**

اولیاء کرام، علمائے عظام اور صلحاء ذوی الاحترام کی قبروں پر ان کی عظمت کے اظہار کی غرض سے چادر (غلاف) ڈالنا جائز اور محمود ہے۔ کیونکہ عوام الناس کی ایک عام ذہنیت یہ بنی ہوئی ہے کہ وہ جب تک ظاہری شان وشوکت اور دبدبہ نہیں دیکھتے متاثر

نہیں ہوتے اور صاحب قبر کے صاحب فضل وکمال ہونے کے باوجود ان کی وقعت نہیں کرتے اور ان کو خاطر میں نہیں لاتے اور ان کی عظمت و رفعت کے قائل و معترف نہ ہونے کی وجہ سے ان کے فیوض و برکات سے فائدہ مند نہیں ہوتے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے پر دادا استاد حضرت عارف باللہ علامہ عبدالغنی بن اسماعیل بن عبدالغنی نابلسی حنفی (المتوفی ۱۱۴۳ھ) رحمت اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

**''جو بدعت حسنہ شریعت کے مقاصد کے موافق ہو، وہ سنت ہے، پس علمائے کرام، اولیاء ذوی الاحترام اور صلحاء عظام کی قبور پر قبہ بنانا اور قبر پوش یعنی غلاف ڈالنا امر جائز ہے۔ جب کہ مقصود اس سے عوام کی نظروں میں صاحب قبر کی تعظیم وتوقیر پیدا کرنا ہو، تاکہ وہ صاحب قبر کی تحقیر وتوہین نہ کریں اور اسی طرح اولیاء وصلحاء کی قبور کے پاس قنادیل (چراغ) روشن کرنا، باب تعظیم وتکریم سے ہے، اس میں مقصد نیک ہے، اس سے لوگوں کو روکنا مناسب نہیں۔''**

حوالہ:- کشف النور عن اصحاب القبور، اردو ترجمہ، ناشر: مکتبہ قادریہ۔ لاہور، ص ۲۱

# مزارات اولیاء کرام پر قبہ بنانا اور چراغاں کرنا

**مسئلہ:**

ائمہ دین نے اولیاء، علماء، صلحاء اور مشائخ (قدست اسرارھم) کے مزارات کے گرد جائز التصرف زمین میں اس نیت سے عمارت بنانا کہ اس سے زائرین کو راحت ہوگی، جائز قرار دیا ہے۔

حوالہ:- فتاوی رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۴۱۳

## نوٹ:

بزرگانِ دین کے مزارات پر قبہ یا گنبد بنانا اور پکی عمارت تعمیر کرنا جائز ہونے کے ثبوت میں چند حوالے پیشِ خدمت ہیں۔

## حوالہ:۱

حضرت علامہ، محدث سیدی محمد طاہر فتنی حنفی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۹۸۱ھ) فرماتے ہیں:

’’قَدْ أَبَاحَ السَّلَفُ یُبْنٰی عَلٰی قَبْرِ الْمَشَایِخِ وَ الْعُلَمَاءِ الْمَشَاھِیْرِ لِیَزُوْرَھُمُ النَّاسُ وَیَسْتَرِیْحُوْا بِالْجُلُوْسِ فِیْہِ‘‘

ترجمہ: ’’بے شک علمائے سلف نے مشائخ کرام اور مشہور علمائے عظام کی قبروں پر عمارت بنانے کی اجازت دی ہے، تاکہ لوگ ان کی زیارت کو آئیں اور اس عمارت میں بیٹھ کر آرام کریں۔‘‘

حوالہ:- مجمع بحار الانوار، مطبوعہ:منشی نولکشور، لکھنؤ، تحت لفظ ’’شرف‘‘ جلد۲، ص۱۸۷ اور جلد۳، ص۱۴۰

## حوالہ:۲

فقیہ العصر، فخر العلماء، حضرت علامہ علی بن سلطان محمد ہروی قاری مکی حنفی المعروف بہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری (المتوفی ۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

’’قَدْ أَبَاحَ السَّلَفُ الْبِنَاءَ عَلٰی قَبْرِ الْمَشَایِخِ وَ الْعُلَمَاءِ الْمَشَاھِیْرِ لِیَزُوْرَھُمُ النَّاسُ وَیَسْتَرِیْحُوْا بِالْجُلُوْسِ فِیْہِ‘‘

ترجمہ: ’’بے شک سلف صالحین نے مشائخ کرام اور معروف علماء کی قبور پر (قبہ) تعمیر

کرنے کی اجازت مرحمت فرماتی ہے، تاکہ لوگ ان کی زیارت کو آئیں، تو عمارت میں ٹھہر کر استراحت کریں۔''

حوالہ:- مرقاۃ شرح مشکوۃ، ناشر: مکتبہ امدادیہ، ملتان، باب دفن المیت، جلد ٤، ص ٦٩

## حوالہ:۳

عاشق رسول، محقق علی الاطلاق، شیخ محقق شاہ عبدالحق بن سیف الدین بن سعد اللہ ترک محدث دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان (المتوفی ۱۰۵۲ھ) نے اپنی مشہور و معروف کتاب ''مدارج النبوۃ'' میں ''مطالب المؤمنین'' سے نقل فرمایا ہے:

''إِنَّ السَّلَفَ أَبَاحُوْا أَنْ يُّبْنٰى عَلٰى قَبْرِ الْمَشَايِخِ وَ الْعُلَمَاءِ الْمَشْهُوْرِيْنَ قُبَّةً لِيَحْصُلَ الِاسْتِرَاحَةَ الزَّائِرُوْنَ وَيَجْلِسُوْنَ فِی ظِلِّهَا هٰكَذَا فِی الْمَفَاتِيْحِ شَرْحِ الْمَصَابِيْحِ وَ قَدْ جَوَّزَهُ إِسْمَاعِيْلُ الزَّاهِدِیْ اَلَّذِیْ مِنْ مَشَاهِيْرِ الْفُقَهَاءِ''

ترجمہ: ''علمائے سلف نے مشہور مشائخ وعلماء کی قبروں پر قبے تعمیر کرنا جائز اور مباح رکھا ہے تاکہ زائرین کو آرام ملے اور اس کے سائے میں بیٹھ سکیں۔ اسی طرح جائز اور مباح کا حکم کتاب ''مفاتیح شرح مصابیح'' میں بھی ہے اور حضرت علامہ اسماعیل زاہدی جو مشاہیر فقہاء میں سے ہیں، انھوں نے بھی اسے جائز قرار دیا ہے۔''

حوالہ:- مدارج النبوۃ، بحوالہ مطالب المؤمنین، ناشر، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، پاکستان، وصل درنماز جنازہ، جلد ١، ص ٤٢٠

یہاں تک کے مطالعہ سے معزز قارئین اولیاء کرام کے مزارات پر قبے اور گنبد تعمیر کرنے کے جواز سے اچھی طرح واقف ہو چکے ہوں گے۔ آیئے! اب بزرگان دین

کے مزارات اور آستانوں پہ چراغاں کرنے کے جواز کے سلسلہ میں تفصیلی معلومات حاصل کریں۔

# اولیاء کرام کے مزارات پر روشنی کرنا

**مسئلہ:**

مقابر میں شمعیں روشن کرنا جب کسی فائدے کے لیے ہو، ہر گز منع نہیں، فائدے کی متعدد مثالیں ہیں۔ مثلاً:

(۱) وہاں کوئی مسجد ہے کہ ان چراغوں سے مسجد میں روشنی ہوگی اور اس مسجد میں آنے والے نمازیوں کو آرام اور آسائش ہوگی۔

(۲) مقابر برسرراہ ہوں، تو مقابر کی روشنی سے راہگیروں یعنی راستہ چلنے والوں کو فائدہ ہوگا۔ اندھیرے میں ٹھوکر وغیرہ دیگر امور مشقت سے محفوظ اور مامون رہیں گے۔

(۳) مندرجہ بالا دونوں فائدے زندہ لوگوں کے لیے ہیں، لیکن یہ تیسرا فائدہ ان مقابر میں مدفون مسلمان میتوں کا بھی ہے اور وہ یہ کہ رات کے وقت مقابر میں شمعیں روشن دیکھ کر مقابر کے قریب سے گزرنے والے مسلمین کو مقابر کا پتہ چلے گا۔ وہ گزرنے والے زندہ مسلمین اپنے مؤمن مردوں کو سلام کریں گے، فاتحہ پڑھیں گے، دعا کریں گے، کچھ پڑھ کر ایصال ثواب کریں گے، اور اموات کے نامہ اعمال میں ثواب کا اضافہ ہوگا، گناہ معاف ہوں گے اور اگر نیک اموات ہیں، تو درجات بلند ہوں گے۔

(۴) چوتھا فائدہ دوطرفہ ہے۔ اگر گزرنے والوں کی نیکیاں زیادہ ہیں اور نیکیوں کے

معاملہ میں اس کی قوت زیادہ ہے، تو اموات برکت لیں گے اور اگر اموات کی قوت زائد ہے، تو گزرنے والے فیض حاصل کریں گے۔

(۵) اگر کوئی شخص مقابر کے قریب سے گزرنے کے بجائے مقابر کے اندر بیٹھا ہوا ہے اور اس کے آنے کا مقصد زیارت قبر یا ایصال ثواب یا افادہ یا استفادہ یعنی فائدہ پہنچانا یا فائدہ حاصل کرنا ہے، تو وہ مقابر کی روشنی سے آرام پائے گا اور اگر قرآن مجید کی تلاوت کرنا چاہتا ہے، تو مقابر کی روشنی سے فائدہ اٹھا کر قرآن مجید دیکھ کر بہ آسانی پڑھ سکے گا۔

بحوالہ:- (۱) بریق المنار بشموع المزار، از:امام احمد رضا محقق بریلوی، مطبوعہ:رضا اکیڈمی، بمبئی، ص ۱۱
(۲) فتاوی رضویہ (مترجم)، جلد۹، ص ۴۹۱

## حوالہ:۱

امام علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی بن اسماعیل بن عبدالغنی حنفی نابلسی (قدسنا اللہ بسرہ القدسی) المتوفی ۱۱۴۳ھ ارشاد فرماتے ہیں:

''قَالَ الْوَالِدُ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِى شَرْحِهِ عَلَى الدُّرَرِ مِنْ مَسَائِلَ مُتَفَرِّقَةٍ اِخْرَاجُ الشُّمُوْعِ اِلَى الْقُبُوْرِ بِدْعَةٌ وَاِتْلَافُ مَالٍ كَذَا فِى الْبَزَازِيَةِ وَهٰذَا كُلُّهُ اِذَا خَلَا عَنْ فَائِدَةٍ وَاَمَّا اِذَا كَانَ مَوْضِعُ الْقُبُوْرِ مَسْجِدًا اَوْ عَلٰى طَرِيْقٍ اَوْ كَانَ هُنَاكَ اَحَدٌ جَالِسٌ اَوْ كَانَ قُبُوْرِىْ مِنَ الْاَوْلِيَاءِ اَوْ عَالِمٌ مِنَ الْمُحَقِّقِيْنَ تَعْظِيْمًا لِرُوْحِهِ الْمُشَرَّفَةِ عَلٰى تُرَابِ جَسَدِهِ كَاِشْرَاقِ الشَّمْسِ عَلَى الْاَرْضِ اِعْلَامًا لِلنَّاسِ اَنَّهُ وَلِىٌّ لِيَتَبَرَّكُوْا بِهِ وَ يَدْعُوا اللّٰهَ تَعَالٰى عِنْدَهُ فَيُسْتَجَابُ لَهُمْ فَهُوَ اَمْرٌ جَائِزٌ لَا مَانِعَ مِنْهُ وَالْاَعْمَالُ

بِالنِّيَاتِ"

ترجمہ: "والد رحمت اللہ تعالیٰ علیہ نے حاشیہ درر اور غرر میں فتاوی بزازیہ سے نقل فرمایا کہ قبروں کی طرف شمعیں لے جانا بدعت اور مال کا ضائع کرنا ہے۔ یہ سب اس صورت میں ہے کہ بالکل فائدہ سے خالی ہو۔ اور اگر شمعیں روشن کرنے میں فائدہ ہو کہ موضع قبور میں مسجد ہے یا قبور سر راہ ہیں یا وہاں کوئی بیٹھا ہے یا مزار کسی ولی اللہ یا محققین علماء میں سے کسی عالم کا ہے، تو وہاں شمعیں روشن کرنا ان کی روح مبارک کی تعظیم کے لیے ہے، جو اپنے بدن کی خاک پر ایسی تجلی ڈال رہی ہے جیسے آفتاب زمین پر، تا کہ اسی روشنی کرنے سے لوگ جانیں کہ یہ ولی کا مزار پاک ہے، تا کہ اس سے تبرک حاصل کریں اور وہاں اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا مانگیں کہ ان کی دعا قبول ہو، یہ کام جائز ہے اور اس سے اصلاً کوئی ممانعت نہیں اور اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔"

حوالہ:- كتاب الحديقه النديه شرح طريقه محمديه، باب ايقاد الشموع في القبور (١) مطبوعه مصر، جلد٢، ص٤٢٩

(٢) مطبوعه: نوريه رضويه، فيصل آباد، جلد٢، ص٦٣٠

## حوالہ:٢

قبر پر چراغ روشن کرنے میں صاحب قبر کی روح کریم کی تعظیم وتکریم مقصود ہوتی ہے، محض قبر کی تعظیم مقصود نہیں ہوتی، لہذا اس نیت صالحہ کے ساتھ اولیاء کرام کے مزارات پر روشنی کرنے میں کوئی اسراف یعنی فضول خرچی نہیں کیونکہ یہ سب صرف اور صرف صاحب قبر کی تعظیم کے لیے ہے، جو شرعاً بلا شبہ مطلوب اور محبوب ہے۔ امام اجل تقی الدین سبکی، امام جلیل علامہ نور الدین سمہودی اور امام الفقہاء علامہ عبد الغنی نابلسی رحمت

اللہ تعالیٰ علیہم نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔

- امام سمہودی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

''لَیۡسَ الۡقَصۡدُ تَعۡظِیۡمَ بُقۡعَةِ الۡقَبۡرِ بِعَیۡنِهَا بَلۡ مَنۡ حَلَّ فِیۡهَا''

ترجمہ: ''خاص زمین قبر کی تعظیم مقصود نہیں بلکہ اس کی تعظیم مقصود ہے جو اس میں فروکش ہے۔''

حوالہ:- (١)وفاء الوفاء، مصنف علامه سیدی نور الدین علی بن احمد سمهودی مدنی شافعی (المتوفی، ۹۱۱ھ) مطبوعه:داراحیاء التراث العربی، بیروت الفصل الثانی من الباب الثامن،جلد٤، ص١٣٦٦

(٢) فتاوی رضویه (مترجم) جلد٩،ص٥٢١

## ضروری وضاحت:

اولیاءکرام کے مزارات پر چراغ روشن کرنے کی ممانعت کرنے والے گروہ کے لوگ ممانعت کے ثبوت میں ایک حدیث پیش کرتے ہیں، وہ حدیث شریف بھی ذیل میں درج ہے:

''رَوٰی اَبُوۡ دَاوٗدَ وَالتِّرۡمِذِیۡ عَنۡ اِبۡنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنۡهُمَا اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ زَائِرَاتِ الۡقُبُوۡرِ وَالۡمُتَّخِذِیۡنَ عَلَیۡهَا الۡمَسَاجِدَ وَ السُّرُجَ''

ترجمہ: ''حضرت ابوداؤد اور حضرت ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبروں پر جانے والی عورتوں اور قبروں پر مسجدیں بنانے والوں اور قبروں پر چراغ رکھنے والوں پر لعنت فرمائی۔''

حوالہ:- جامع الترمذی، باب ماجاء فی کراهیة ان یتخذ علی القبر مسجداً، ناشر: کتب خانه رشیدیه، دهلی، جلد ۱، ص ۴۳

اس حدیث شریف کے مقدس الفاظ کو بغور ملاحظہ فرمائیں۔ حدیث شریف میں لفظ ''علیٰ'' یعنی ''اوپر'' ہے، جس کا مطلب ہوا ''قبر کے اوپر''۔ لہذا خاص قبر پر چراغ رکھنے کی ممانعت ہوئی۔

■ اس حدیث شریف کی شرح میں امام علامہ عارف باللہ عبدالغنی بن اسماعیل بن عبدالغنی حنفی نابلسی المتوفی ۱۱۴۳ھ رحمت اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

''اَلْمُتَّخِذِیْنَ عَلَیْهَا اَیْ الْقُبُوْرِ یَعْنِی فَوْقَهَا''

ترجمہ: ''رکھنے والے اس پر یعنی قبروں پر یعنی ان کے اوپر۔''

حوالہ:- الحدیقه الندیه شرح طریقه محمدیه، ناشر: مکتبه نوریه رضویه، فیصل آباد، پاکستان، باب ایقاد الشموع فی القبور، جلد ۲، ص ۶۳۰

■ اس حدیث شریف میں وارد لفظ ''علیٰ'' کو علامہ علی بن سلطان محمد ہروی قاری مکی حنفی المعروف بہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری (المتوفی ۱۰۱۴ھ) نے حقیقی معنی پر لیا ہے یعنی خاص قبر پر۔

آپ فرماتے ہیں:

''قَیْدُ "عَلَیْهَا" یُفِیْدُ اِتِّخَاذُ الْمَسَاجِدِ بِجَنْبِهَا لَا بَأْسَ بِهٖ''

ترجمہ: ''عَلَیْهَا (یعنی قبروں پر) کی قید نے یہ فائدہ پہنچایا کہ قبر کے پہلو میں مسجد بنائیں، تو کوئی حرج نہیں۔''

حوالہ:- مرقاۃ شرح مشکوۃ، مطبوعه: مکتبه حبیبیه، کوئٹه، پاکستان، باب المساجد و مواضع الصلوۃ، جلد ۲، ص ۴۴۴

مخالفین کی پیش کردہ حدیث میں ''قبر پر مسجد بنانا اور چراغ جلانا'' دونوں کی

ممانعت آئی ہے۔ جب علامہ ملا علی قاری کی مندرجہ بالا تشریح کے مطابق قبر پر مسجد بنانا حقیقی معنی میں ہے، تو قبر پر چراغ جلانا بھی یکساں علاقہ ہونے کی وجہ سے حقیقی معنی میں ہی ہے۔ لہذا جب قبر کے قریب یا آس پاس مسجد بنانے میں کوئی حرج نہیں، تو قبر کے قریب یا اردگرد چراغ جلانے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

**اہم نکتہ:**

اولیاء کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین کے مزارات پر جو چراغ جلائے جاتے ہیں، وہ صرف تعظیم کی نیت سے جلائے جاتے ہیں اور یہ تعظیم ان مزارات کے پتھر، اینٹ اور مٹی کی تعظیم نہیں بلکہ ان کی مبارک روح کی تعظیم ہے، جیسا کہ پچھلے صفحات میں امام نابلسی کا قول نقل کیا گیا ہے کہ ''**تَعْظِيمًا لِرُوحِهِ الْمُشَرَّفَةِ**'' یعنی ''**ان کی مبارک روح کی تعظیم کے لیے۔**''

لہذا ملت اسلامیہ کے بزرگوں کی قبروں کی تعظیم حقیقت میں ان بزرگان دین کے روح کی تعظیم ہے اور اس طرح کی تعظیم سے کسی نے بھی منع نہیں فرمایا۔ بلکہ بزرگان دین کے مزارات کا ادب و احترام کرنے کی تعلیم اور ترغیب دی گئی ہے۔ جس بزرگ کا ان کی حیات میں جیسا ادب و احترام کرتے ہوں، ویسا ہی ادب ان کے انتقال کے بعد ان کے مزار کا کرنا چاہیئے۔

حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادب و احترام اور آپ کی تعظیم و توقیر کرنے کا حکم قرآن مجید میں ہے۔ لہذا ائمہ ملت اسلامیہ کا اتفاق ہے کہ جیسا ادب و احترام حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں لازمی اور ضروری تھا، ویسا ہی ادب و احترام حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد

بھی لازمی اورضروری ہے۔

- امام اجل، علامہ شہاب الدین احمد علی بن حجر مکی عسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ علیہ الرحمۃ والرضوان کے شاگرد رشید حضرت علامہ عبدالقادر فاکہی مکی اپنی کتاب ''حسن التوسل فی زیارۃ افضل الرسول'' میں لکھا ہے کہ:

''وَمِنۡهَا أنۡ لَّايَسۡتَدۡبِرِ الۡقَبۡرَ الشَّرِيۡفَ''

ترجمہ: ''آداب میں سے ہے قبراقدس کی طرف پشت نہ کرے۔''

حوالہ:- فتاوی رضویه، (مترجم) جلد۹،ص٥١٦

- حضوراقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزاراطہر کا ادب و احترام ملحوظ رکھتے ہوئے مزار اقدس کو پیٹھ نہ کرنے کے سلسلہ میں امام جلیل ،حضرت علامہ نورالدین عبداللہ سمہودی شافعی المتوفی ۹۱۱ھ رحمت اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مشہور ومعروف کتاب ''خلاصة الوفاء فی اخبار دار المصطفی'' میں صاف لفظوں میں ارشادفرماتے ہیں کہ:

''لَا يَسۡتَدۡبِرُ فِیۡ الصَّلٰوةِ وَلَا فِیۡ غَيۡرِهَا''

ترجمہ: ''نہ نماز میں مزاراقدس کی طرف پیٹھ کرے اورنہ غیرنماز میں۔''

حوالہ:- وفاء الوفاء، مطبوعه: احياء التراث العربی، بيروت،الفصل الرابع من الباب الثامن، جلد٤،ص١٤١٠

- یہی امام موصوف پھرامام عزالدین بن عبدالسلام سے نقل فرماتے ہیں:

''إذَا أرَدۡتَ الصَّلٰوةَ فَلَا تَجۡعَلۡ حُجۡرَتَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ وَرَاءَ ظَهۡرِكَ وَلَا بَيۡنَ يِدِكَ وَالأدۡبُ مَعَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ بَعۡدَ وَفَاتِهٖ مِثۡلَهٗ فِیۡ حَيَاتِهٖ فَمَا كُنۡتَ صَانِعَهٗ فِیۡ حَيَاتِهٖ فَاصۡنَعۡهُ بَعۡدَ وَفَاتِهٖ مِنۡ

اِحْتِرَامِهٖ وَالْاِطْرَاقِ بَیْنَ یَدَیْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ‘‘

ترجمہ: ’’جب تو نماز پڑھنا چاہے، تو حجرۂ مطہرہ (مزار رسول) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پیٹھ نہ کر اور نہ نماز میں اپنے سامنے رکھ، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادب بعد وصال بھی ویسا ہی ہے، جیسا ظاہری حیات میں تھا، لہذا حضور کی حیات ظاہری میں جیسا تو ادب کرتا تھا اور حضور کے سامنے سر جھکاتا تھا، ایسا ہی مزار اقدس کے سامنے کر۔‘‘

(حوالہ:-ایضاً)

مذکورہ بالا عبارات تعظیم و ادب کے تعلق سے بیان ہوئیں اور تعظیم ہی اصل مقصد ہے۔ اگر تعظیم کے تعلق سے ایسی دیگر عبارات جمع کی جائیں تو ایک ضخیم دفتر تیار ہو جائے۔ حاصل کلام یہی کہ انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی شان عظمت کے اظہار اور ان کے ادب و احترام کے لیے جو نیک اور مستحسن کام کیے جاتے ہیں، اور ان کاموں کے کرنے میں شریعت مطہرہ کی کسی قسم کی خلاف ورزی نہیں ہوتی، تو ایسے کام میں کوئی حرج نہیں اور اس سے روکنے کا کسی کو اختیار نہیں۔ ہاں! اگر روکنے والا اپنے قول میں سچا ہے، تو اس پر لازم ہے کہ ممانعت پر صریح دلیل قرآن و حدیث یا کتب معتبرہ سے پیش کرے، صرف اپنے قیاس فاسد اور جاہلانہ اجتہاد سے کوئی مسئلہ گڑھ لینا دیانت اور انصاف سے بعید ہے۔

حالانکہ بہت سے فروعی اور ضمنی مسائل زمانہ اور مقام کے بدلنے سے بدل بھی جاتے ہیں۔ کبھی کبھی حالات کے پیش نظر اور وقت کے تقاضے کی بناء پر بہت سے فروعی اور ضمنی مسائل کا حکم بدل جاتا ہے۔ ایسے مسائل کے لیے احکام سابقہ سے سند لانا اور اس کو خلاف شرع ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگانا، اور خواہ مخواہ مسلمانوں کے درمیان اختلاف پیدا کرنا اور امن و امان اور صلح و محبت سے رہنے والے مسلمانوں میں

پھوٹ ڈالنا اور انھیں مذہب کے نام پر لڑنے لڑانے پر آمادہ کرنا سخت ناپسندیدہ جرم ہے۔

- امام جلیل حضرت علامہ برہان الدین ابراہیم ابن ابی بکر بن محمد بن حسین اخلاطی حسینی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

''هُوَ وَإِنْ كَانَ أَحْدَاثًا فَهُوَ بِدْعَةٌ حَسَنَةٌ وَكَمْ مِنْ شَيْءٍ كَانَ أَحْدَاثًا وَهُوَ بِدْعَةٌ حَسَنَةٌ وَكَمْ مِنْ شَيْءٍ يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الزَّمَانِ وَالْمَكَانِ''

ترجمہ: ''یہ اگرچہ نو پیدا (نئ پیداوار) ہے، پھر بھی بدعت حسنہ ہے اور بہت سی چیزیں نئ پیدا ہوئیں اور وہ اچھی بدعت ہیں اور بہت سے احکام ایسے بھی ہیں جو زمانہ اور مقام کی تبدیلی سے بدل جاتے ہیں۔''

حوالہ:- جواهر اخلاطی، قلمی نسخه، ص۱٦٨ ، بحواله: بريق المنار بشموع المزار، از:امام احمد رضا محقق بریلوی، مطبوعه رضا اکیڈمی، ص۱۵

## یہ بھی ذرا سوچو!

دورحاضر میں ہر ملک، بلکہ ہر شہر اور ہر گاؤں میں مسجدوں کی تعمیر میں اس بات کا خاص لحاظ کیا جاتا ہے کہ محلّہ میں واقع رہائش کے مکانوں کے مقابلہ میں مسجد زیادہ بلند اور خوبصورت ہو۔ لوگوں کے گھروں کے مقابلہ میں اللہ کا گھر یعنی مسجد باوقار اور بارونق ہو۔ لہذا صدیوں سے مساجد کی تعمیر میں اس بات کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ مسجدیں بلند اور خوبصورت تعمیر کی جاتی ہیں۔ مسجدوں کو دیگر مکانات سے ممتاز اور باشوکت بنانے کے لیے ان پر بلند مینارے تعمیر کرنا، کنگرے بنانا در و دیوار کو نقش و نگار سے منقش اور مزین کرنا، مسجد کو آراستہ و پیراستہ کرنا آج کل عام طور سے قوم مسلم میں رائج ہے۔ بلکہ ہر فرقہ کے لوگ اپنی اپنی مسجدوں کو زیادہ سے زیادہ خوبصورت اور باوقار بنانے میں حد درجہ

کوشش کرتے ہیں اور مسجدوں کو خوبصورت، منقش، بلند اور باوقار تعمیر کرنا، مسجد کو بلند میناروں سے ممتاز کرنا، نقش ونگار وغیرہ سے اس کی شان امتیاز پیدا کرنا، جیسے امور میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔ سب لوگ متفقہ طور پر اس کے جواز کے قائل ہیں۔

حالانکہ...

حدیث شریف میں مسجدوں کی آرائش کرنا، ان پر مینارے، کنگرے وغیرہ بنانے کی ممانعت آئی ہوئی ہے۔

**حدیث:**

حضرت ابن ابی شیبہ نے ''مصنف'' میں اور امام بیہقی نے ''سنن'' میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اِبۡنَوۡا الۡمَسَاجِدَ وَ اتَّخِذُوۡهَا جَمًّا''

ترجمہ: ''مسجدیں بناؤ اور مسجدیں منڈی بناؤ۔''

حوالہ:- سنن الکبری، مطبوعه: دارصادر، بیروت باب فی کیفیة بناء المسجد، جلد ۲، ص ۴۳۹

**حدیث:**

حضرت ابن ابی شیبہ نے ''مصنف'' میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

''اِبۡنَوۡا مَسَاجِدَكُمۡ جَمًّا وَابۡنَوۡا مَدَائِنَكُمۡ مُشۡرِفَة''

ترجمہ: ''مسجدیں منڈی بناؤ یعنی اس میں کنگرے نہ رکھو اور اپنے شہر اونچے کنگرے دار بناؤ۔''

حوالہ:- المصنف لابن ابی شیبہ، مطبوعہ:ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی، جلد۱،ص۳۰۹

**حدیث:**

حضرت ابوداؤد نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

''لَتُزَخْرِفُنَّهَا كَمَا زَخْرَفَتُ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى''

ترجمہ: ''تم مسجدوں کی آرائش (سجاوٹ) کرو گے جیسے یہود و نصاری نے آرائش کی۔''

حوالہ:- سنن ابی داؤد، مطبوعہ:آفتاب عالم پریس، لاھور، باب فی بناء المسجد، جلد۱، ص۶۵

بنظر ظاہر اگر دیکھا جائے تو مندرجہ بالا تینوں احادیث کریمہ سے بلند اور رفیع عمارت والی مساجد بنانا، مساجد کو نقش و نگار سے منقش اور مزین کرنا، کنگرے اور مینارے بنانا وغیرہ منع ہے، لیکن صدیوں سے ملت اسلامیہ کے لوگ مساجد کو اسی ہیئت سے تعمیر کرتے چلے آرہے ہیں اور فی زمانہ کرتے بھی ہیں اور اس کی کسی بھی گروہ یا فرقہ کے ذریعہ مخالفت نہیں کی جاتی۔

مساجد کی موجودہ ہیئت کی تعمیر کی مخالفت نہ کرنا یقیناً مناسب ہی ہے۔اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک ہزار سال قبل کی ہیئت کی تعمیر پر مشتمل عمارت والی، منڈی، غیر منقش، کوتاہ، غیر بلند، بغیر کنگرے اور مینار والی کچی مساجد اگر آج تعمیر کی جائیں گی، تو مساجد کی وقعت، ہیبت اور اہمیت عام لوگوں کی نگاہوں میں نہ ہوگی۔ کیونکہ ظاہری تزک و احتشام یعنی شان و شوکت ہی عام لوگوں کے دلوں میں تعظیم کا اثر پیدا کرتی ہے۔ علاوہ ازیں

مساجد کی شان وشوکت سے اسلام کی شان وشوکت ظاہر ہوتی ہے۔مساجد اسلام کا شعائر یعنی علامات اور نشانیاں ہیں۔لہذا مساجد کا شمار بھی شعائر اللہ میں ہے۔اور اللہ کے شعار کی چیزوں کی تعظیم کرنے کا قرآن مجید میں حکم ہے:

**آیت:**

''وَمَنۡ یُّعَظِّمۡ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنۡ تَقۡوَی الۡقُلُوۡبِ''

(سورۃ الحج، آیت نمبر۳۲)

ترجمہ: ''اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیز گاری سے ہے۔''

(کنز الایمان)

''وَمَنۡ یُّعَظِّمۡ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَیۡرٌ لَّهٗ عِنۡدَ رَبِّهٖ''

(سورۃ الحج، آیت نمبر۳۰)

ترجمہ: ''اور جو اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے،تو وہ اس کے لئے رب کے یہاں بھلا ہے۔'' (کنزالایمان)

پرانے زمانہ میں جب لوگوں کی رہائش کے مکانات کچے ہوتے تھے،تو مساجد کی عمارت بھی کچی تعمیر ہوتی تھی، رفتہ رفتہ لوگوں کے رہن سہن، سماجی طور طریقے اور زندگی بسر کرنے کے رویہ میں تبدیلیاں ہوتی گئیں، لوگ عالی شان عمارتوں میں رہنے لگے، ایسے ماحول میں اگر مساجد پرانی ہیئت کی منڈی اور کچی تعمیر کی گئیں،تو وہ عوام الناس کے مکانوں کے درمیان دب کر رہ جائیں گی۔ مساجد کی ہیبت و دبدبہ، شان وشوکت، امتیازی شان اور دور سے اس پر مطلع ہونے کے اسباب مفقود ہو جائیں گے اور لوگوں کی نظروں میں اس کی کوئی اہمیت اور دلوں میں کوئی تعظیم و وقعت نہ ہوگی،لہذا ملت اسلامیہ

کے دور رس نگاہ رکھنے والے اور اسلام کی شان وشوکت کا دبدبہ قائم کرنے کا صحیح جذبہ رکھنے والے عظیم المرتبت ائمہ دین نے اب مساجد کو پکی، بلند، اور منقش کرنے کی اجازت مرحمت فرما دی۔

## حوالہ:۱

عالم جلیل، امام شہاب الدین، احمد بن محمد المصری القسطلانی الشافعی (المتوفی ۹۲۳ھ) رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اُسۡتُنۡبِطَ کَرَاهِيَةُ زَخۡرَفَةِ الۡمَسۡجِدِ لِاشۡتِغَالِ قَلۡبِ الۡمُصَلِّی بِذَلِكَ أَوۡ لِصَرۡفِ الۡمَالِ فِی غَيۡرِ وَجۡهِهِ نَعَمۡ إذَا وَقَعَ ذَلِكَ عَلٰی سَبِيۡلِ تَعۡظِيۡمِ الۡمَسَاجِدِ وَلَمۡ يَقَعۡ الصَّرۡفُ عَلَيۡهِ مِنۡ بَيۡتِ الۡمَالِ فَلَا بَأۡسَ بِهِ وَلَوۡ أَوۡصٰی بِتَشۡيِيۡدِ مَسۡجِدٍ وَتَحۡمِيۡرِهٖ وَتَصۡفِيۡرِهٖ نُفِذَتۡ وَصِيَّتُهٗ لِأَنَّهٗ قَدۡ حَدَثَ لِلنَّاسِ فَتَاوٰی بِقَدۡرِ مَا أَحۡدَثُوۡا وَقَدۡ أَحۡدَثَ النَّاسُ مُؤۡمِنُهُمۡ وَكَافِرُهُمۡ تَشۡيِيۡدَ بُيُوۡتِهِمۡ وَ تَزۡيِيۡنِهَا وَلَوۡ بَنَيۡنَا مَسَاجِدَنَا بِاللَّبِنِ وَجَعَلۡنَاهَا مُتَطَامِنَةً بَيۡنَ الدُّوۡرِ الشَّاهِقَةِ وَرُبَّمَا كَانَتۡ لِأَهۡلِ الذِّمَّةِ لَكَانَتۡ مُسۡتَهَانَةً''

ترجمہ: ''حدیث سے اخذ کیا گیا ہے کہ مسجدوں کی آرائش مکروہ ہے کہ نمازی کا خیال اس کی وجہ سے بٹے گا، یا اس لیے کہ مال بیجا خرچ ہوگا۔ ہاں! اگر تعظیم مسجد کے لیے آرائش ہو اور آرائش کا خرچ بیت المال سے نہ ہو، تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اور اگر کوئی شخص وصیت کر جائے کہ اس کے مال سے مسجد کی گچ کاری یعنی چونے کا کام کیا جائے اور اس میں سرخ و زرد یعنی لال اور پیلے رنگ کیے جائیں، تو وصیت نافذ ہوگی، کیونکہ لوگوں میں جیسی نئی نئی باتیں پیدا ہوتی گئیں، ویسے ہی ان کے لیے فتوے نئے ہوئے کہ اب

مسلمانوں اور کافروں سب نے اپنے مکان کی گچ کاری یعنی چونے کا کام اور آرائش (سجاوٹ) شروع کر دی ہے۔ اب اگر ہم ان بلند عمارتوں کے درمیان جو عمارتیں مسلمانوں کے علاوہ کافروں کی بھی ہوں گی، کچی اینٹ اور نیچی دیواروں کی مسجد بنائیں گے، تو لوگوں کی نگاہوں میں ان مسجدوں کی بے وقعتی ہوگی۔''

حوالہ:- (۱) ارشاد الساری شرح البخاری، مطبوعہ: دارالکتاب العربی، بیروت، باب بنیان المساجد، جلد ۱، ص ۴۴۰
(۲) بریق المنار بشموع المزار، ص ۱۳ اور ۱۴
(۳) فتاوی رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۴۹۳

## حوالہ:۲

فخر الفقہاء، فقیہ جلیل، امام فخر الدین ابو محمد عثمان بن علی زیلعی (المتوفی ۷۴۳ھ) رحمت اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

''لَا يُكْرَهُ نَقْشُ الْمَسْجِدِ بِالْجِصِّ وَمَاءِ الذَّهَبِ''

**ترجمہ:** ''گچ اور سونے کے پانی سے مسجد میں نقش بنانا مکروہ نہیں ہے۔''

حوالہ:- تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق، مطبوعہ: کبری امیریہ، مصر، فصل کرہ استقبال القبلہ، جلد ۱، ص ۱۶۸

اسی طرح فقہ کی مستند اور معتبر کتب درمختار، رد المحتار، مجمع بحار الانوار، جواہر الاخلاطی، فتاوی عالمگیری وغیرہ میں مساجد کو پکی اور بلند تعمیر کرنا اور اس میں نقش و نگار کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ اور یہ سب صرف اللہ کے گھر مساجد کی وقعت اور حرمت کے اظہار کے لیے ہے۔ ان مساجد کے متعلق فقہاء کرام کے نافذ کردہ احکام پر مزارات اولیاء عظام پر روشنی کرنے کے مسئلہ کو بھی قیاس کیا گیا ہے۔ حدیث میں قبر پر چراغ جلانے کی ممانعت کے ساتھ ساتھ پکی مسجدیں بنانے کی ممانعت صادر ہوئی ہے۔ جب اس

ممانعت کو مساجد کے حق میں فقہاء کرام نے تبدیل زمانہ کے لحاظ سے اباحت سے بدل دیا اور اس ترمیم سے کسی کو اختلاف و اعتراض نہیں، تو بزرگان دین کے مزارات پر روشنی کرنے کے سلسلہ میں فقہاء کرام کے ارشادات عالیہ کو بھی تسلیم کرنے میں ہی عدل و انصاف ہے۔ غیر جانبدارانہ اور منصف المزاج رویہ اپنانا ہی مؤمن کی شایان شان ہے۔

پکی اور بلند عمارت والی مسجدیں تعمیر کرنے کی ابتدا تابعین کرام کے مبارک زمانہ سے ہوئی۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانہ تک لوگوں کے دلوں میں شعائر دین کی عظمت بھرپور تھی، علاوہ ازیں عام لوگوں کے مکانات بھی بہت معمولی اور سادے ہوتے تھے، جب اسلام کو کثرت سے فتوحات حاصل ہوئیں اور دیگر ممالک میں بھی پرچم اسلام لہرانے لگا اور دیگر ممالک کے ساتھ مسلمانوں کے تجارتی تعلقات نے فروغ پایا اور دولت کی کثرت ہونے کی وجہ سے مکانات بھی عالیشان بننے لگے، ایسے حالات میں اگر مسجدیں اسی طرح کی منڈی، نیچی، کچی اور معمولی حیثیت کی رہتیں، تو عام لوگوں کی نگاہوں میں ان کی وقعت نہ ہوتی بلکہ غیر مسلم قومیں ہنستیں کہ مسلمانوں کی عبادت گاہ ایسی معمولی ہے، لہذا مساجد کی عمارتیں عالیشان سے عالیشان بننے لگیں، مینارے، کنگرے اور گنبد بننے لگے اور اس سے مقصود شعائر دین کی عظمت و وقعت دلوں میں بٹھانا ہے۔

اسی طرح...

گزشتہ زمانہ میں ہر مسلمان قبور مؤمنین کا احترام کرتا تھا، خصوصاً اولیاء، صلحاء، علماء، مشائخ اور دیگر بزرگان دین کے مزارات کی عظمت و وقعت اور ان کی شان لوگوں

کے دلوں میں تھی، مگراب جب کہ بصیرت باطنی کا عام فقدان ہو چکا ہے اور ظاہری شان و شوکت ہی عظمت کا نشان بن چکا ہے، علمائے ملت اسلامیہ نے علماء و مشائخ کے مزارات پر قبے بنانے کی اجازت دے دی، بلکہ اسے مستحسن بتایا ہے۔ نیز اولیاء کرام کے مزارات پر چراغ روشن کرنے کی بھی اجازت مرحمت فرمادی۔

اگر کسی صاحب کو اولیاء کرام کے مزارات پر روشنی کرنے کے تعلق سے مزید وضاحت، تحقیق اور دلائل درکار ہوں، تو وہ امام اہل سنت، مجدد دین وملت، شیخ الاسلام والمسلمین، امام احمد رضا محقق بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے مندرجہ ذیل رسائل کی طرف رجوع فرمائیں۔

(۱) بریق المنار بشموع المزار (۱۳۳۱ھ)

(۲) طوالع النور فی حکم السراج علی القبور (۱۳۰۴ھ)

# بعد تدفین کے ضروری مسائل

**مسئلہ:**

دفن کے بعد قبر کے پاس اتنی دیر ٹھہرنا مستحب ہے، جتنی دیر میں ایک اونٹ ذبح کرکے اس کا گوشت تقسیم کر دیا جائے، اتنی دیر تک قبر کے پاس ٹھہرنے سے میت کو اُنس ہوگا اور نکیرین کے جوابات دینے میں وحشت نہ ہوگی، اور جتنی دیر قبر کے پاس ٹھہریں اتنی دیر تک تلاوت قرآن مجید و ذکر و اذکار میں مشغول رہیں اور میت کے لیے دعا و استغفار کرتے رہیں اور خاص طور یہ دعا کریں کہ میت منکر نکیر کے سوال کے جواب میں ثابت قدم رہے۔ حوالہ:- جوہرہ نیرہ، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۶۳

**مسئلہ:**

بعد دفن اتنی دیر بیٹھنا کہ ایک اونٹ ذبح کیا جائے، مسنون ہے، صحیح مسلم شریف

میں اس بارے میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث وارد ہے۔

حوالہ:- فتاوی رضویه (مترجم) جلد۹،ص۳۷۷

**مسئلہ:**

میت سے سوال دفن کے بعد ہوتا ہے، دفن سے پہلے میت سے کوئی سوال ہونے کا ذکر حدیث میں نہیں۔ حوالہ:- فتاوی رضویه (مترجم)،جلد ۹،ص۳۷۳

**حدیث:**

ابوداؤد شریف میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی کو دفن کرنے سے فارغ ہوتے تو اس کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر فرماتے:

''اِسۡتَغۡفِرُوا لِأَخِيۡكُمۡ وَاسۡأَلُوا اللّٰهَ لَهُ التَّثۡبِيۡتَ فَإِنَّهُ الآنَ يُسۡأَلُ''

ترجمہ: ''اپنے بھائی کے لیے بخشش طلب کرو اور اللہ تعالیٰ سے اس کے ثابت قدم رہنے کی دعا کرو کیونکہ اب اس سے سوال کیے جائیں گے۔''

حوالہ:- ابوداؤدشریف،جلد۲،کتاب الجنائز،باب: الاستغفار عند القبر للميت، حديث نمبر ۳۲۲۳،ص۵۵۸،مطبوعه: جرمنی۔

**حدیث:**

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے اپنی وفات کے قریب اپنے بیٹے کو وصیت فرمائی کہ جب میں فوت ہو جاؤں تو میرے جنازے کے ساتھ کوئی نوحہ کرنے والی عورت نہ ہو اور آگ بھی نہ ہو، جب تم مجھے دفن کر لو اور قبر پر مٹی ڈال لو:

''ثُمَّ أَقِيۡمُوا حَوۡلَ قَبۡرِی قَدۡرَ مَا يُنۡحَرُ جُزُوۡرٌ وَ يُقَسَّمُ لَحۡمًا حَتّٰى أَسۡتَأۡنِسَ بِكُمۡ وَأَعۡلَمَ مَاذَا أُرَاجِعُ بِهِ رُسُلَ رَبِّی''

ترجمہ: ''پھر میری قبر کے ارد گرد اتنی دیر کھڑے رہنا، جتنی دیر میں اونٹ کو ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے، تاکہ میں تم سے اُنس حاصل کرسکوں اور مجھے یہ معلوم ہوجائے کہ مجھے اپنے رب تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتوں (نکیرین) کو کیا جواب دینا ہے۔''

حوالہ:- (۱) صحیح مسلم

(۲) مشکوۃ المصابیح، مطبوعہ: رضا اکیڈمی، ممبئی، کتاب الجنائز، باب دفن المیت، ص ۱۴۹

**مسئلہ:**

میت کو دفن کرنے کے بعد لوگوں کو منتشر ہوجانا چاہیئے، دفن کے بعد میت کے گھر جاکر فاتحہ پڑھنا لازمی نہیں، بہت سے مقامات پر ایسا رواج ہے کہ میت کو دفن کرنے کے بعد میت کے گھر آتے ہیں اور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہیں، اس میں بھی شرعا کوئی حرج نہیں بلکہ یہ بھی ایصال ثواب کا ایک طریقہ ہے۔ اور میت کو ایصال ثواب کر کے اس کی اعانت کرنا اور اس کے لیے مغفرت کی دعا کرنا، پسماندگان کی تعزیت، ان کی تسکین و تسلی، یہ سب باتیں شرعاً جائز اور پسندیدہ ہیں۔ البتہ دفن کے بعد گھر آکر فاتحہ پڑھنا لازمی اور ضروری بھی نہیں۔

حوالہ:- فتاوی رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۳۷۲ اور ص ۳۹۲

# بعد دفن قبر کھودنا، پرانی قبر میں دوسری میت دفن کرنا اور میت کو منتقل کرنا کیسا ہے؟

**مسئلہ:**

عورت کو کسی وارث نے زیور سمیت دفن کردیا اور دفن کرتے وقت بعض ورثہ

موجود نہ تھے، ان ورثہ کو قبر کھول کر زیورات نکال لینے کی اجازت ہے۔ اسی طرح کسی کا کچھ مال قبر میں گر گیا اور مٹی دینے کے بعد یاد آیا، تو قبر کو کھول کر نکال سکتا ہے، اگرچہ وہ مال ایک ہی درہم ہو۔

حوالہ:- عالمگیری، ردالمحتار اور بهار شریعت، حصه ٤، ص ١٦٣

**مسئله:**

کسی عورت کی مدت حمل پوری ہونے کے بعد، قبل وضع (پیدائش) انتقال ہوا اور اس عورت کو دستور کے مطابق دفن کر دیا گیا، پھر کسی صالح مرد نے خواب دیکھا کہ اس عورت کو زندہ بچہ پیدا ہوا ہے، تو اس خواب پر اعتماد کر کے قبر کھودنا جائز نہیں۔

حوالہ:- (١) فتاوی هندیه، مطبوعه: نورانی کتب خانه، پشاور، باب السادس عشر فی زیارة القبور، جلد ٥، ص ٣٥١
(٢) فتاوی رضویه (مترجم)، جلد ٩، ص ٤٠٥

**مسئله:**

ایک قبر میں ایک سے زیادہ مردے بلا ضرورت دفن کرنا جائز نہیں، اور اگر ضرورت یا مجبوری ہے تو کر سکتے ہیں، مگر ایسی صورت میں دو میتوں کے درمیان مٹی وغیرہ سے آڑ کر دیں۔ حوالہ:- عالمگیری، بهار شریعت، حصه ٤، ص ١٦٣

**مسئله:**

امام جلیل، علامہ محقق امین الدین محمد بن عابدین شامی المتوفی ۱۲۵۲ھ علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

''إِذَا صَارَ الْمَيِّتُ تُرَابًا فِي الْقَبْرِ يُكْرَهُ دَفْنُ غَيْرِهِ فِي قَبْرِهِ لِأَنَّ الْحُرْمَةَ بَاقِيَةٌ'' یعنی ''جب قبر میں میت گل کر مٹی بھی ہو جائے، تب بھی اس کی قبر میں

دوسرے کو دفن کرنا مکروہ ہے کہ اس کی تعظیم و حرمت کے خلاف ہے کہ اس میت کی تعظیم و حرمت اب بھی باقی ہے۔"

حوالہ:- ردالمحتار، مطبوعہ: ادارة الطباعة المصريه، مصر، باب: صلوة الجنائز، جلد ۱، ص ۵۹۹

**مسئلہ:**

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ بمبئی جیسے بڑے شہروں میں پرانی قبریں کھود کر ان میں دوسری میتیں دفن کی جاتی ہیں، تو اگر قبور کھودنے سے مردہ کی توہین ہوتی ہے، تو ان شہروں میں یہ کام کیوں ہوتا ہے؟ جواباً عرض ہے کہ ان شہروں میں جگہ بہت تنگ ہے۔ قبرستانوں میں اتنی کشادگی نہیں کہ ہر میت کے لیے الگ الگ قبر ہو، لہٰذا اس شدید ضرورت کی وجہ سے جائز ہے۔ قاعدۂ متفقہ ہے کہ "اَلضَّرُوْرَاتُ تُبِیْحُ الْمَحْظُوْرَات" یعنی "ضرورت کے وقت منع کردہ چیزیں بھی جائز ہو جاتی ہیں۔"

- علامہ برہان الدین ابراہیم بن محمد حلبی حنفی المتوفی ۹۵۶ھ اپنی شہرۂ آفاق کتاب "غنية المستملی شرح منية المصلی" مطبوعہ: سہیل اکیڈمی۔ لاہور، (پاکستان) فصل فی الجنائز، ص ۶۰۷ پر فرماتے ہیں:

"وَلَا یُحۡفَرُ قَبۡرٌ لِدَفۡنِ آخَرٍ مَا لَمۡ یَبۡلَ الۡأَوَّلُ فَلَمۡ یَبۡقَ لَهُ عَظۡمٌ إِلَّا عِنۡدَ الۡضَرُوۡرَةِ بِأَنۡ لَمۡ یُوۡجَدۡ مَکَانٌ سِوَاهُ"

ترجمہ: "اور دوسرے مردہ کو دفن کرنے کے لیے قبر نہ کھودا جائے، جب تک پہلا مردہ بوسیدہ نہ ہو جائے، یہاں تک کہ اس کی ہڈیاں بھی باقی نہ رہیں، مگر بوقت ضرورت قبر کھودنا جائز ہے، جبکہ اس کے بغیر کوئی دوسری جگہ میسر نہ ہو۔"

حوالہ:- فتاوی رضویه (مترجم)، جلد ۹، ص ۴۳۸

**مسئلہ:**

اگر کوئی پرانی قبر کسی وجہ سے کھل جائے یعنی اس کی مٹی الگ ہو جائے اور مردہ کی ہڈیاں وغیرہ ظاہر ہونے لگیں، تو اس صورت میں مٹی دے کر قبر کو بند کرنا واجب ہے کیونکہ ستر مسلم لازم ہے۔

صحیح بخاری شریف، مطبوعہ: قدیمی کتب خانہ، کراچی، کتاب الجنائز، جلد ۱، ص ۱۸۶ پر ہے کہ:

''قَدِ انْکَشَفَتْ قَدَمٌ لَمَّا انْهَدَمَ جِدَارُ الْحُجْرَةِ الشَّرِيفَةِ فِي زَمَانِ الْوَلِيدِ فَفَزَعَ النَّاسُ وَظَنُّوا أَنَّهَا قَدَمُ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَمَا وَجَدُوا أَحَدًا يَعْلَمُ ذَالِكَ حَتّٰی قَالَ لَهُمْ عُرْوَةُ لَا وَاللّٰهِ مَا هِيَ قَدَمُ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم مَا هِيَ اِلَّا قَدَمُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ كَمَا فِي صَحِيحِ الْبُخَارِي عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ وَأَخْرَجَ اِبْنُ زَبَالَةَ وَغَيْرُهُ أَنْ قَالَ عُمَرُبْنُ عَبْدِالْعَزِيْزَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَی عَنْه لِمَنْ اَمَرَ بِبِنَاءِ الْحَائِطِ اَنْ غَطَّ مَا رَأَيْتَ فَفَعَلَهُ''

ترجمہ: ''ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں جب روضۂ پاک کی دیوار منہدم ہوئی، تو ایک قدم کھل گیا، جس سے لوگ گھبرا اٹھے اور انھیں گمان ہوا کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قدم مبارک ہے۔ اور کسی ایسے آدمی کو تلاش کیا جو آگاہ ہو کہ یہ کس کا قدم شریف ہے۔ یہاں تک کہ حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ خدا کی قسم! یہ نبئ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مبارک قدم نہیں بلکہ یہ تو حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قدم شریف ہے، جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت ہشام بن عروہ سے مروی ہے، وہ اپنے والد سے راوی ہیں اور ابن زبالہ وغیرہ نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس کو دیوار تعمیر کرنے کا حکم دیا تھا، اس سے فرمایا کہ جو تم نے دیکھا اسے

چھپادو، اس نے حکم کی تعمیل کی۔‘‘

حوالہ:- فتاوی رضویه (مترجم) جلد۹،ص ٤٠٤

**مسئلہ:**

جس شہر یا گاؤں میں انتقال ہوا، وہیں کے قبرستان میں دفن کرنا مستحب ہے، اگرچہ انتقال کرنے والا وہاں رہتا نہ ہو، بلکہ جس گھر میں انتقال ہوا ہو، اس گھر والوں کے قبرستان میں دفن کریں، اور ایک دو میل میت کو باہر لے جانے میں کوئی حرج نہیں کہ شہر کے قبرستان اکثر اتنے فاصلہ پر ہوتے ہیں۔ اور دوسرے شہر کو اس کی لاش لے جانے کی علماء ممانعت فرماتے ہیں، اور یہی صحیح ہے، یہ اس صورت میں ہے کہ دفن سے پہلے لے جانا چاہیئے، اور دفن کے بعد تو لے جانا مطلقاً منع ہے۔ سوائے بعض صورتوں میں جو بعد میں مذکورہ ہوں گی۔ حوالہ:- عالمگیری، بهار شریعت، حصه ٤،ص ١٦٣

**مسئلہ:**

بعض جگہ ایسا غلط طریقہ بھی رائج ہے کہ میت کو زمین کے سپرد کر دیتے ہیں، پھر وہاں سے نکال کر دوسری جگہ دفن کرتے ہیں۔ اس کام کو فقہی اصطلاح میں ’’نبش‘‘ کہتے ہیں۔ نبش شرعاً حرام، حرام اور سخت حرام اور میت کی اشد توہین اور اللہ تعالیٰ کے راز کی بے حرمتی ہے۔ اگر زمین کے مالک کی رضا مندی سے دفن کیا گیا ہے، تو اب نعش کو کھود کر نکالنے کے جواز کی کوئی گنجائش ہی نہیں، اگرچہ مرنے والے نے وصیت بھی کی ہو کہ مجھ کو فلاں جگہ دفن کرنا، اگر اتفاق سے مجھے دوسری جگہ دفن کر دیا جائے، تو وہاں سے میری لاش نکال کر بھی فلاں جگہ دفن کرنا، اور دفن کے تعلق سے کی گئی وصیت واجب العمل نہیں، یعنی ایسی وصیت پر عمل کرنا واجب نہیں۔

حوالہ:-(١)فتاوی رضویه (مترجم) جلد۹، ص ٤٠٥/٤٠٦

(۲) بهار شریعت، حصه ٤، ص ١٦٣

**مسئلہ:**

دوامی اجارہ (پٹہ) کی زمین میں مستاجر کی اجازت سے دفن کرنا جائز ہے۔ دفن کرنے کے لیے ملکی زمین (Own Land) ہونا ضروری نہیں، بلکہ علماء ملت اسلامیہ نے دوامی اجارہ کی زمین میں مسجد بنانے کی بھی اجازت دی ہے اوراس میں وقف کو صحیح مانا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہمیشہ رہے گی۔

حوالہ:- (۱) ردالمحتار، مطبوعہ: ادارة الطباعة المصريه، مصر، كتاب الوقف، جلد٣، ص ٣٩١

(۲) فتاوى رضويه (مترجم) جلد٩، ص ٣٨٠

**مسئلہ:**

بعض جاہلوں میں یہ بات مشہور ہے کہ جب تک میت دفن نہ کی جائے، اس کے گھر والوں کو کھانا تناول کرنا درست نہیں بلکہ بعض جاہل تو یہاں تک کہتے ہیں کہ دفن کرنے کے پہلے کھانا حرام ہے۔ یہ سراسر جھوٹ اور غلط خیال ہے۔ کھانا حرام نہیں بلکہ میت کی تجہیز و تکفین سے غفلت حرام ہے۔

حوالہ:- فتاوى رضويه (مترجم)، جلد٩، ص ٤٠١

**مسئلہ:**

دوسرے کی ملک کی زمین میں مالک کی اجازت کے بغیر دفن کر دیا، تو مالک کو اختیار ہے کہ چاہے تو میت کے رشتہ داروں سے کہے کہ اپنا مردہ نکال لو، یا زمین برابر کر کے اس میں کھیتی کرے، اسی طرح کسی کا کپڑا چرا کر، یا لوٹ کر مال غصب کیے ہوئے کپڑے کا کفن دے کر مردہ دفن کر دیا، تو کپڑے کا مالک مردہ نکلوا سکتا ہے۔

حوالہ:- بهار شریعت، حصه ٤، ص ١٦٣

# ایک اعتراض اور اس کا جواب

اوراق سابقہ میں قطعی دلیلوں سے یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ قبر میں دفن کرنے کے بعد میت کو نکالنا، میت کو ایذا دینا ہے، قبر کی جگہ کا ادب واحترام کرنا اس لیے ہے کہ قبر کی زمین میت کا حق ہے۔ میت کا ادب واحترام اب بھی باقی ہے۔ میت کی حرمت وتعظیم شرعاً لازمی اور ضروری ہے۔ تو مالک زمین کی اجازت کے بغیر دفن کیے گئے مردہ کو قبر سے باہر نکالنے میں یا اس کی قبر کی زمین کو مسمار کر کے اس پر کھیتی وغیرہ کرنے سے میت کی بے حرمتی کا معاملہ درپیش ہوگا۔ اہانت قبر مسلم کا الزام عائد ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ:

بے شک! قبور مسلمین کی حرمت وتعظیم لازمی اور ضروری ہے۔ لیکن جو قبر مالک زمین کی اجازت کے بغیر ظلماً و جبراً بنائی گئی ہو، اس کے لیے کچھ بھی حق نہیں۔ کیونکہ حدیث شریف میں صاف ارشاد ہے:

''لَیْسَ لِعِرْقِ ظَالِمٍ حَقٌّ''

ترجمہ: ''ظالم کی رگ کا کوئی حق نہیں۔''

حوالہ:- سنن ابو داؤد، مطبوعہ، آفتاب عالم پریس، لاھور باب احیاء الاموات، جلد ۲، ص ۸۱

نمازی کے آگے سے گزرنا سخت گناہ ہے اور احادیث کریمہ میں نمازی کے آگے سے گزرنے پر سخت وعیدیں وارد ہیں۔ احادیث کریمہ میں یہاں تک ارشاد ہے کہ اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والا جانتا کہ اس میں کتنا گناہ ہے، تو وہ ایک قدم چلنے سے سو سال کھڑا رہنا بہتر سمجھتا، یا یہ چاہتا کہ اس کی ران ٹوٹ جائے مگر نمازی کے سامنے سے

نہ گزرے۔لیکن اگر مسجد میں جماعت کھڑی ہوگئی ہواور ابھی پہلی صف مکمل نہ ہوئی کہ پیچھے صفیں قائم ہوگئیں۔تو حدیث اور فقہ میں حکم فرمایا گیا ہے کہ پیچھے قائم ہونے والی صفوں کو چیرتے ہوئے اور نمازی کے آگے سے گزرتے ہوئے اگلی صفیں پوری کریں، امام اہل سنت محقق بریلوی فرماتے ہیں کہ:

**''صفوف نماز کی کس قدر حرمت و تعظیم ہے،مگر جو صفیں قبل تمامی صف اول کرلی جائیں، حدیث وفقہ حکم فرماتے ہیں کہ ان صفوں کو چیرتے ہوئے جاکر صف اول پوری کریں کہ خلاف شرع قائم ہونے کے سبب ان کی حرمت نہیں۔ یہ حق اللہ میں ہے، حق العبد تو اشد ہے۔ پھر بھی اگر صاحب حق اس میت مسلم کا لحاظ کر کے اپنے حق سے درگزر کرے کہ مردہ بدست زندہ اس نے خود قصور نہ کیا، تو امید ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ اسے اجر عظیم عطا فرمائے گا۔''**

حوالہ:- فتاوی رضویه (مترجم) جلد۹، ص۴۰۹

**مسئلہ:**

اپنے لیے پہلے سے کفن تیار رکھنے میں حرج نہیں اور اپنے لیے قبر پہلے سے نہ بنانا چاہیئے ، اپنے لیے پہلے سے قبر کھدوا رکھنا بے معنی ہے۔ کیا معلوم کہاں مرے گا؟

حوالہ:- (۱) فتاوی رضویه (مترجم) جلد۹، ص۲۶۵
(۲) بهار شریعت، حصه ٤ ص ۱۶۳

**مسئلہ:**

وقفی قبرستان میں کسی نے قبر تیار کروائی۔ اس قبر میں دوسرے لوگ اپنا مردہ دفن کرنا چاہتے ہیں اور قبرستان میں دوسری جگہ ہے کہ وہاں قبر بنا سکتے ہیں، لیکن انھوں نے اپنا مردہ اس تیار شدہ قبر میں دفن کر دیا تو مکروہ ہے۔ قبر تیار کرانے والا مردہ نہیں نکلوا سکتا، البتہ قبر تیار کرنے میں جو خرچ ہوا ہے وہ دفن کرنے والوں سے لے لے۔

حوالہ:- عالمگیری، ردالمحتار، اور بهار شریعت، حصه ٤، ص ۱۶۳

# منکر نکیر کے احوال اور سوال

جب میت کو دفن کرنے والے دفن کر کے چلے جاتے ہیں، اس وقت میت کے پاس دو فرشتے نہایت ڈراؤنی اور ہیبت ناک شکل وصورت میں، اپنے دانتوں سے زمین کو چیرتے ہوئے قبر میں آتے ہیں، ان میں ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہتے ہیں۔ ان دونوں فرشتوں کے نام ہی ان کی خطرناک اور بھیانک شکل وصورت پر دلالت کرتے ہیں، منکر اور نکیر دونوں ایک ہی معنی کے الفاظ ہیں، منکر اور نکیر کے معنی ہیں اجنبی اور نہ پہچانا ہوا۔ میت کے لیے یہ صورتیں اجنبی کی طرح ہوں گی، کیونکہ میت نے اس سے پہلے سیاہ رنگ، قبیح صورت، ایک جگہ ٹکٹکی باندھ کر ڈرانے والی موٹی موٹی اور نیلی آنکھوں والی صورتیں کبھی نہیں دیکھی۔

منکر نکیر کی بھیانک شکل وصورت کا مفصل بیان احادیث کریمہ میں وارد ہے، ان تمام احادیث کو تفصیل سے بیان کرنا یہاں ممکن نہیں ہے، لہذا ان احادیث کا ماحصل ذیل میں درج ہے۔

## ● منکر نکیر کی بھیانک اور ہیبت ناک صورت اس طرح کی ہوگی کہ:

(۱) بالکل سیاہ رنگ کا جسم۔

(۲) دیگوں کے برابر بڑی بڑی آنکھیں ہوں گی۔

(۳) آنکھوں کا رنگ نیلا۔

(۴) آنکھیں ابرق (Mica) کی طرح شعلہ زن ہوں گی۔

(۵) ان کی سانس سے آگ کی لپٹ پھیلتی ہوگی۔

(۶) بیل کے سینگ کی طرح لمبے لمبے نوکیلے دانت۔

(۷) سر کے پیچیدہ اور بکھرے ہوئے بال جو زمین پر گھسٹتے ہوں گے۔

(۸) جسم کا موٹاپا اور ڈیل ڈول اتنا پھیلا ہوا ہوگا کہ ایک شانے (کندھے) سے دوسرے شانے تک منزلوں کا فاصلہ ہوگا۔

(۹) ہاتھ میں لوہے کا گرز ہوگا، جس کا وزن اتنا ہوگا کہ ایک بستی کے لوگ بلکہ جن اور انسان جمع ہوکر اٹھانا چاہیں تو بھی نہ اٹھا سکیں۔

(۱۰) ان کے آتے ہی بادلوں کی گرج اور کڑک کی ہولناک آوازیں آئیں گی۔

(۱۱) زمین کو اپنے نوکیلے دانتوں سے چیرتے ہوئے آئیں گے۔

(۱۲) ان تمام آفتوں پر آفت یہ کہ مردے سے سیدھی طرح بات نہ کریں گے۔

(۱۳) آتے ہی میت کو جھنجھوڑ کر بیدار کریں گے۔

(۱۴) کڑکتی اور جھڑکتی آوازوں میں امتحان لیتے ہوئے سوال کریں گے۔

(۱۵) میت کو سوالوں کے جواب دینے میں کسی قسم کی مہلت نہ دیں گے بلکہ فوراً سوال کریں گے۔

حوالے:

● ابونعیم نے حلیہ میں واثلہ بن اسقع سے ● امام ترمذی نے بافادۂ تحسین ● ابن ابی الدنیا ● ابن ابی عاصم اور ● امام بیہقی نے حضرت ابوہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عباس سے ● ابن مبارک نے زہد میں ● ابن ابی شیبہ، آجری اور بیہقی نے حضرت ابودرداء سے ● امام طبرانی نے معجم اوسط میں ● ابن مردویہ نے حضرت ابوہریرہ سے ● ابویعلی اور ابن ابی الدنیا نے نعیم سے ● ابوداؤد نے بعث میں ● حاکم نے تاریخ میں اور بیہقی نے عذاب قبر میں امیر المؤمنین فاروق اعظم سے ● امام بیہقی، ابن ابی الدنیا، ابونعیم نے حضرت عطاء بن یسار سے ● امام احمد، طبرانی، بیہقی نے حضرت جابر سے ● آجری نے شریعہ میں

حضرت عبداللہ بن مسعود سے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

حوالہ:- فتاوی رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۹۳۵/ ۹۳۶

## قبر کا مردے کو دبانا (دبوچنا) اور منکر نکیر کے سوالات

امام اجل، شہاب الملۃ والدین علامہ امام احمد بن علی بن حجر مکی عسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ فرماتے ہیں کہ:

(۱) حدیث شریف میں قبر کو جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری، یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا فرمایا گیا ہے۔

(۲) جب مردے کو قبر میں دفن کرتے ہیں، اس وقت اس کو قبر دباتی ہے۔ اگر وہ مسلمان نیک و صالح ہے، تو اس کو قبر کا دبانا ایسا ہوتا ہے جیسے ماں اپنے بچے کو پیار سے زور سے سینہ سے چمٹاتی ہے اور اگر کافر یا بدکار ہے، تو اس کو قبر اس زور سے دباتی ہے کہ ادھر کی پسلیاں اُدھر ہو جاتی ہیں۔

(۳) جب دفن کرنے والے دفن کر کے وہاں سے چلے جاتے ہیں، تو اس کے پاس دو فرشتے نہایت ڈراؤنی اور ہیبت ناک شکل میں، اپنے دانتوں سے زمین چیرتے ہوئے آتے ہیں۔ ان میں ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہتے ہیں۔ وہ دونوں مردے کو جھڑک کر اٹھاتے ہیں اور سختی کے ساتھ گرجتی آواز میں تین سوال کرتے ہیں۔

- پہلا سوال : ''مَنْ ربُّكَ'' یعنی ''تیرا رب کون ہے؟''
- دوسرا سوال : ''مَا دِيْنُكَ'' یعنی ''تیرا دین کیا ہے؟''
- تیسرا سوال : ''مَاهٰذَا الرَّجُلُ الَّذِیْ بُعِثَ فِيْكُمْ؟'' یعنی ''یہ شخص کون ہے جو تیری طرف بھیجا گیا؟''

## اگر مردہ صحیح العقیدہ مسلمان ہے،تو...

- پہلے سوال کا جواب : ''رَبِّیَ اللّٰہُ ''یعنی''میرا رب اللہ ہے۔''
- دوسرے سوال کا جواب: ''دِیْــنِــیَ الْاِسْلَامُ ''یعنی''میرا دین اسلام ہے۔''

تیسرے سوال کا جواب: ''ھُــوَ رَسُــوْلُ الــلّٰــہِ ''یعنی''یہ اللہ کے رسول ہیں۔'' (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

جب مردہ تینوں سوال کے جواب دے چکے گا،تو پھر فرشتے اس سے پوچھیں گے کہ''وَمَــا یُــدْرِیْكَ ''یعنی''تمھیں کیسے معلوم ہوا؟''مردہ جواب دیتے ہوئے یہ کہے گا کہ''قَرَأْتُ کِتَابَ اللّٰہِ وَآمَنْتُ وَصَدَّقْتُ ''یعنی تو وہ کہے گا''میں نے اللہ کی کتاب پڑھی اور اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی۔''

حوالہ:- المنبہات علی الاستعداد لیوم المعاد، اردو ترجمہ، تنبیہ الغافلین المعروف بہ موت کا سفر، مطبوعہ: دھلی، ص ٥٤

پھر کیا ہوگا؟ تفصیل کے لیے ذیل میں درج حدیث شریف بغور ملاحظہ فرمائیں:

**حدیث:**

زَادَ فِیْ رِوَایَةٍ فَــذٰلِكَ قَــوْلُــهُ: ﴿یُثَبِّــتُ الــلّٰهُ الَّذِیْنَ آمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّــابِــتِ فِی الْــحَیَــاةِ الدُّنْیَا وَفِی الْآخِرَةِ﴾فَیُنَادِیْ مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ: أَنْ صَــدَقَ عَبْــدِیْ فَــافْــرُشُوْهُ مِنَ الْجَنَّةِ ، وَأَلْبِسُوْهُ مِنَ الْجَنَّةِ، وَافْتَحُوْا لَهُ بَــابــاً إِلَــی الْــجَــنَّةِ فَیَــأْتِیْــهِ مِــنْ رَوْحِهَا وَطِیْبِهَا،وَیُفْسَحُ لَهُ فِیْ قَبْرِهِ مُدَّ بَــصَــرِهِ،وَإِنَّ الْــکَافِرَ فَذَکَرَ مَوْتَهُ قَالَ: فَتُعَادُ رُوْحُهُ فِیْ جَسَدِهِ ، وَیَأْتِیْهِ

مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهِ فَيَقُوْلَانِ : مَنْ رَبُّكَ ؟ فَيَقُوْلُ: هَاه هَاه لَاأَدْرِیْ، فَيَقُوْلَانِ : مَادِيْنُكَ ؟ فَيَقُوْلُ: هَاه هَاه لَاأَدْرِیْ، فَيَقُوْلَانِ لَهُ : مَاهٰذَا الرَّجُلُ اَلَّذِیْ بُعِثَ فِيْكُمْ ؟فَيَقُوْلُ: هَاه هَاه لَاأَدْرِیْ، فَيُنَادِیْ مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ: أَنْ قَدْ كَذَبَ فَافْرُشُوْهُ مِنَ النَّارِ،وَأَلْبِسُوْهُ مِنَ النَّارِ، وَافْتَحُوْا لَهُ بَابًا إِلَى النَّارِ فَيَأْتِيْهِ مِنْ حَرِّهَا وَسُمُوْمِهَا، وَيَضِيْقُ عَلَيْهِ قَبْرُهُ حَتّٰى تَخْتَلِفُ فِيْهِ أَضْلَاعُهُ۔

زَادَ فِیْ رِوَايَةٍ : ثُمَّ يُقَيَّضُ لَهُ أَعْمٰى أَبْكَمُ مَعَهُ مُرْزَبَةٌ مِنْ حَدِيْدٍ لَوْ ضَرَبَ بِهَا جَبَلًا لَصَارَ تُرَابًا فَيَضْرِبُهُ بِهَا ضَرْبَةً يَسْمَعُهَا مَنْ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ إِلَّا الثَّقَلَيْنِ فَيَصِيْرُ تُرَابًا ثُمَّ تُعَادُ فِيْهِ الرُّوْحُ۔ رواه أبوداود۔

ترجمہ: ”ایک روایت میں یہ ہے کہ وہ اللہ کا ارشاد ہے(اللہ تعالیٰ ثابت قدم رکھتا ہے اس قرآن کے ذریعہ دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں ) تو آسمان سے ایک ندا دینے والا ندا دے گا کہ میرے بندے نے سچ کہا، تو اس کے لیے جنت کا بچھونا بچھا دو جنتی لباس پہنا دو اور اس کی طرف جنت سے ایک کھڑکی کھول دو۔ تو اس کے پاس جنت کی خوشبو اور اس کی لطافت آئے گی۔ اور اس کی قبر کو تا حد نگاہ کشادہ کر دیا جائے گا، اور بیشک کافر اپنی موت کو یاد کرے گا۔ کہا کہ اس کی روح اس کے جسم میں لوٹائی جائے گی، تو اس کے پاس دو فرشتے آئیں گے اور اس کو بٹھائیں گے۔ پھر دونوں کہیں گے تیرا رب کون ہے؟ تو کہے گا ہائے افسوس! میں کچھ نہیں جانتا، تو وہ دونوں کہیں گے تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہے گا ہائے افسوس! میں کچھ نہیں جانتا، تو وہ دونوں کہیں گے یہ شخص کون ہے جو تیری طرف بھیجا

گیا؟ وہ شخص کہے گا ہائے افسوس! میں کچھ نہیں جانتا، تو آسمان سے ایک ندا دینے والا ندا دے گا کہ اس نے جھوٹ کہا، اس کے لیے جہنم کا بچھونا بچھا دو، جہنمی لباس پہنا دو۔ اور اس کے لیے جہنم کی طرف ایک دروازہ کھول دو، تو اس کے پاس جہنم کی گرمی اور لپٹ آئے گی۔ اور اس کی قبر کو اس پر تنگ کر دی جائے گی، یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ادھر کی اُدھر ہو جائیں گی۔

ایک روایت میں ہے کہ پھر اس پر ایک اندھا، بہرا فرشتہ مقرر کر دیا جائے گا، جس کے ساتھ لوہے کا گرز ہو گا، اگر وہ اس سے پہاڑ پر مار دے تو ریزہ ریزہ ہو جائے، تو وہ اس سے اس کو ایک ضرب مارے گا، جسے مشرق و مغرب میں سوائے جن وانس کے سب سنیں گے، یہاں تک کہ وہ مٹی ہو جائے گا۔ پھر اس میں اس کی روح لوٹائی جائے گی (اور یہ سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا)۔''

حوالہ:- ابوداؤد شریف ،بحواله: الترغيب والترهيب الامام المنذری، المتوفی ۶۵۶ھ، مطبوعه: دارالحياء التراث العربی، جلد ٤ ،ص ٣٦٥ / ٣٦٦

قبر میں مشرک، کافر، مرتد، بد دین، اور گمراہ فرقہ کے لوگوں کو دردناک عذاب دیا جائے گا اور صحیح العقیدہ، نیک اور صالح کو نعمتوں اور اکرام سے نوازا جائے گا۔ صحیح العقیدہ گنہگار مسلمان کو اس کے گناہ کی وجہ سے عذاب قبر ہو گا لیکن متعلقین اور محبین کے ذریعہ کیے گئے ایصال ثواب کی وجہ سے عذاب میں کمی اور نرمی ہو جائے گی۔ اس عنوان کے تعلق سے کثرت سے احادیث کریمہ وارد ہیں۔ علاوہ ازیں ائمہ دین وملت کی معرکۃ الآراء تصانیف میں کئی اقوال مذکور ہیں اور مستند روایات کے ساتھ کئی واقعات بھی درج ہیں۔ ان تمام کا تفصیلی بیان یہاں ممکن نہیں۔ لہذا صرف اتنا یاد رکھو کہ عذاب قبر حق ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اچھے اعمال کا بدلہ نعمتوں اور انعامات

سے دیا جائے گا اور برے اعمال کا بدلہ سختی اور عذاب و ذلت سے دیا جائے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہر مومن کو عذاب قبر سے محفوظ و مامون رکھے، اور نعمتوں وعنایتوں سے مشرف فرمائے۔ آمین

# منکر نکیر کے سوالات کے وقت شیطان دھوکہ دینے قبر میں آتا ہے

امام اجل، عارف باللہ، حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب مردے سے سوال ہوتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ تب شیطان اس پر ظاہر ہوتا ہے اور اپنی طرف اشارہ کرتا ہے یعنی میں تیرا رب ہوں۔ اسی لیے حکم آیا ہے کہ میت کے لیے نکیرین کے سوالات کے جوابات میں ثابت قدم رہنے کی دعا کریں۔

حوالہ:- نوادر الاصول فی معرفة اخبار الرسول، مصنف: امام ابوعبداللہ محمد بن علی الحکیم الترمذی، المتوفی ۲۵۵ھ

احادیث کریمہ میں میت کے لیے منکر نکیر کے سوالات کے جوابات میں ثابت قدم رہنے کی اور شیطان کے مکروفریب سے محفوظ رہنے کی دعا کرنا ثابت ہے:

**حدیث:**

''عَنْ اَمِیرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَیِّتِ وَقَفَ عَلَیْہِ قَالَ اسْتَغْفِرُوْا لِاَخِیْکُمْ وَاسْئَلُوْا لَہٗ بِالتَّثْبِیْتِ فَاِنَّہٗ الْآنَ یُسْئَلُ''

ترجمہ: ''امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب میت کو دفن کرنے سے فارغ ہوتے تو

قبر پر وقوف فرماتے (ٹھہرتے) اور ارشاد فرماتے کہ اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور اس کے لیے نکیرین کے جواب میں ثابت قدم رہنے کی دعا مانگو، کہ اب اس سے سوال ہوگا۔''

حوالہ:- (١) السنن لابی داؤد،کتاب الجنائز، بالاستغفار عند القبر للمیت، جلد٢،ص٤٥٩
(٢) المستدرك للحاکم،کتاب الجنائز،جلد١،ص٣٧٠
(٣) الجامع الصغیر للسیوطی ، جلد٢،ص٤١٩
(٤) جامع الاحادیث، جلد٢،ص١٩
(٥) فتاوی رضویه (مترجم) جلد٩،ص٦٩٤

**حدیث:**

حضرت سعید بن میسّب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ ایک جنازہ میں حاضر تھا۔ جب آپ نے اس کو قبر میں رکھا تو ''بِسۡمِ اللّٰہِ وَفِی سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوۡلِ اللّٰہِ'' پڑھا۔ جب اینٹیں دی جانے لگیں تو آپ نے دعا کی کہ:

''اَللّٰھُمَّ اَجِرۡھَا مِنَ الشَّیۡطَانِ وَمِنۡ عَذَابِ الۡقَبۡرِ اَللّٰھُمّ جَافِ الۡاَرۡضَ عَنۡ جَنۡبِھَا وَصَعِّدۡ رُوۡحَھَا وَاَلۡقِھَا مِنۡكَ رِضۡوَانًا''

ترجمہ: ''اے اللہ! شیطان سے اس کو محفوظ رکھ اور عذاب قبر سے۔ اے اللہ! زمین کو اس کے دونوں پہلوؤں سے کشادہ فرما۔ اس کی روح کو بلند فرما اور اس کو اپنی شرف لقاء سے مشرف فرما، اس حال میں کہ تو اس سے راضی ہو۔''

حضرت سعید بن میسّب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ اے ابن عمر! کیا اس سلسلہ میں تم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کچھ سنا ہے یا خود اپنی

رائے سے یہ دعائیہ کلمات کہہ رہے ہو؟ آپ نے فرمایا: بےشک میں اس طرح کی دعا پر قادر ہوں، لیکن میں نے یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

حوالہ:- (۱)السنن لابن ماجه،باب ماجاء فی ادخال المیت القبر، جلد۱،ص ۱۱۲

(۲) جامع الاحادیث ،جلد۲، ص ۱٤

**حدیث:**

’’عَنْ عَمرٍو بِنْ مُرَّةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کَانُوا یَستَحِبُّوْنَ اِذَا وُضِعَ الْمَیِّتُ فِی اللَّحْدِ اَن یَّقُوْلُو اَللّٰھُمَّ اَعِذْہُ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ‘‘

ترجمہ: ’’حضرت عمرو بن مرہ تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ صحابۂ کرام اور تابعین عظام مستحب جانتے تھے کہ جب میت کو لحد میں رکھا جائے، تو دعا کریں کہ اللہ! اسے شیطان مردود سے پناہ دے۔‘‘

حوالہ:- (۱)نودار الاصول للحکیم الترمذی، ص۳۲۳

(۲) فتاوی رضویه ، جلد۲، ص ٦٧٠

مندرجہ بالا احادیث کریمہ سے ثابت ہوا کہ دفن کے فوراً بعد کا وقت میت کے لیے بہت ہی اہمیت رکھتا ہے، کیوں کہ یہ وہ وقت ہے کہ جب نکیرین کے سوالات ہوں گے اور نکیرین کے سوالات کے جوابات دینے میں بہکانے کے لیے شیطان لعین کا دخل ہوتا ہے۔ لہذا ایسے وقت میں میت کا ثابت قدم رہنا بہت ہی ضروری ہے اور ثابت قدمی کے لیے شیطان کے مکر وفریب سے بچنا بھی ضروری ہے اور شیطان کے مکر وفریب سے میت کو مامون ومحفوظ رکھنے کے لیے شیطان کو بھگانے کی تدبیر کرنی چاہیئے۔

14

# تلقین کا بیان

تلقین کا لغوی معنی تعلیم کرنا یا سکھانا ہے۔ سکھایا اسی کو ہی جاتا ہے، جو سنتا ہے اور سمجھتا ہے۔ یہاں ہم جس تلقین کے تعلق سے گفتگو کریں گے، وہ کوئی مدرسہ یا اسکول میں تعلیم دینے یا سکھانے کے تعلق سے نہیں بلکہ بعد موت اور دفن کرنے کے بعد قبر کے پاس کھڑے ہو کر میت کو تلقین کرنے کے متعلق ہے۔ حالانکہ اسی کتاب میں ''**جان کنی یعنی سکرات کا عالم اور تلقین کرنے کا بیان**'' کے عنوان میں قریب المرگ شخص کو کلمۂ طیبہ تعلیم کرنے کا مفصل بیان کیا گیا ہے۔ قریب المرگ شخص کو تلقین کرنے کا مقصد صرف اور صرف یہی ہے کہ ہمارے یاد دلانے سے اسے کلمہ شریف یاد آ جائے اور وہ حالت سکرات میں کلمہ شریف پڑھ لے، تاکہ اس کی زندگی کا آخری کلمہ ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہو اور وہ ایمان کی حالت میں دنیا سے رخصت ہو۔

لیکن!

میت کو دفن کرنے کے بعد تلقین کرنے کا مقصد میت کو نکیرین یعنی منکر اور نکیر کے سوالات کے جوابات سکھانا ہے۔ بعد دفن مردہ کو تلقین کرنا حدیث سے ثابت ہے۔ علاوہ ازیں مذہب اہل سنت کے عظیم الشان ائمۂ کرام اور علمائے عظام کی معتبر و مستند کتابوں میں تلقین کرنے کے ثبوت وافر تعداد میں موجود ہیں۔

● امام اجل، استاذ الفقہاء، فخر العلماء، علامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد بن الہمام المتوفی ۸۶۱ھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''نُسِبَ اِلٰی اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ وَخِلَافُهٗ اِلَی الْمُعْتَزِلَةِ''

ترجمہ: ''اس تلقین کا مطلوب ہونا اہل سنت و جماعت کی طرف منسوب ہے اور اس کا

خلاف معتزلہ کی طرف۔"

حوالہ:- فتح القدیر، مطبوعہ: مکتبہ نوریہ رضویہ،سکھر(پاکستان) باب الجنائز، جلد۲،ص۶۸

## نوٹ:

معتزلہ ایک گمراہ فرقہ ہے، جو معقول پسند کہلاتا ہے، یعنی مذہب کے ہر معاملہ اور ہر عقیدہ میں عقل کو دخل دیتا ہے۔ ان کے نزدیک قرآن مجید مخلوق ہے۔

## بعد دفن تلقین کی حدیث:

حضور اقدس، رحمت عالم و جان عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"اِذَا مَاتَ اَحَدُكُمْ فَسَوَّيْتُمْ عَلَيْهِ التُّرَابَ فَلْيَقُمْ اَحَدُكُمْ عَلٰى رَأسِ قَبْرِهِ ثُمَّ يَقُوْلُ يَا فُلَانُ ابْنُ فُلَانَة فَاِنَّهُ يَسْمَعُ وَلَا يُجِيْبُ ثُمَّ لِيَقُلْ يَا فُلَانُ ابْنُ فُلَانَة اَلثَّانِيَةَ فَاِنَّهُ يَسْتَوِى قَاعِدًا ثُمَّ لِيَقُلْ يَا فُلَانُ ابْنُ فُلَانَة -يَقُوْلُ اَرْشِدْنَا يَرْحَمُكُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنَّكُمْ لَاتَسْمَعُوْنَ فَيَقُوْلُ اُذْكُرْمَا خَرَجْتَ عَلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا شَهَادَةِ اَنْ لَّااِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاِنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ ﷺ اِنَّكَ رَضِيْتَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ ﷺ نَبِيًّا وَبِالْقُرْآنِ اِمَامًا"

ترجمہ: "جب تمہارا کوئی مسلمان بھائی انتقال کر جائے اور تم اس کی قبر پر مٹی برابر کر چکو، تو تم میں سے ایک شخص اس کی قبر کے سرہانے کھڑا ہو کر کہے کہ اے فلاں بن فلانہ! وہ مردہ اس کہنے کو سنے گا اور جواب نہ دے گا۔ پھر دوسری مرتبہ کہے کہ اے فلاں بن فلانہ! وہ مردہ سیدھا ہو کر بیٹھ جائے گا۔ پھر تیسری مرتبہ کہے کہ اے فلاں بن فلانہ! وہ

مردہ کہے گا کہ ہمیں ارشاد کر، اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے۔ مردہ جواب دیتا ہے، اس کی زندوں کو خبر نہیں ہوتی۔

پھر اس طرح تلقین کرے کہ:

یاد کر اسے (یعنی اس عقیدہ کو) جس پر تو دنیا سے نکلا یعنی یہ گواہی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اور یہ کہ تو اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر، حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر اور قرآن کے امام ہونے پر راضی تھا۔"

## اب آگے حدیث شریف کے الفاظ اس طرح ہیں کہ:

"فَاِنَّ مُنْکَراً وَّنَکِیْراً یَأْخُذُ کُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِیَدِ صَاحِبِهٖ وَیَقُوْلُ اِنْطَلِقْ بِنَا مَا نَقْعُدُ عِنْدَ مَنْ قَدْ لُقِّنَ حُجَّتَهٗ"

ترجمہ: "اس پر یعنی لوگوں کے اس طرح تلقین کرنے پر منکر نکیر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہیں گے کہ چلو! اس کے پاس کیا ٹھہریں، جس کو لوگ اس کی حجت سکھا چکے۔ اس ارشاد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کسی نے عرض کی یا رسول اللہ! اگر میت کی ماں کا نام معلوم نہ ہو تو میت کو کس طرح پکارے؟ ارشاد فرمایا کہ حضرت حوّاء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف نسبت کرے۔"

حوالہ:- الطبرانی فی المعجم الکبیر، مطبوعه: مکتبه فیصلیه، بیروت۔
حدیث نمبر ۷۹۷۹، جلد۸، ص۲۹۸/۲۹۹

**سند:**

جب ابوالمغیرہ کا انتقال ہوا، تو ایک شخص نے تلقین کی۔ اور ابوالمغیرہ ابوبکر بن ابی مریم سے روایت کرتے تھے کہ ان کے شیوخ یہ عمل کیا کرتے تھے اور اسماعیل بن

عیاش اس بارے میں حدیث ابی امامہ روایت کیا کرتے تھے، جو معجم طبرانی میں ہے۔ اور سعید بن منصور (المتوفی ۲۲۰ھ) نے اپنی سنن میں ذکر کیا ہے کہ راشد بن سعد تابعی (المتوفی ۱۰۸ھ) اور ضمرہ بن جندب اور حکیم بن عمیر تابعی نے فرمایا کہ لوگ دفن کے بعد تلقین کو مستحب جانتے تھے۔

حوالہ:- زاد المعاد جلد ۱، بحث تلقین، ص ۱۴۹

## تلقین کے تعلق سے فقہائے کرام کے اقوال:

(۱) حضرت امام زاہد صفاء رحمت اللہ تعالیٰ علیہ جو مجتہد فی المذھب اور صرف دو واسطے سے امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے تلمیذ رشید ہیں۔ وہ اپنی کتاب ''تلخیص الادلہ'' میں فرماتے ہیں کہ:

''وَيَنْبَغِيْ اَنْ يُلَقِّنَ الْمَيِّت عَلٰى مَذْهَبِ الْاِمَامِ الْاَعْظَمِ وَالْمُقْتَدٰى اَلْمُكَرَّمِ وَمَنْ لَّمْ يُلَقِّنْ فَهُوَ عَلٰى مَذْهَبِ الِاعْتِزَالِ''

ترجمہ: ''امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور پیشوائے مکرم کے مذہب پر میت کو تلقین کرنا چاہیئے۔ جو تلقین نہ مانے وہ معتزلی ہے۔''

حوالہ:- تفہیم المسائل، مطبوعہ: مطبع محمدی، لاھور، ص ۸۰

(۲) امام بدر الدین ابو محمد عینی المتوفی ۸۵۵ھ رحمت اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مشہور زمانہ کتاب ''بنایہ شرح ھدایہ'' میں فرماتے ہیں کہ:

''تلقین کیوں کر نہ کی جائے گی، حالاں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہوا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعد دفن تلقین کا حکم دیا۔

(۳) استاذ الفقہاء، امام علامہ عبد العلی البرجندی المتوفی ۹۳۲ھ، اپنی کتاب

شرح النقایہ میں صاحب عباب علیہ الرحمۃ والرضوان سے نقل فرماتے ہیں کہ:

''میں نے اپنے استاد امام الفقہاء حضرت حسن بن منصور قاضی خان المتوفی ۵۹۲ھ سے سنا کہ فتاوی ظہیریہ کے مصنف امام اجل حضرت ظہیرالدین ابوبکر بن محمد بن احمد مرغینانی المتوفی ۶۱۹ھ رحمت اللہ تعالیٰ علیہ سے حکایت فرماتے تھے کہ بعض ائمہ کرام نے تلقین فرمائی اور مجھے اپنے لیے تلقین کرنے کی وصیت فرمائی، تو ان کے انتقال پر میں نے انھیں تلقین کی، لہٰذا تلقین کرنے کا جواز ثابت ہوا۔''

(۴) امام جلیل علامہ السید احمد المصری الطحطاوی المتوفی ۱۳۰۲ھ علیہ الرحمۃ والرضوان اپنی مشہور ومعروف کتاب ''طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح'' میں صاحب ''حلیۃ المجلی شرح منیۃ المصلی'' امام محمد بن محمد بن محمد امیر الحاج حلبی حنفی المتوفی ۸۷۹ھ رحمت اللہ تعالیٰ علیہ سے نقل فرماتے ہیں کہ:

**''میت کو تلقین کیوں نہ کی جائے؟ حالاں کہ اس میں کوئی نقصان نہیں، بلکہ میت کا فائدہ ہے۔''**

ثابت ہوا کہ بعد دفن میت کو تلقین کرنا از روئے حدیث شریف اور اقوال فقہائے کرام ایسا اچھا کام ہے کہ جو شرعاً جائز اور مستحسن ہے اور اس کے منع ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ لہٰذا اپنے مسلمان بھائی کی میت کو دفن کرنے کے بعد اس کی قبر کے قریب کھڑے ہو کر تلقین کر کے منکر نکیر کے سوالات کے جوابات سکھا کر اس کی مدد کر کے ثواب واجر کے حقدار بننے کی سعادت حاصل کرنی چاہیئے۔

15

# اذان قبر

میت کو دفن کرنے کے بعد قبر کے پاس اذان دینا ملت اسلامیہ میں رائج اور مشروع ہے۔لیکن دور حاضر میں یہ مسئلہ منافقین زمانہ کے اختلاف کی وجہ سے عوام الناس میں ایسا الجھا ہوا ہے کہ قبر پر اذان دینے کے معاملہ میں کئی مقامات پر شدید اختلافات رونما ہوتے ہیں بلکہ کہیں کہیں تو جبر وظلم اور مار پیٹ تک نوبت پہنچتی ہے۔منافقین زمانہ دفن میت کے بعد قبر پر اذان دینے کو سختی سے روکتے ہیں بلکہ تشدد کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ لہذا قارئین کرام کی آسانی اور فتنہ وفساد سے بچنے کے لیے اس مسئلہ کو عام فہم، سلیس زبان میں شرعی دلائل کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

**مسئلہ:**

دفن کے بعد قبر پر اذان دینا یقیناً جائز ہے۔اس کے منع ہونے کی شریعت مطہرہ میں کوئی دلیل نہیں اور جس کام سے شریعت نے منع نہ فرمایا ہو، وہ کام ہرگز منع نہیں۔ صرف یہی دلیل اس اذان کو جائز کہنے والوں کے لیے کافی ہے۔البتہ جو لوگ منع کرتے ہیں ان پر لازم ہے کہ وہ شرعی دلیلوں سے اپنا دعوی ثابت کریں۔

حوالہ:- إيذان الأجر فی أذان القبر، مطبوعه ، یونائیٹیڈ انڈیا پریس ، لکھنؤ، بار ھفتم ، ص ۲

# دلیل نمبر ا

صحیح احادیث کریمہ سے ثابت ہے کہ منکر نکیر کے سوالات کے وقت شیطان دھوکہ دینے اور بہکانے کے لیے قبر میں پہنچتا ہے۔حدیث پاک ملاحظہ فرمائیں:

**حدیث:**

امام ترمذی اپنی کتاب ''نوادر الاصول'' میں امام اجل حضرت سفیان ثوری رضی

اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

’’ إذَا سُئِلَ الْمَيِّتُ مَنْ رَبُّكَ تَرَائَ لَهُ الشَّيْطَانُ فِي صُورَةٍ يُشِيرُ إلٰى نَفْسِهٖ أيْ أنَا رَبُّكَ، فَلِهٰذَا وَرَدَ سُؤَالُ التَّثْبِيْتِ لَهُ حِيْنَ يُسْئَلُ ۔ ‘‘

ترجمہ: ’’جب مردے سے سوال ہوتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ شیطان اس پر ظاہر ہوتا ہے اور اپنی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یعنی میں تیرا رب ہوں۔ اس لیے حکم آیا کہ میت کے لیے جواب میں ثابت قدم رہنے کی دعا کریں۔‘‘

حوالہ:- نوادر الأصول فی معرفة أحاديث الرسول ، مطبوعه دار صادر، بيروت ، ص ٣٢٣

■ امام ترمذی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

’’ وَ يُؤَيِّدُهُ مِنَ الأخْبَارِ قَوْلُ النَّبِي ﷺ عِنْدَ دَفْنِ الْمَيِّتِ اللّٰهُمَّ أجِرْهُ مِنَ الشَّيْطَانِ فَلَوْ لَمْ يَكُنْ لِلشَّيْطَانِ هُنَاكَ سَبِيْلٌ مَا كَانَ لِيَدْعُو لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِأنْ يُجِيْرَهُ مِنَ الشَّيْطَانِ ۔ ‘‘

ترجمہ: ’’قبر میں بہکانے کے لیے شیطان آتا ہے، اس کی تائید ان حدیثوں سے ہوتی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میت کو دفن کرتے وقت دعا فرماتے کہ الٰہی ! اسے شیطان سے بچا، اگر وہاں شیطان کا کچھ بھی دخل نہ ہوتا، تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میت کے لیے شیطان کے مکر سے حفاظت کی دعا کیوں فرماتے ؟‘‘ ( ایضاً)

ثابت ہوا کہ منکر نکیر کے سوالات کے وقت شیطان قبر میں خلل انداز ہوتا ہے اور جواب دینے میں بہکاتا ہے۔ یہ وہ نازک مرحلہ ہوتا ہے کہ اس وقت میت کا جواب میں ثابت قدم رہنا ضروری بلکہ اشد ضروری ہے۔ میت کو ثابت قدم رکھنے کے لیے احادیث

کریمہ میں حکم آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ اے اللہ! اسے شیطان سے محفوظ رکھ۔ شیطان سے محفوظ رہنے کے لیے شیطان کو بھگانا بھی ضروری ہے۔ اگر شیطان بھاگ گیا، تو اب بہکانا غیر ممکن ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شیطان کو کس طرح بھگائیں؟ شیطان کو بھگانے کی تدبیر بھی ہمارے رحیم وکریم آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں تعلیم فرمائی ہے۔

**حدیث:**

صحیح بخاری شریف اور صحیح مسلم شریف میں جلیل القدر صحابی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

''إِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ وَ لَهُ حُصَاصٌ ۔''

ترجمہ: ''جب موذن اذان کہتا ہے، شیطان پیٹھ پھیر کر گوز زناں (پاد مارتا ہوا) بھاگتا ہے۔''

حوالہ:- الصحيح لمسلم ، باب فضل الأذان و هرب الشيطان ، مطبوعه قديمي كتب خانه ، كراچى ، جلد ١ ، ص ١٦٧

**حدیث:**

صحیح مسلم شریف میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب موذن اذان کہتا ہے تو شیطان چھتیس ۳۶ میل تک بھاگ جاتا ہے۔ (ایضاً)

**حدیث:**

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی (المتوفی ۳۶۰ھ) اپنی کتاب ''المعجم الاوسط'' میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

''حدیث میں حکم آیا ہے کہ جب شیطان کا کھٹکا ہو، فوراً اذان کہو کہ وہ دفع ہوجائے گا۔'' بحوالہ:- فتاوی رضویه ( مترجم) جلد ٥، ص ٦٥٥

یہاں تک کی گفتگو سے ثابت ہوا کہ منکر نکیر کے سوالات کے وقت قبر میں شیطان مداخلت کرتا ہے اور جواب دینے میں میت کو بہکاتا ہے۔ اور حدیث شریف کے ارشاد کے مطابق شیطان اذان سے بھاگتا ہے اور شیطان کو دفع کرنے کے لیے اذان کہنے کا حکم حدیث شریف میں وارد ہے۔ لہذا اپنے مسلمان بھائی کو قبر میں منکر نکیر کے سوالات کے صحیح جواب دینے میں ثابت قدم رکھنے، شیطان کے بہکاوے اور کھٹکے سے محفوظ و مامون، نیز اس کو دور بھگانے کے لیے، اذان کہی جاتی ہے اور یہ اذان حدیثوں سے اخذ کی ہوئی ہے بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عین ارشاد کے مطابق ہے اور اس میں اپنے مرحوم مسلمان بھائی کی عمدہ امداد اور اعانت بھی ہے۔

## دلیل نمبر۲

**حدیث:**

امام احمد، امام طبرانی اور امام بیہقی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے ہیں:

'' لَمَّا دُفِنَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ وَ سُوِّیَ عَلَیْهِ فَسَبَّحَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم وَ سَبَّحَ النَّاسُ مَعَهٗ طَوِیْلًا ثُمَّ کَبَّرَ وَ کَبَّرَ النَّاسُ ثُمَّ قَالُوا : یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! لِمَ سَبَّحْتَ ثُمَّ کَبَّرْتَ؟ قَالَ : لَقَدْ تَضَایَقَ عَلٰی هٰذَا الرَّجُلِ الصَّالِحِ قَبْرُهٗ حَتّٰی فَرَّجَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ''

ترجمہ: ''جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دفن ہوچکے اور ان کی قبر درست

کردی گئی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیر تک سُبْحَانَ اللّٰہِ ، سُبْحَانَ اللّٰہِ فرماتے رہے اور صحابہ کرام بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سُبْحَانَ اللّٰہِ کہتے رہے۔ پھر حضور اقدس اَللّٰہُ أَکْبَرُ ، اَللّٰہُ أَکْبَرُ فرماتے رہے اور صحابہ بھی حضور کے ساتھ اَللّٰہُ أَکْبَرُ کہتے رہے۔ پھر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے عرض کی یارسول اللہ! حضور اول تسبیح پھر تکبیر کیوں فرماتے رہے؟ ارشاد فرمایا کہ اس نیک مرد پر اس کی قبر تنگ ہوئی تھی ، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے وہ تکلیف اس سے دور فرما کر قبر کشادہ فرمادی۔"

حوالہ:- مسند الإمام أحمد بن حنبل ، مطبوعه ، دار الفكر ، بيروت ، جلد ۳، ص ۳۶۰ اور ۳۷۷

**شرح حدیث:**

اس حدیث کی شرح میں علامہ امام شرف الدین حسن بن محمد طیبی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں:

"أیْ مَا زِلْتُ أُکَبِّرُ وَ تُکَبِّرُوْنَ وَ أُسَبِّحُ وَ تُسَبِّحُوْنَ حَتّٰی فَرَّجَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی ۔"

ترجمہ: "حدیث کے معنی یہ ہیں کہ میں اور تم برابر (مسلسل) اَللّٰہُ أَکْبَرُ ، اَللّٰہُ أَکْبَرُ اور سُبْحَانَ اللّٰہِ ، سُبْحَانَ اللّٰہِ کہتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس تنگی سے انھیں نجات بخشی۔"

حوالہ:- مرقات المفاتيح شرح مشكوة المصابيح ، الفصل الثالث من إثبات عذاب القبر ، مطبوعه مكتبه امداديه ، ملتان، جلد ۱، ص ۲۱۱

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میت پر

آسانی کے لیے دفن کے بعد قبر پر اَللّٰہُ أَکْبَرُ ، اَللّٰہُ أَکْبَرُ بار بار فرمایا اور یہی مبارک الفاظ اذان میں چھ ۶/مرتبہ ہیں۔تو دفن کے بعد قبر پر اَللّٰہُ أَکْبَرُ، اَللّٰہُ أَکْبَر کہنا عین سنت نبوی ہوا۔رہا سوال یہ کہ اذان میں صرف اَللّٰہُ أَکْبَرُ ، اَللّٰہُ أَکْبَرُ ہی نہیں بلکہ دیگر زائد کلمات طیبہ بھی ہیں۔حدیث شریف کا پھر ایک مرتبہ بغور مطالعہ فرمائیں ،تو معلوم ہوگا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دفن کرنے کے بعد ان کی قبر پر صرف اَللّٰہُ أَکْبَرُ ، اَللّٰہُ أَکْبَرُ ہی نہیں فرمایا بلکہ اللہ اکبر کے ساتھ ساتھ سُبْحَانَ اللّٰہِ، سُبْحَانَ اللّٰہِ بھی فرمایا ہے۔جس کا مطلب یہ ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میت کی آسانی کے لیے قبر پر تکبیر اور تسبیح یعنی اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا فرمائی۔آپ للہ انصاف فرمایئے ! کہ اذان میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا ہے یا نہیں؟اور یہ حمد وثنا بھی ہم حدیث نبوی کی متابعت میں ہی کرتے ہیں۔

اذان میں جو دیگر زائد کلمات ہیں ، وہ تمام اللہ تبارک وتعالیٰ کے ذکر پر ہی مبنی ہیں۔اوران زائد کلمات سے معاذ اللہ کچھ نقصان نہیں ، بلکہ یہ زائد کلمات زیادہ فائدہ مند اور مقصد کی تائید کرتے ہیں۔قبر پر اذان دینے کا مقصد صرف یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے رحمت الٰہی کا نزول ہو اور اس کی برکت سے میت پر قبر میں آسانی ہو۔

ہمارے لیے قبر پر بعد دفن اذان دینے کے لیے مندرجہ بالا حدیث شریف ہی ثبوت کے لیے کافی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دفن کرنے کے بعد ان کی قبر پر دیر تک اَللّٰہُ أَکْبَرُ ،اَللّٰہُ أَکْبَر فرماتے رہے اور ہم بھی اپنے مردوں کو دفن کرکے انھیں کلمات اَللّٰہُ أَکْبَرُ، اَللّٰہُ أَکْبَرُ کو بہ صورت اذان ادا کرتے ہیں۔اس تکبیر سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقصد

ذکر خدا کے ذریعہ نزول رحمت و برکت کر کے میت پر آسانی پیدا کرنا تھا اور اذان دینے میں وہی کلمات دہرا کر ہمارا مقصد بھی یہی ہے۔

شاید اب بھی کوئی منع کرنے والا یہ رونا روئے کہ اذان میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے علاوہ جو دیگر کلمات ہیں، ان کا کیا مطلب؟ جواباً عرض ہے کہ آپ مسائل حج سے اگر واقف ہیں، تو آپ کو معلوم ہوگا کہ حدیث شریف میں ''تلبیہ'' کے کون سے الفاظ وارد ہیں؟ اگر نہیں معلوم ہے تو ہم وہ حدیث پیش کیے دیتے ہیں:

**حدیث:**

''عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَبَّيْكَ ، اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ ، إِنَّ الْحَمْدَ وَ النِّعْمَةَ لَكَ وَ الْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ۔''

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعائے تلبیہ میں یہ الفاظ کہے لَبَّيْكَ ، اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ ، إِنَّ الْحَمْدَ وَ النِّعْمَةَ لَكَ وَ الْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ۔''

حوالہ:- (۱) الصحیح لمسلم ، باب التلبية و صفتها ، جلد ۱، ص ۳۷۵

(۲) الجامع لابی داؤد ، باب کیف التلبية ، جلد ۱، ص ۲۵۲

(۳) الجامع للترمذی، باب ما جاء فی التلبية، جلد۱، ص۱۰۲

(٤) السنن للنسائی ، کیف التلبية ، جلد ۲، ص ۱۳

(٥) السنن لابن ماجه ، باب التلبية ، جلد ۲، ص ۲۰۹

(٦) المسند لأحمد بن حنبل ، جلد ۱، ص ۳۰۲

حدیث شریف میں تلبیہ کے وہی الفاظ وارد ہیں، جو مندرجہ بالا حدیث میں مذکور

ہیں۔لیکن اجلہ صحابہ عظام مثلاً: ● امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم ● حضرت عبداللہ بن عمر ● حضرت عبداللہ بن مسعود ● حضرت امام حسن مجتبیٰ وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تلبیہ کے الفاظ میں دیگر الفاظ ملانے کو روا رکھتے ہیں اوران حضرات کے نقش قدم پر چل کر ملت اسلامیہ کے عظیم الشان ائمہ کرام اور فقہائے عظام نے بھی تلبیہ میں زیادت الفاظ کو روا رکھنا اختیار فرمایا ہے۔

فقہ کی مشہور ومعروف کتاب ''ہدایہ'' میں ہے:

''لَا يَنۡبَغِي أَنۡ يُخِلَّ بِشَيۡءٍ مِنۡ هٰذِهِ الۡكَلِمَاتِ لِأَنَّهٗ هُوَ الۡمَنۡقُوۡلُ فَلَا يُنۡقِصُ عَنۡهُ وَ لَوۡ زَادَ فِيۡهَا جَازَ لِأَنَّ الۡمَقۡصُوۡدَ الثَّنَاءُ وَ إِظۡهَارُ الۡعُبُوۡدِيَّةِ فَلَا يُمۡنَعُ مِنَ الزِّيَادَةِ عَلَيۡهِ ۔''

ترجمہ: ''ان کلمات میں کمی نہ کرنی چاہیئے کہ یہی کلمات نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔تو ان کلمات میں سے گھٹائے نہیں اور اگر بڑھائے تو جائز ہے کہ مقصود اللہ تعالیٰ کی تعریف اور بندگی کا اظہار کرنا ہے۔تو کلمات (الفاظ) زیادہ کرنے کی ممانعت نہیں۔''

حوالہ:- الهداية ، باب الإحرام ، مطبوعه المكتبة العربية كراچی ، جلد ۱،ص ۲۱۷

قبر پر بعد دفن اذان دینے سے منع کرنے والے حضرات سوچیں کہ قبر پر اذان دینے والے آخر کرتے کیا ہیں؟ اپنے مسلمان میت کی آسانی کے لیے اللہ کا ذکر ہی تو کرتے ہیں۔کوئی ناچ گانا یا فلمی ترانہ یا گالی گلوچ تو بکتے نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا، اس کی کبریائی اور وحدانیت کا بیان، اس کے محبوب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت

،اوراپنی بندگی کا اقرار ہی تو کرتے ہیں۔ان موذن کی زبان سے وہی الفاظ نکلتے ہیں جن کے کہنے اور سننے والے دونوں پر اجر وثواب مرتب ہوتا ہے۔ پھر انھیں اس کار خیر سے کیوں روکا جاتا ہے؟ ارے معاملہ صرف اذان سے باز رکھنے تک ہی منحصر نہیں بلکہ ظلم و تشدد کا یہ عالم ہے کہ قبر پر اذان دینے کے معاملہ کو اتنا بڑھاتے ہیں کہ مار پیٹ تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے؟

# دلیل نمبر ۳

حدیثوں سے ثابت ہے اور کتب فقہ میں بھی یہی حکم لکھا ہوا ہے کہ میت کے پاس نزع یعنی سکرات کی حالت میں کلمہ طیبہ لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰـهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پڑھا جائے۔تا کہ اسے سن کر مرنے والے کو کلمہ شریف یاد آجائے اور وہ دنیا سے جاتے وقت کلمہ شریف پڑھ لے تا کہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہو اور اس کا آخری کلمہ،کلمہ طیبہ ہو۔

**حدیث:**

حضرت ابوسعید خدری، حضرت ابو ہریرہ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

''لَقِّنُوا مَوْتَاكُمْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ۔''

ترجمہ: ''اپنے مرنے والوں کو لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ سکھاؤ۔''

حوالہ:- سنن أبی داؤد ،باب فی التلقین ، جلد ۲، ص ۸۸

جو شخص جاں کنی کی حالت میں ہے، وہ ابھی زندہ ہے لیکن ایسا مجبور ہوتا ہے کہ

مثل مردہ اس کی حالت ہوتی ہے اور وہ مجازاً مردہ ہے۔ اسے کلمہ اسلام سکھانے کی حاجت اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اسے کلمہ یاد آجائے اور اس کا خاتمہ اسی کلمہ پاک پر ہو اور وہ شیطان لعین کے بہکاوے اور بہلاوے میں نہ آئے۔

جو دفن ہو چکا ہے، وہ حقیقۃً مردہ ہے۔ اسے بھی کلمہ پاک سکھانے کی حاجت ہے کہ بعون اللہ تعالیٰ جواب یاد ہو جائے اور شیطان کے بہکانے میں نہ آئے اور بیشک اذان میں یہی کلمہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ تین مرتبہ ہے۔

بلکہ!

## اذان کے کلمات منکر نکیر کے سوالات کے جوابات سکھاتے ہیں:

منکر نکیر کے تین سوال ہیں:

(۱) مَنْ رَبُّكَ ؟ یعنی ''تیرا رب کون ہے؟''

(۲) مَا دِيْنُكَ ؟ یعنی ''تیرا دین کیا ہے؟''

(۳) مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِي هٰذَا الرَّجُلِ ؟ یعنی ''تو اس مرد یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں کیا اعتقاد رکھتا تھا؟''

اب آیئے! دیکھیں کہ منکر نکیر کے مذکورہ تین سوالات کے جوابات اذان سے کس طرح معلوم ہوں گے؟

(۱) اذان کی ابتداء میں : اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ چار مرتبہ۔

● اذان کے درمیان میں : اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ دو مرتبہ۔

● اذان کے درمیان میں : أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ دومرتبہ ہے۔

یہ تمام کلمات منکرنکیر کے پہلے سوال تیرارب کون ہے؟ کا جواب سکھائیں گے کہ ان کے سنتے ہی یاد آئے گا کہ میرارب اللہ ہے۔

(۲)اذان کے درمیان میں : حَیَّ عَلَی الصَّلَاةِ دومرتبہ اور

حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ دومرتبہ ہے۔

یہ کلمات منکرنکیر کے دوسرے سوال تیرادین کیا ہے؟ کا جواب تعلیم کریں گے کہ میرادین وہ تھا، جس کا نماز رکن اور ستون ہے۔ الصَّلاۃُ عِمَادُ الدِّیْنِ یعنی ''نماز دین کا ستون ہے۔'' یعنی میرادین اسلام ہے۔جس میں نماز پڑھنی فرض ہے۔

(۳)اذان کے درمیان میں أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰهِ دومرتبہ ہے۔

یہ کلمات اسے منکرنکیر کے تیسرے سوال کا جواب سکھائیں گے کہ میں انھیں اللہ تعالیٰ کا رسول جانتا تھا۔

المختصر!

دفن کے بعد قبر پر اذان دینا عین ارشاد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعمیل ہے۔ یہاں تک ہم نے صرف تین دلیلیں پیش کی ہیں، جن کے مطالعہ سے قارئین کرام پر صاف ظاہر ہوگیا ہوگا کہ دفن کے بعد قبر پر اذان دینا جائز بلکہ مستحب ہے۔اس مسئلہ کی جن صاحب کو تفصیلی معلومات درکار ہو، وہ امام اہل سنت، مجدد دین وملت، امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی کتاب ''ایذان الاجر فی اذان القبر ''(سن تصنیف ۱۳۰۷ھ ) کا مطالعہ فرمائیں۔اس کتاب میں آپ نے پندرہ ۱۵/ دلائل قاہرہ سے اذان قبر کا جواز ثابت کیا ہے۔

## اذان قبر پر جاہلانہ اعتراض اور اس کا علمی جواب:

اذان قبر کے منکرین بعض جہال یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اذان تو نماز کا اعلان کرنے اور اس کی اطلاع کے لیے ہوتی ہے، یہاں کون سی نماز ہوگی۔ جس کے لیے اذان کہی جاتی ہے؟

یہ اعتراض سراسر جہالت پر مبنی ہے۔ ان کی جہالت انھیں کو زیب دیتی ہے۔ شریعت مطہرہ میں نماز کے علاوہ کئی موقعوں پر اذان دینا مستحب فرمایا گیا ہے۔ مثلاً: احادیث کریمہ میں ہے کہ:

- جب شیطان کا کھٹکا ہو، تب اذان کہو، وہ دفع ہو جائے گا۔

(طبرانی، المعجم الأوسط)

- جب آگ دیکھو، ''الله اکبر'' کی بکثرت تکرار کرو، وہ آگ بجھ جائے گی۔

(مرقاة المفاتیح)

- جب کسی بستی میں اذان دی جائے، تو اللہ تعالیٰ اس دن اس بستی کو اپنے عذاب سے امن دیتا ہے۔ حوالہ:- طبرانی، المعجم الکبیر، جلد ۱، ص۲۵۷

- جب حضرت آدم علی نبینا و علیہ الصلاۃ والسلام جنت سے زمین (ہندوستان) میں اترے، انھیں گھبراہٹ ہوئی، تو حضرت جبریل نے اتر کر اذان دی۔

حوالہ:- حلیة الأولیاء، جلد۲، ص۱۰۷

- ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امیر المومنین، مولائے کائنات، حضرت سیدنا علی مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غمگین دیکھا، ارشاد فرمایا: اے علی! میں تمھیں غمگین پاتا ہوں، اپنے گھر والوں میں سے کسی سے کہو کہ وہ تمھارے کان میں اذان کہے۔ اذان غم اور پریشانی کو دفع کرتی ہے۔

حوالہ:- مرقاة المفاتیح، جلد ۲، ص ۱۴۹

- حضرت سیدنا امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ولادت ہوئی، تب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے کان میں اذان کہی۔ (ترمذی اور ابوداؤد)

اسی لیے آج ہر مسلمان کے گھر میں پیدا ہونے والے بچہ کے کان میں اذان دینے کا دستور ورواج ملت اسلامیہ میں شرق سے لے کر غرب تک اور شمال سے لے کر جنوب تک عام ہے۔

مندرجہ تمام مقامات ومواقع میں اذان کے بعد کوئی نماز نہیں ہے بلکہ ایک قاعدہ یاد رکھیں کہ اذان دینے سے نماز پڑھنا واجب یا فرض نہیں ہو جاتا۔ بلکہ نماز سے پہلے عام طور سے پانچوں وقت مسجد میں جو اذان دی جاتی ہے، وہ سنت موکدہ ہے اور یہ سنت موکدہ بھی جماعت قائم کرنے کے لیے ہے۔ اگر مسجد کے علاوہ کسی ایسے مکان میں جماعت قائم کی جائے جہاں محلّہ کی مسجد کی اذان کی آواز پہنچتی ہے۔ تو اب جماعت قائم کرنے کے لیے اذان کہنا وہاں بھی سنت موکدہ نہیں بلکہ مستحب ہے۔

الختصر! ہر اذان کے بعد نماز نہیں اور اذان دینا کبھی کبھی حصول برکت اور دفع ضرر کے لیے بھی ہوتا ہے اور قبر پر دی جانے والی اذان اسی پر محمول کی جائے۔

## اس جواب پر منکرین کا مضحکہ خیز اعتراض:

ابھی ہم نے چند ایسی اذانوں کا ذکر کیا، جن کے بعد نماز نہیں، مگر منکرین ان تمام اذانوں کو فراموش کر کے صرف بچے کے کان میں دی جانے والی اذان بطور دلیل پیش کرتے ہیں کہ نومولود یعنی تازہ پیدا شدہ بچے کے کان میں دی جانے والی اذان کے بعد تو نماز ہے۔ اور وہ نماز بعد موت ہوتی ہے۔ یعنی نماز جنازہ۔ لیکن یہ اذان جو دفن کے بعد قبر پر دی جاتی ہے، اس کی نماز کون سی ہے؟

سب سے پہلی بات یہ کہ بچے کے کان میں دی جانے والی اذان کونماز جنازہ کی اذان بتانا خالص جہالت ہے۔کسی کے مرنے سے سالہا سال پہلے اس کی ولادت کے وقت کان میں دی گئی اذان کواس کی نماز جنازہ کی اذان بتانا نری جہالت ہی ہے۔بچے کی پیدائش کےفوراًبعداس کے کان میں جواذان دی جاتی ہے،وہ اذان شیطان کےضرر اورشر سےمحفوظ کرنے کے لیے دی جاتی ہے۔

مگر! پھربھی میدان دلیل میں آکرمنکرین کا یہ کہنا کہ بچہ کے کان میں دی جانے والی اذان،نماز جنازہ کی اذان ہے۔اس ضعیف اور لاغر مریض دلیل کا جواب ترکی بہ ترکی یہ ہے۔

## جواب اعتراض:

اگرمنکرین بچہ کے کان میں دی جانے والی اذان کونماز جنازہ کی اذان مانتے ہیں،تو نماز جنازہ صرف قیام یعنی کھڑے ہوکر ادا کی جاتی ہےاوراس نماز میں رکوع، سجدہ، قعدہ وغیرہ نہیں۔صرف قیام ہےاورقیام نماز کےتمام افعال ( کاموں ) میں ادنیٰ فعل ہے۔سب سے افضل فعلِ نماز سجدہ ہے۔حدیث شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشادفرماتے ہیں کہ

**''بندہ کوخدا سے سب سے زیادہ قرب حالت سجدہ میں حاصل ہوتا ہے۔''**

(مسلم شریف)

نماز کا سب سے اعلیٰ فعل یعنی سجدہ نماز جنازہ میں نہیں۔صرف ادنیٰ فعل یعنی قیام ( کھڑے ہونا ) سے ہی جنازہ کی نماز ہوتی ہے۔پھربھی یہ نماز مقبول ہے۔اور درست ہوجاتی ہے۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ بچے کے کان میں جو اذان دی جاتی ہے اس اذان کو نماز جنازہ کی اذان اگر مان بھی لیں تو یہ کہنا ہوگا کہ اس اذان کے بعد صرف ادنی افعال نماز یعنی قیام سے نماز ادا کی جاتی ہے۔

باقی رہا یہ سوال کہ دفن کے بعد قبر پر دی جانے والی اذان کے بعد اب کون سی نماز ادا کی جائے گی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ:

۞ قرآن مجید پارہ ۲۹، سورۂ قلم، آیت نمبر ۴۲ میں ہے:

"يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّ يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ"

ترجمہ: "جس دن ایک ساق کھولی جائے گی اور سجدہ کو بلائے جائیں گے، تو نہ کر سکیں گے۔" (کنز الایمان)

## تفسیر:

اس آیت کی تفسیر میں امام المفسرین، رئیس المجتہدین، حضرت علامہ امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن کمال السیوطی (المتوفی ۹۱۱ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"هُوَ عِبَارَةٌ عَنْ شِدَّةِ الأَمْرِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِلْحِسَابِ وَ الْجَزَاءِ۔"

ترجمہ: "قیامت کے دن کی سختی حساب اور جزاء کے معاملے میں۔"

حوالہ:- تفسیر جلالین شریف، مطبوعہ، بیروت، ص ۵۶۵

یعنی جب کشف ساق ہوگا یعنی قیامت کے دن حساب اور جزاء کے معاملہ میں سختی پیش آئے گی، اس دن بھی کفار اور منافقین سجدہ نہ کریں گے یعنی ان کو بلایا جائے گا لیکن وہ اپنے کفر اور نفاق کی وجہ سے سجدہ نہ کر سکیں گے۔

لیکن!

الحمدللہ! صحیح العقیدہ مومنین اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوں گے، بعد دفن قبر پر دی جانے والی اذان اس نماز کی اذان ہے۔ حالاں کہ یہ نماز کا فعلِ سجدہ نماز جنازہ کے فعلِ قیام سے افضل ہے۔ منکرین کے اعتراض کا جواب قرآن سے مل گیا کہ بعد دفن قبر پر دی جانے والی اذان روز محشر ہونے والی نماز کی اذان ہے۔

لہذا بروز محشر جو لوگ نماز (سجدہ) ادا کریں گے، وہ بعد دفن قبر پر اذان دیتے ہیں اور منافقین کشف ساق کے وقت یعنی روز محشر سجدہ ادا نہ کر سکیں گے، وہ قبر پر اذان نہیں دیتے بلکہ انکار کرتے ہیں اور سختی سے منع کرتے ہیں کیونکہ قیامت کے دن جب ان سے سجدہ ہی نہ ہو سکے گا، تو پھر اس نماز کے لیے دفن کے بعد قبر پر کیوں اذان دیں؟۔

16

# تعزیت کا بیان

تعزیت کے لغوی معنی ہیں: مردہ کے پسماندگان سے اظہار ہمدردی کرنا۔ جب کسی مسلمان کا انتقال ہو جائے، تو اس کے ورثاء اور رشتہ داروں کے پاس تعزیت کے لیے جانا سنت ہے۔

**حدیث:**

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو اپنے مسلمان بھائی کی مصیبت میں تعزیت کرے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے کرامت (عزت) کا جوڑا پہنائے گا۔ (ابن جامه)

**حدیث:**

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو کسی مصیبت زدہ کی تعزیت کرے اسے اس کی مثل ثواب ملے گا۔ (ترمذی)

**حدیث:**

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جسے کسی جنازہ کی خبر ملے وہ اہل میت کے پاس جا کر ان کی تعزیت کرے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک قیراط ثواب لکھے گا۔

حوالہ:- صحیح ابن سکن، بحواله: فتاوی رضویه (مترجم) جلد۹، ص ۴۰۱

## تعزیت سے متعلق اہم مسائل

**مسئله:**

تعزیت کا وقت موت سے تین دن تک ہے، تین دن کے بعد تعزیت کرنا مکروہ

ہے۔ کہ غم تازہ ہوگا، مگر جب تعزیت کرنے والا یا وہ جس کی تعزیت کی جائے وہاں موجود نہ ہو، یا موجود ہے مگر تعزیت کرنے والے تک موت کی خبر نہ پہنچنے کی وجہ سے علم نہیں، تو تین دن کے بعد بھی تعزیت کرنے میں حرج نہیں۔

حوالہ:- جوهره نيره ، ردالمحتار، بهار شريعت، حصه ٤، ص١٦٨

**مسئلہ:**

افضل یہ ہے کہ تعزیت دفن کے بعد قبر سے پلٹ کر ہو، اور اگر دفن سے پہلے تعزیت کریں، تو بھی بلا کراہت جائز ہے۔

حوالہ:- (١) فتاوى رضويه (مترجم) جلد٩، ص ٤٠١

(٢) بهار شريعت ، حصه ٤، ص١٦٨

**مسئلہ:**

مستحب یہ ہے کہ میت کے تمام اقارب سے تعزیت کریں، چھوٹے، بڑے، مرد، عورت سب سے تعزیت کریں۔ لیکن عورت سے عورت کے محارم ہی تعزیت کریں یا عورت تعزیت کرے۔ حوالہ:- عالمگيری، بهار شريعت، حصه ٤، ص١٦٨

**مسئلہ:**

تعزیت میں یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ میت کی مغفرت فرمائے اور اسے اپنی رحمت میں ڈھانپے اور تم کو صبر کی توفیق اور مصیبت پر ثواب عطا فرمائے۔ (حواله:-ايضاً)

**حدیث:**

حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان الفاظ میں تعزیت فرماتے تھے کہ "لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَاَعْطٰى وَ كُلُّ شَىْءٍ عِنْدَهُ بِاَجَلٍ مُسَمًّى"

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ کا ہی ہے جو اس نے لیا اور دیا۔ اور اللہ کے نزدیک ہر چیز مقرر مدت

کے ساتھ ہے''

حوالہ:- سنن نسائی، الجزء الاول،کتاب الجنائز،باب الامر بالا ستحسان والصبر، حدیث نمبر۱۸۷۹، ص۳۰۹، مطبوعہ:جرمنی

**مسئلہ:**

میت کے عزیزوں اور رشتہ داروں کا گھر میں بیٹھنا کہ لوگ ان کی تعزیت کو آئیں،اس میں کوئی حرج نہیں۔ حوالہ:-بہار شریعت، حصہ ٤، ص١٦٨

**مسئلہ:**

قبرستان میں تعزیت کرنا بدعت ہے۔اور دفن کے بعد میت کے گھر آنا اور تعزیت کرکے اپنے اپنے گھر جانا اگر اتفاقاً ہو تو حرج نہیں لیکن اس کی رسم نہ کرنا چاہیئے۔ اور دفن سے پہلے یا دفن کے بعد یا اور کسی وقت تعزیت کے لیے میت کے مکان پر لوگوں کا مجمع کرنا پسندیدہ نہیں اور کریں تو گناہ بھی نہیں۔ (حوالہ:-ایضاً)

**مسئلہ:**

جو ایک مرتبہ تعزیت کر آیا ہو،اسے دوبارہ تعزیت کے لیے جانا مکروہ ہے۔

حوالہ:- درمختار، بہار شریعت، حصہ ٤، ص١٦٩

**مسئلہ:**

میت کے گھر والوں کو تین دن تک اس لیے بیٹھنا کہ لوگ آئیں اور تعزیت کر جائیں جائز ہے مگر ترک بہتر ہے۔اور یہ اس وقت ہے کہ فرش بچھا کر اور آرائش کے ساتھ تکلفات نہ کرنا ہو، ورنہ منع ہے۔

حوالہ:- عالمگیری، ردالمحتار، بہار شریعت، حصہ ٤،ص١٦٩

**مسئلہ:**

میت کے پڑوسی یا رشتہ دار اگر میت کے گھر والوں کے لیے اس دن اور رات

کے لیے کھانا لائیں، تو بہتر ہے اور انھیں اصرار کر کے کھلائیں۔ (حوالہ:-ایضاً)

**مسئلہ:**

میت کے گھر والوں کے لیے جو کھانا بھیجا جاتا ہے، یہ کھانا صرف گھر والے کھائیں اور کھانا انھیں کے لائق مقدار میں بھیجا جائے، زیادہ نہ بھیجا جائے۔ یہ کھانا میت کے گھر والوں کے علاوہ اور لوگ نہیں کھا سکتے۔ اور صرف پہلے دن کھانا بھیجنا سنت ہے۔
(حوالہ:-ایضاً)

**مسئلہ:**

تعزیت کے لیے اکثر رشتہ دار عورتیں جمع ہو کر روتی، پیٹتی اور نوحہ کرتی ہیں۔ انھیں کھانا نہ دیا جائے کہ گناہ پر مدد کرنا ہے۔

حوالہ:- کشف الغطاء، بہار شریعت، حصہ ٤، ص ١٦٩

## نوحہ یعنی بلند آواز سے رونا، پیٹنا، چلانا

نوحہ یعنی بلند آواز سے اور زور سے چیخنا، چلانا، رونا، پیٹنا، واویلاہ کرنا، اس کو بین بھی کہتے ہیں۔ یہ افعال زمانہ جاہلیت کے ہیں اور بالاجماع ناجائز اور حرام ہیں۔ ایسا کرنے والے مرد اور عورت آخرت میں سخت عذاب کے مستحق ہوں گے۔

**مسئلہ:**

نوحہ یعنی میت کے اوصاف مبالغہ کے ساتھ بیان کر کے بلند آواز سے چیخ کر رونا کہ جس کو بین کہتے ہیں بالاجماع حرام ہے۔ یوہیں واویلاہ یعنی وامصیبتاہ کہہ کر چلانا حرام ہے۔ حوالہ:-جوهره نیره، بهار شریعت، حصه ٤، ص ١٧٠

**مسئلہ:**

گریبان پھاڑنا، منھ نوچنا، بال کھولنا، سر پر خاک ڈالنا، سینہ کوٹنا، ران پر ہاتھ

مارنا، یہ سب جاہلیت کے کام ہیں اور حرام ہیں۔ (حوالہ:-ایضاً)

**حدیث:**

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ''جو منھ پر طمانچہ مارے اور گریبان پھاڑے اور جاہلیت کا پکارنا پکارے (نوحہ کرے) وہ ہم سے نہیں۔'' (بخاری اور مسلم)

**حدیث:**

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میری امت میں چار کام زمانۂ جاہلیت کے ہیں۔ جن کو وہ نہ چھوڑیں گے۔(۱) اپنے حسب (سلسلۂ خاندان) پر فخر کرنا (۲) دوسرے کے نسب (خاندان) پر طعن کرنا (۳) ستاروں کی چال سے بارش کی امید کرنا اور (۴) نوحہ کرنا۔ پھر فرمایا کہ نوحہ کرنے والی نے مرنے سے پہلے توبہ نہ کی، تو قیامت کے دن اس حال میں کھڑی کی جائے گی کہ اس کے بدن پر قطران (گندھک) کا کرتا ہوگا اور خارش (کھجلی) کی چادر ہوگی۔ (مسلم شریف)

**حدیث:**

صحیحین میں حضرت ابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ (۱) جو سر مونڈائے (یعنی کسی کے مرنے پر سر مونڈائے جیسے ہندو قوم کے لوگ بھدرا کرتے ہیں) (۲) نوحہ کرے اور (۳) کپڑے پھاڑے، میں اس سے بری ہوں۔ (مسلم شریف)

**حدیث:**

حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب کوئی مرنے والا مرتا ہے اور اس پر رونے والا کھڑا ہو کر کہتا ہے کہ اے میرے پہاڑ! اے میرے سردار! یا اسی قسم کے کوئی دیگر الفاظ کہتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس میت پر دو فرشتے مقرر فرما دیتا ہے، جو اس میت کے سینے میں مکے مارتے ہیں اور کہتے ہیں: کیا تو ایسا ہی تھا؟

حوالہ:- ابن ماجہ، ترمذی، بحوالہ: الترغیب والترھیب، مطبوعہ بیروت، جلد٤، ص٣٤٩

**حدیث:**

ایک عورت اپنے بیٹے کے انتقال پر رو رہی تھی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ "جب تم میں سے کوئی اپنی میت پر روتا ہے، تو اس کے رونے سے میت کے بھی آنسو نکل آتے ہیں۔ تو اے خدا کے بندو! اپنے بھائیوں کو تکلیف نہ دو۔"

حوالہ:- عمدۃ القاری شرح البخاری، مصنف: علامہ امام بدرالدین ابی محمد محمود بن احمد عینی حنفی المتوفی ٨٥٥ھ، مطبوعہ ادارۃ المنیریۃ، بیروت، جلد٨، ص٧٩

**حدیث:**

حضرت ابوبکر بن ابی شیبہ اور امام ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب طبرانی المتوفی ٣٦٠ھ نے روایت کی کہ مندرجہ بالا حدیث میں جس خاتون کا ذکر ہوا، ان کا نام حضرت قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے۔ ان سے روایت ہے کہ وہ خدمت اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر تھیں اور اپنے بیٹے کو یاد کر کے روئیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ کیا طریقہ ہے کہ دنیا میں زندگی تک تو اپنے ساتھی سے

اچھا سلوک اور مرے پیچھے ایذا دو“

پھر ارشاد فرمایا کہ:

”فَوَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ اَنَّ اَحَدَکُنَّ لَتَبْکِی فَتَسْتَعِیْنَ لَهٗ صُوَیْحَبَةٌ فَیَاعِبَادَاللّٰهِ لَا تُعَذِّبُوْا مَوْتَاکُمْ“

ترجمہ: ”قسم ہے اس کی! جس کے ہاتھ (دست قدرت) میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جان پاک ہے کہ تمھارے رونے پر تمھارا مردہ رونے لگتا ہے۔ تو، اے خدا کے بندو! اپنی اموات کو عذاب نہ کرو۔“

حوالہ:- المعجم الکبیر للطبرانی، مکتبه فیصلیه، بیروت، جلد۲۵، ص ۱۰

**حدیث:**

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ

”اِنَّ هٰذِهِ النَّوَائِحَ یُجْعَلْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ صَفَّیْنِ فِی جَهَنَّمَ صَفٌّ عَنْ یَمِیْنِهِمْ وَصَفٌّ عَنْ یَسَارِهِمْ فَیَنْبَحْنَ عَلَی اَهْلِ النَّارِ کَمَا تَنْبَحُ الْکِلَابُ۔ رواه الطبرانی فی الاوسط“

ترجمہ: ”بے شک یہ نوحہ کرنے والیاں قیامت کے دن جہنم میں دو صفوں کے درمیان ہوں گی۔ اور وہ دو صفیں اہل جہنم کی ہوں گی، جن میں سے ایک صف ان نوحہ کرنے والیوں کے دائیں اور ایک صف بائیں ہوگی۔ تو وہ نوحہ کرنے والیاں جہنم والوں پر کتے کی طرح بھونکیں گی۔“

حوالہ:- الترهیب والترغیب، مطبوعه: بیروت، جلد۴، ص ۳۵۱

17

# سترھواں باب

# سوگ اور عدت کا بیان

# سوگ اور عدت کا بیان

**نوٹ:**

شوہر کے طلاق دینے پر اور شوہر کے انتقال پر، دونوں صورتوں میں عورت پر عدت واجب ہے، لیکن یہاں ہم صرف ان مسائل کو ہی بیان کریں گے، جو موت کی عدت سے تعلق رکھتے ہیں۔

**مسئلہ:**

سوگ کے شرعی اصطلاح میں یہ معنی ہیں کہ زینت (بناؤ سنگار) کو ترک کرنا واجب ہے۔ یعنی ہر قسم کے زیور سونے چاندی جواہر وغیرہ کے ● ہر قسم اور ہر رنگ کے ریشم کے کپڑے اگر چہ سیاہ (کالے رنگ کے) ہوں، نہ پہنے ● خوشبو بدن یا کپڑوں میں لگا کر استعمال نہ کرے ● تیل کا استعمال نہ کرے۔ اگر چہ اس میں خوشبو نہ ہو، جیسے روغن زیتون وغیرہ ● کنگھا نہ کرے ● سیاہ سرمہ نہ لگائے، سفید خوشبودار سرمہ بھی نہ لگائے ● مہندی نہ لگائے، ہاتھ پاؤں کہیں بھی، پورا ہاتھ صرف انگلی کہیں بھی نہ لگائے ● زعفران، کسم یا گیرو کا رنگا ہوا یا سرخ رنگ کا کپڑا نہ پہنے، یا گلابی، دھانی، چمپئی اور طرح طرح کے رنگ جس میں تزین ہو، المختصر! بھڑکیلے رنگ والے کپڑے نہ پہنے۔

حوالہ:- جوھرہ نیرہ، عالمگیری، درمختار، بہارشریعت، حصہ ۸، ص ۱۳۰

**مسئلہ:**

عدت میں عورت کو یہ چیزیں منع ہیں۔ (۱) ہر قسم کا گہنا یہاں تک کہ انگوٹھی چھلا بھی (۲) مہندی (۳) سرمہ (۴) عطر (ہر قسم کا) (۵) ریشمی کپڑا (۶) ہار پھول (۷) بدن یا کپڑے میں کسی قسم کی خوشبو (۸) سر میں کنگھی کرنا اور اگر مجبوری ہو تو موٹے

دندانوں کی کنگھی کرے، جس سے فقط بال سلجھالے، پٹی نہ جھکالے یعنی مانگ نکال کربال نہ سنوارے (۹) خوشبودار اور میٹھا تیل سر میں ڈالنا (۱۰) کسم، زعفران، پڑیا، گیرو، یوہنی ہر رنگ کہ جس سے زینت ہوتی ہو، ایسے رنگین کپڑے پہننا (۱۱) چوڑیاں اگرچہ کانچ کی ہوں، الغرض ہر قسم کا سنگار عدت کے ختم ہونے تک منع ہے۔

حوالہ:- فتاوی رضویه (مترجم) جلد۱۳، ص ۳۳۱

**مسئلہ:**

عذر کی وجہ سے مندرجہ بالا چیزوں میں سے کچھ چیزوں کا استعمال کرسکتی ہے، لیکن یہ استعمال کرنا صرف اور صرف ضرورت کی بناء پر ہو۔ زینت یا سنگار کے ارادے سے ہرگز نہ ہو۔ مثلاً: دردسر کی وجہ سے سر میں تیل لگاسکتی ہے یا تیل لگانے کی عادت ہے اور جانتی ہے کہ تیل نہ لگانے سے سر میں درد ہو جائے گا، تو لگاسکتی ہے۔ اس صورت میں بھی خوشبو والا تیل استعمال نہ کرے۔

ماخوذ از:- بهار شریعت، حصه ۸، ص ۱۳۰

**مسئلہ:**

جس کپڑے کا رنگ پرانا ہو گیا ہو کہ اب اس کا پہننا زینت نہیں، اسے پہن سکتی ہے۔ یوہیں سیاہ (کالے) رنگ کے کپڑے میں بھی حرج نہیں، جب کہ وہ کپڑے ریشم کے نہ ہوں۔

حوالہ:- عالمگیری، بهار شریعت، حصه ۸، ص ۱۳۰

**مسئلہ:**

کسی کے مرنے کے غم میں سیاہ کپڑے پہننا جائز نہیں مگر عورت کو تین دن تک شوہر کے مرنے پر غم کی وجہ سے سیاہ کپڑے پہننا جائز ہے اور سیاہ کپڑے غم ظاہر کرنے کے لیے نہ ہوں، تو مطلقاً جائز ہے۔

حوالہ:- درمختار، ردالمحتار، بہار شریعت، حصہ ۸، ص ۱۳۱

**مسئلہ:**

تین دن سے زیادہ سوگ (رنج وغم کی حالت میں رہنا) جائز نہیں، مگر عورت اپنے شوہر کے مرنے پر چار مہینے اور دس دن سوگ کرے۔

حوالہ:- (۱) فتاوری رضویہ (مترجم) جلد۱۳، ص۲۹۷اور ۲۹۳

(۲) بہار شریعت، حصہ ٤، ص ۱۷۰

**حدیث:**

امام بخاری اور امام مسلم نے ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ اور ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

''لَا یَحِلُّ لِاِمْرَاَ ةٍ تُوْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الآخِرِ اَنْ تَحِدَ عَلٰی مَیِّتٍ فَوْقَ ثَلٰثَ لَیَالٍ اِلَّا عَلٰی زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْھُرٍ وَ عَشْرًا''

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھنے والی عورت کے لئے حلال نہیں کہ وہ شوہر کو موت کے علاوہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے، صرف شوہر کی موت کے لئے چار مہینے دس دن سوگ ہے۔''

حوالہ:- صحیح مسلم شریف، مطبوعہ: قدیمی کتب خانہ، کراچی، باب: وجوب الاحداد فی عدة الوفاة، جلد ۱، ص٤٨٦

**مسئلہ:**

کسی قریبی رشتہ دار کے مرجانے پر عورت کو صرف تین دن تک سوگ کرنے کی اجازت ہے، اس سے زائد کی نہیں۔ اور اگر عورت شوہر والی ہو، تو شوہر اس سے یعنی تین

دن کے سوگ سے بھی منع کرسکتا ہے۔

حوالہ:- ردالمحتار ،بہار شریعت، حصہ ۸، ص ۱۳۱

**مسئلہ:**

طلاق دینے والا سوگ کرنے سے منع کرتا ہے یا شوہر نے مرنے سے پہلے کہہ دیا تھا کہ میں مرجاؤں تو میرا سوگ مت کرنا، جب بھی سوگ کرنا واجب ہے۔

(حوالہ:-ایضاً)

**مسئلہ:**

عورت مدت عدت میں چار پائی پر سوسکتی ہے، یہ زینت میں داخل نہیں۔ اسی طرح سونے بیٹھنے میں بچھونا بچھانا بھی منع نہیں۔

حوالہ:- (۱)فتاوی رضویہ (مترجم) جلد۱۳، ص ۳۳۱

(۲)بہار شریعت، حصہ ۸، ص ۱۳۱

**مسئلہ:**

اگرعورت حاملہ ہے،تو اس کی عدت وضع حمل یعنی حمل کا خارج ہوجانا ہے۔ وضع حمل سے عدت پوری ہونے کے لئے کوئی خاص مدت مقرر نہیں۔ موت کی عدت ہو یا طلاق کی عدت ہو، اگرعورت حاملہ ہے، تو جس وقت بچہ پیدا ہو، عدت ختم ہوجائے گی۔ اگر چہ ایک منٹ کے بعد بچہ پیدا ہوگیا، اور اگر بچہ پیدا نہ ہوا بلکہ حمل ساقط (Abortion) ہوگیا۔ تو اگر اس گر جانے والے (ساقط ہونے والے) حمل میں بچہ کے اعضاء (Organs) بن چکے ہیں، تو اس حمل کے ساقط ہونے سے بھی عدت پوری ہوجائے گی ، اور اگر اعضاء نہیں بنے تو اب عدت شرعاً طے شدہ مدت کے مطابق پوری کرے یعنی طلاق کی عدت تین حیض آنے تک اور موت کی عدت چار مہینے اور دس دن۔

حوالہ ماخوذ از:-(۱)فتاوی رضویہ (مترجم) جلد۱۳، ص ۳۱۲/۳۱۹/

٢٩٤/٣٢٤
(٢) بهار شريعت، حصه ٨ ،ص ١٢٦

## نوٹ:

عورت کوحمل قرار پانے کے بعد چار مہینہ میں بچہ کے تمام اعضاء کا ڈھانچہ (Skeleton) بن جاتا ہے۔ دل، دماغ، اور دیگر، اندرونی اعضاء یعنی اعضاء رئیسہ (Vitay Organs) پانچ مہینہ میں بنتے ہیں۔ پانچویں مہینے میں رحم (بچہ دانی -Uterus) کے اندر بچہ کامل تیار ہوجاتا ہے۔ اب پانچویں مہینے کے بعد اس میں بڑھوتری (Progress) ہوتی ہے۔

**مسئله:**

عورت کا نکاح ہوا اور خلوت بھی نہیں ہوئی بلکہ ابھی رخصتی بھی نہیں ہوئی کہ شوہر کا انتقال ہوگیا، تو بھی عورت پر چار مہینہ اور دس دن عدت لازم ہے اور اس مدت کے گزرنے سے پہلے اس کا نکاح ناجائز اور حرام ہے۔

حوالہ:- فتاوی رضویه (مترجم) جلد١٣،ص٣٢٣/٣١٤/ ٢٩٨

**مسئله:**

عدت کے درمیان عورت (بیوہ) سے نکاح بلکہ نکاح کی گفتگو بھی حرام ہے۔ اور جب تک عدت نہ گزرے نکاح کا پیغام دینا بھی حرام قطعی ہے۔

حوالہ:- فتاوی رضویه (مترجم) جلد١٣، ص٢٩٧/٣١٩

**مسئله:**

عدت میں نکاح کا پیام دینا بھی حرام ہے اور اگر پیام نہیں، مثلاً: اس کے گھر والے دریافت کریں کہ نکاح ثانی کا ارادہ ہے یا نہیں؟ تو حرج نہیں۔

حوالہ:- فتاوی رضویه (مترجم) جلد١٣، ص٣٣٢

## عورت عدت کے دن کہاں گزارے؟

**مسئلہ:**

ایام عدت وفات میں عورت پر لازم ہے کہ وہ اپنے شوہر کے مکان پر رہے اور شوہر کے اسی مکان پر رہ کر ہی عدت کے دن پورے کرے۔اس مکان کو چھوڑ کر دوسرے مکان میں سکونت نہیں کرسکتی،مگر ضرورت کی بناء پر مکان بدل سکتی ہے۔اور ضرورت کی تفصیل آگے بیان ہوگی۔شرعاً جس کو ضرورت مانا گیا ہے،اس سے مراد یہ ہے کہ اس کے بغیر چارہ نہ ہو۔آج کل معمولی باتوں کو جس کی کچھ حاجت نہیں محض اپنی طبیعت کی خواہش کو ضرورت سمجھتے ہیں،وہ یہاں مراد نہیں۔

حوالہ:- (۱) فتاوی رضویه (مترجم) جلد۱۳، ص۳۲۷

(۲) بهار شریعت، حصه ۸، ص۱۳۳

**مسئلہ:**

عدت موت کا نفقہ یعنی کھانے پینے وغیرہ کا انتظام کسی پر لازم نہیں۔عورت خود اپنے پاس سے کھائے۔اگر پاس کچھ نہ ہو تو دن کو محنت و مزدوری کے لیے باہر جا سکتی ہے۔اگر عورت کے پاس اتنا مال ہے کہ چار مہینہ دس دن گھر بیٹھ کر کھا سکے،تو اب اسے کمانے کے لیے نکلنا جائز نہیں۔اور اگر اس کے پاس چار مہینہ دس دن کے بجائے کچھ دن چلے اتنا کھانے کا سامان ہے،تو جتنے دنوں کھانے کا سامان پاس رکھتی ہے،اتنے دنوں اسے گھر بیٹھ کر کھانا لازم اور کھانے کا سامان ختم ہونے کے بعد نکلنا جائز اور وہ بھی صرف دن میں نکلے،رات اپنے گھر گزارے۔

حوالہ:- فتاوی رضویه (مترجم) جلد۱۳، ص۳۳۰

**مسئلہ:**

اگر عدت والی عورت گھر میں رہ کر کوئی محنت کر کے اپنا خرچ نکال سکے اتنا کما سکتی

ہے، تو اس کا گھر سے باہر نکلنا حلال نہ ہوگا کیوں کہ اس کا باہر نکلنا ضرورت کی بناء پر جائز ہوا ہے اور جب ضرورت نہیں تو جواز بھی نہیں۔

حوالہ:- فتاوی رضویه (مترجم)، جلد۱۳، ص ۳۲۸

## نوٹ:

امام اہل سنت، مجدد دین وملت حضرت امام احمد رضا محقق بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فتاوی سے بیان کردہ اس مسئلہ کو راہبر و مشیر بنا کر عدت والی خواتین کمانے کے لیے گھر سے باہر جانے کے بجائے گھر میں ہی رہ کر کوئی گھریلو کاروبار (x`gm|¨x) مثلاً چرخہ کاتنا، سلائی مشین ہو تو کپڑے سینا، سویٹر وغیرہ بنانا، ٹوپی بنانا، وغیرہ حلال کاروبار کر کے اپنا گزارا کریں، یہی بہتر ہے۔

## مسئلہ:

عدت والی عورت پر جس مکان میں عدت گزارنا واجب ہے، اس مکان کو چھوڑ نہیں سکتی۔ مگر اس صورت میں کہ اسے کوئی جبراً نکال دے۔ مثلاً وہ مکان کرایہ کا ہے اور مکان مالک کہتا ہے کہ کرایہ دے یا مکان خالی کر اور اس کے پاس کرایہ نہیں یا وہ مکان گر جائے یا گر جانے کا خطرہ ہو یا وہاں چور ڈاکو کا خوف ہو اور مال کے نقصان کا اندیشہ ہو، یا دیگر اس قسم کی شرعاً صحیح ضروریات ہوں، تو مکان چھوڑ کر قریب ترین مکان میں منتقل ہو سکتی ہے۔

حوالہ:- (۱) درمختار، مطبوع مجتبائی، دھلی، باب الحداد، جلد۱، ص ۲۶۰

(۲) فتاوی رضویه (مترجم)، جلد۱۳، ص۳۲۸/۳۲۷

(۳) بهار شریعت ، حصه۸، ص۱۳۳

**مسئلہ:**

عدت والی عورت کوشرعاً مجبوری کی وجہ سے مکان بدلنے کی جو اجازت دی گئی ہے، اس میں واقعی سچی مجبوری اور عذر شرعی دیکھا جائے گا، اگر ایام عدت تک وہاں رہنے میں جان یا مال یا ناموس پر کوئی صحیح اندیشہ اور واقعی خوف نہیں یا اگر ہے بھی تو اس کا علاج بھی ممکن ہے ، مثلاً اس کے بعض محارم رشتہ دار اس کے پاس رہ سکتے ہیں یا قابل اعتماد عورت کو ساتھ دینے کے لئے رکھ سکتی ہے اگر چہ اجرت دینی پڑے، تو اسے ہرگز اجازت نہیں کہ مکان تبدیل کرے۔

حوالہ:- فتاوی رضویه (مترجم) جلد ۱۳، ص ۳۳۳

**مسئلہ:**

عورت ایام عدت میں اپنے استحقاق وراثت کے استحکام یعنی بحیثیت وارث اپنا حق حاصل کرنے کے لیے گھر سے کچہری جاسکتی ہے۔ اگر کچہری نہ گئی، تو اس کی جائیداد یا دیگر حقوق وراثت کا نقصان ہوگا، تو دن ہی دن میں جا کر واپس گھر آ جائے۔

حوالہ:- فتاوی رضویه (مترجم) جلد ۱۳، ص ۳۲۹

18

# نماز جنازہ کی تکرار

نماز جنازہ کی تکرار یعنی بار بار جنازے کی نماز پڑھنا مذہب حنفی میں منع ہے۔فقہ حنفی کی معتبر ومعتمد کتب شاہد عادل ہیں کہ جنازے کی نماز کی تکرار نا جائز اور نامشروع ہے۔

چند حوالے پیش خدمت ہیں۔

## حوالہ:۱

امام اجل، برہان الملت والدین، شیخ الاسلام حضرت علامہ برہان الدین ابوالحسین علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی علیہ الرحمۃ والرضوان المتوفی ۵۹۳ھ فرماتے ہیں کہ:

''اِنْ صَلّٰی غَیْرُ الْوَلِی وَالسُّلْطَانِ اَعَادَ الْوَلِیُّ اِنْ شَاءَ لِاَنَّ الْحَقَّ لِلْاَوْلِیَاءِ وَاِنْ صَلَّی الْوَلِیُّ لَمْ یَجُزْ لِاَحدٍ اَنْ یُصَلِّیَ بَعْدَہٗ لِاَنّ الْفَرْضَ یَتَادّٰی بِالْاَوَّلِ وَالْنَّفْلُ بِھَا غَیْرُ مَشْرُوْع''

ترجمہ: ''اگر ولی یا حاکم اسلام کے سوا اور لوگ نماز جنازہ پڑھ لیں،تو ولی کو اعادہ یعنی پھر سے پڑھنے کا اختیار ہے کہ نماز جنازہ اولیاء یعنی رشتہ داروں میں سب سے قریب کا حق ہے اور اگر ولی نماز جنازہ پڑھ چکا،تو اب کسی کو جائز نہیں کہ وہ نماز جنازہ پھر پڑھیں کیوں کہ نماز جنازہ پڑھنے کا فرض تو پہلی مرتبہ پڑھنے سے ادا ہو چکا اور یہ نماز بطور نفل پڑھنی مشروع نہیں۔''

حوالہ:- الهداية فی شرح البداية، مطبوعه: المكتبة العربيه كراچی، فصل فی الصلوة على الميت، جلد۱، ص ۱۶۰

## حوالہ:۲

فخر العلماء والفقہاء علامہ محمد ابراہیم بن محمد حلبی حنفی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ المتوفی

۹۵۶ھ نماز جنازہ کی تکرار کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ:

”لَا یُصَلّٰی عَلَیۡهِ لِئَلَّا یُوَدِّی اِلٰی تَکۡرَارِ الصَّلٰوۃِ عَلٰی مَیِّتٍ وَاحِدٍ فَاِنَّهٗ غَیۡرُ مَشۡرُوۡع“

ترجمہ: ”اس پر نماز نہ پڑھی جائے تا کہ ایک میت پر دومرتبہ نماز نہ ہو کہ یہ نامشروع ہے، یعنی شرع کے موافق نہیں۔“

حوالہ:- غنیة المستملی شرح منیة المصلی، مطبوعه: سهیل اکیڈمی ، لاهور، فصل فی الجنائز، ص ۵۹۰

## حوالہ:۳

رئیس الفقہاء، خاتم المحققین ،امام محمد بن علی حصکفی دمشقی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ المتوفی ۱۰۸۸ھ فرماتے ہیں کہ:

”لَیۡسَ لِمَنۡ صَلّٰی عَلَیۡهَا اَنۡ یُعِیۡدَ مَعَ الۡوَلِی لِاَنَّ تَکۡرَارَهَا غَیۡرُ مَشۡرُوۡع“

ترجمہ: ”جو پہلے پڑھ چکا، وہ ولی کے ساتھ بھی اعادہ کا اختیار نہیں رکھتا کہ نماز جنازہ کی تکرار غیر مشروع ہے۔“

حوالہ:- درمختار شرح تنویرالابصار، مطبوعه:مجتبائی دهلی، باب: صلوة الجنائز، جلد ۱، ص ۱۳۳

## حوالہ:۴

مقتداء علماء احناف، عالم جلیل حضرت علامہ الشیخ نظام الدین رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کی زیر نگرانی پانچ سو (۵۰۰) علماء احناف کی مرتب شدہ فقہ حنفی کی سب سے معتبر

کتاب فتاوی عالمگیری میں ہے کہ:

''لَا یُصَلّٰی عَلٰی مَیّتٍ اِلَّا مَرَّةً وَاحِدَةً وَالتَّنَفُّلُ بِصَلٰوةِ الْجَنَازَةِ غَیرُ مَشْرُوْع''

ترجمہ: ''کسی میت پر ایک مرتبہ کے سوا نماز نہ پڑھی جائے اور جنازے کی نماز نفل ادا کرنا غیر مشروع ہے۔''

حوالہ:- فتاوی ھندیه، مطبوعه: نورانی کتب خانه، پیشاور، الفصل فی الصلوة علی المیت، جلد ۱، ص ۱۶۳

## حوالہ: ۵

اعتماد العلماء والمشائخ، فاضل نبیل، علامہ زین الدین بن ابراہیم نجیم مصری رحمت اللہ تعالیٰ علیہ المتوفی ۹۷۰ھ فرماتے ہیں کہ:

''اِنْ کَانَ الْمُصَلِّی سُلْطَانًا اَوْ الِاِمَامُ الْاَعْظَمُ اَوْ الْقَاضِی اَوْ وَالِی الْمِصْرِ اَوْ اِمَامُ حَیِّهٖ لَیْسَ لِلْوَلِی اَنْ یُعِیْدَ''

ترجمہ: ''اگر بادشاہ اسلام یا امیر المؤمنین یا قاضی شرع یا اسلامی حاکم مصر یا امام الحی نماز پڑھ چکا، تو اب ولی کو بھی اعادہ کا اختیار نہیں۔''

حوالہ:- بحر الرائق، مطبوعه: ایچ، ایم، سعید کمپنی، کراچی، فصل السلطان احق بصلوة، جلد ۲، ص ۱۸۱

## حوالہ: ۶

استاذ العلماء، مقتداء فقہاء حضرت علامہ شمس الدین محمد خراسانی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ المتوفی ۹۶۲ھ شرح نقایہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

”لَا يُصَلّٰى عَلٰى مَيِّتٍ اِلَّا مَرَّةً“

ترجمہ: ”کسی مردے پر ایک مرتبہ سے زیادہ نماز نہ پڑھی جائے۔“

حوالہ:- جامع الرموز شرح نقایه، مطبوعه: مکتبه اسلامیه، ایران، فصل فی الجنازة، جلد ۱، ص ۲۸۵

## مزید حوالوں کی وضاحت:

یہاں تک ہم نے سلطان الھند، عطاء رسول، خواجہ معین الدین غریب نواز چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا کی چھٹی شریف کی مناسبت سے صرف چھ حوالے پیش کیے ہیں۔ حالاں کہ فقہ حنفی کی سینکڑوں کتابوں میں صاف لکھا ہوا ہے کہ نماز جنازہ جب ایک مرتبہ پڑھ لی گئی، فرض ادا ہو گیا اور جس نے نہیں پڑھی اس کے لئے فوت ہو گئی، اب اس کی تکرار جائز نہیں۔

چند کتب احناف کے نام ذیل میں درج ہیں۔

- حلیۃ المجلی، مصنف: امام محمد بن محمد ابن میر الحاج حلبی المتوفی ۸۷۹ھ
- جوہرہ نیرہ، مصنف: ابوبکر بن علی بن محمد حداد یمنی حنفی المتوفی ۸۰۰ھ
- اصلاح الوقایہ، مصنف: علامہ احمد بن سلیمان بن کمال باشا المتوفی ۹۴۰ھ
- تنویر الابصار، مصنف: شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد غزی تمر تاشی، المتوفی ۱۰۰۴ھ
- التجنیس والمزید، مصنف: علامہ برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی، المتوفی ۵۹۳ھ
- ردالمحتار، مصنف: علامہ محقق محمد امین ابن عابدین شامی المتوفی ۱۲۵۲ھ
- سراج الوہاج، مصنف ابوبکر بن علی بن محمد حداد یمنی حنفی، المتوفی ۸۰۰ھ
- شرح نقایہ برجندی، مصنف: امام علامہ عبدالعلی برجندی ہروی، المتوفی ۹۳۲ھ

- قدوری، مصنف: امام ابوالحسین احمد بن محمد بن جعفر قدوری، المتوفی ۴۲۸ھ
- کافی شرح وافی، مصنف: امام ابوالبرکات حافظ الدین عبداللہ نسفی، المتوفی ۷۱۰ھ
- کنز الدقائق، مصنف: علامہ عبداللہ بن احمد بن محمد زیلعی، المتوفی ۷۱۰ھ
- فتاوی قاضی خان، مصنف: علامہ قاضی فخر الدین حسن بن منصور، المتوفی ۵۹۲ھ
- فتاوی ظہیریہ، مصنف: امام ظہیر الدین ابوبکر محمد بن احمد، المتوفی ۶۱۹ھ
- مجمع الانھر، مصنف: الشیخ عبداللہ بن محمد بن سلیمان المعروف آفندی دامات، المتوفی ۱۰۷۸ھ
- مراقی الفلاح، مصنف: علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی المتوفی ۱۰۶۹ھ
- فتاوی ولوالجیہ، مصنف: علامہ عبدالرشید بن ابی حنیفہ ولوالجی، المتوفی ۵۴۰ھ
- ملتقی الابحر: مصنف: امام ابراھیم بن محمد حلبی حنفی، المتوفی ۹۵۶ھ
- منیۃ المصلی، مصنف: علامہ سدید الدین محمد بن محمد کاشغری، المتوفی ۷۰۵ھ
- النقایہ مختصر الوقایہ، مصنف: امام صدر الشریعہ عبداللہ بن مسعود، المتوفی ۷۴۵ھ
- نور الایضاح، مصنف: علامہ حسن بن عمار بن شرنبلالی، المتوفی ۱۰۶۹ھ
- الوافی فی الفروع، مصنف: امام حافظ الدین عبداللہ بن احمد نسفی، المتوفی ۷۱۰ھ
- الوقایہ، مصنف: علامہ محمود بن صدر الشریعہ، المتوفی ۶۷۳ھ
- جامع البحار، مصنف: علامہ شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد غزی تمرتاشی المتوفی ۱۰۰۴ھ
- خزانۃ المفتیین، مصنف: امام علامہ حسین بن محمد سمعانی سمیقانی، المتوفی ۷۴۰ھ کے بعد
- ذخیرۃ العقبی، مصنف: امام جلیل علامہ یوسف بن جنید چلپی، المتوفی ۹۰۵ھ
- تبیین الحقائق، مصنف: امام فخر الدین ابومحمد عثمان بن علی زیلعی المتوفی ۷۴۳ھ
- بدائع الصنائع، مصنف: ملک العلماء علاء الدین ابی بکر بن مسعود کاسانی، المتوفی ۵۸۷ھ

- فتاوی بزازیہ، مصنف: امام محمد بن محمد بن شہاب الدین بزازی حنفی، التوفی ۸۲۷ھ
- عنایہ شرح ہدایہ، مصنف امام محقق اکمل الدین محمد بن محمود بابرتی، التوفی ۸۶۷ھ
- فتح القدیر، مصنف: محقق علی الاطلاق علامہ کمال الدین محمد بن الہمام مکی، التوفی ۸۶۱ھ
- المستصفی ، مصنف: علامہ حافظ الدین عبد اللہ بن احمد نسفی ، التوفی ۷۱۰ھ
- منحۃ الخالق، مصنف: علامہ محقق محمد امین ابن عابدین شامی، التوفی ۱۲۵۲ھ
- مستخلص الحقائق، مصنف: امام ابراہیم بن محمد حلبی حنفی، التوفی ۹۵۶ھ
- جواہر الاخلاطی، مصنف: امام برہان الدین ابراہیم بن ابوبکر الاخلاطی

## ضروری ہدایت:

اس مسئلہ کی تفصیلی بحث کے لئے امام اہل سنت، مجدد دین وملت شیخ الاسلام والمسلمین، امام احمد رضا محقق بریلوی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب ''النھی الحاجز عن تکرار صلاۃ الجنائز (۱۳۱۵ھ) کا مطالعہ فرمائیں۔

علاوہ ازیں امام احمد رضا محقق بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی کتاب ''الھادی الحاجب عن جنازۃ الغائب'' (۱۳۲۶ھ) میں تکرار نماز جنازہ کے عدم جواز کے ثبوت میں براہین و دلائل کے انبار لگا دیئے ہیں۔ آپ نے فقہ اسلامی کی پچاسی (۸۵) کتابوں سے کل دوسوسات (۲۰۷) عبارات حوالے میں نقل فرما کر مسئلہ واضح فرمادیا کہ نماز جنازہ کی تکرار جائز نہیں۔

## ایک اہم نکتہ :

امام احمد رضا محقق بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نماز جنازہ کی تکرار کے منع ہونے کے تعلق سے ایک اہم نکتہ بیان فرماتے ہیں کہ:

''اب اگر نماز جنازہ میں تکرار کی اجازت دیتے ہیں تو لوگ تسویف و کسل (ٹال

مٹول،Procrastination) کی گھاٹی میں پڑیں گے۔کہیں گے کہ جلدی کیا ہے؟اگر ایک نماز ہوچکی، ہم دوبارہ پڑھ لیں گے،اس تقدیر پر اگرلوگوں کا انتظار کیا جائے ،تو جنازہ کو دیر ہوتی ہے اور جلدی کیجیے تو جماعت ہلکی رہتی ہے اور دونوں باتیں مقصود شرع کے خلاف۔لاجرم (مجبوراً) مصلحت شرعیہ اسی کی مقتضی (تقاضا کرنے والی) ہوئی کہ تکرار کی اجازت نہ دیں۔جب لوگ جانیں گے کہ اگر نماز ہوچکی تو پھر نہ ملے گی اور ایسے افضال عظیمہ (بڑی فضیلتیں) ہاتھ سے نکل جائیں گے،تو خواہی نہ خواہی جلدی کرتے حاضر آئیں گے اور میت کے فائدے اور اپنے بھلے کے لئے جلدی جمع ہوجائیں گے اور شرع مطہر کے دونوں مقصد باحسن وجوہ رنگ ظہور پائیں گے (اچھی طرح پورے ہوجائیں گے)۔"

حوالہ:- (۱) فتاوی رضویه (مترجم)، جلد۹، ص۳۱۳

(۲) النهی الحاجز عن تکرار صلاة الجنائز

# نماز جنازہ کی تکرار کی ممانعت میں احادیث کریمہ کے دلائل

## دلیل نمبر:۱

جب امیر المؤمنین، خلیفہ المسلمین ، سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا،تب جلیل القدر صحابیٔ رسول حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہیں گئے ہوئے تھے۔امیر المؤمنین کی شہادت کی خبر ملتے ہی جلد از جلد مدینہ طیبہ آئے لیکن آتے آتے دیر ہوگئی۔نماز جنازہ پڑھ لی گئی اور تدفین بھی ہوچکی۔حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز جنازہ میں شرکت کا موقع نہ ملا،اس پر آپ نے فرمایا کہ:

"عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بِنْ سَلَامٍ لَمَّا فَاتَتْهُ الصَّلٰوةُ عَلٰی عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ

تَعَالیٰ عَنۡہُ قَالَ اِنۡ سَبَقۡتُ بِالصَّلوٰۃِ فَلَمۡ اَسۡبَقۡ بِالدُّعَاءِ لَہٗ‘‘

ترجمہ: ’’حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آنے سے پہلے امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازہ کی نماز ہوچکی، تو فرمایا کہ دعا کی بندش تو نہیں، میں ان کے لئے دعا کروں گا۔‘‘

حوالہ:- فتح اللہ المعین، ناشر: ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، (پاکستان) جلد۱، ص۳۵۳

اگر نماز جنازہ کی تکرار جائز ہوتی تو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازہ کی نماز ضرور پڑھتے، مگر آپ نے نماز جنازہ پہلی مرتبہ ہونے کے بعد نماز جنازہ کی تکرار نہ کی بلکہ یہ فرمایا کہ ’’دعا کی بندش تو نہیں، میں ان کے لئے دعا کروں گا۔‘‘ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ نماز جنازہ کی تکرار منع ہے لیکن دعا کرنے کی تو ممانعت نہیں لہذا میں ممنوع کام یعنی تکرار نماز جنازہ نہ کروں گا بلکہ مشروع کام یعنی دعا کروں گا۔

## دلیل نمبر:۲

خاتون جنت، جگر پارۂ رسول، راحت جان مصطفیٰ، شہزادئ شہ کونین، حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے شفیق سرتاج اور خاوند سعید، سید السادات، مولائے کائنات حضرت علی مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وصیت فرمائی کہ میں جب دنیا سے جاؤں تو مجھے رات میں دفن کریں تاکہ میرے جنازے پر نامحرم کی نظر نہ پڑے۔ چنانچہ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کو رات میں ہی دفن کردیا گیا۔ اجلۂ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضرت خاتون جنت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی

نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت سے محروم رہ گئے۔ بلکہ امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین امام المتقین، اصدق الصادقین حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم و دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی شرکت نہ فرما سکے۔

پھر کیا ہوا؟

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ المتوفی ۱۲۳۹ھ فرماتے ہیں کہ:

''در بعض روایات آمده که روز دیگر ابوبکر صدیق و عمر فاروق ودیگر اصحاب بخانهٔ علی مرتضی بجهت تعزیت آمدند شکایت کردند که چرا مارا خبر نه کردی تاشرف نماز و حضوری دریافتیم – علی مرتضی گفت فاطمه رضی الله تعالیٰ عنها وصیت کرده بود که چوں از دنیا بروم مرا به شب دفن کنی تا چشم نامحرم بر جنازهٔ من نیفتد – پس بموجب و صیت وے عمل کردم– این ست روایت مشهور''

ترجمہ: ''بعض روایت میں آیا ہے کہ دوسرے دن حضرات ابوبکر صدیق وعمر فاروق و دیگر صحابہ حضرت علی مرتضی کے گھر تعزیت کے لئے آئے اور شکایت فرمائی کہ ہمیں خبر کیوں نہ دی کہ ہم نماز اور حاضری کا شرف حاصل کرتے۔ حضرت علی مرتضی نے فرمایا کہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وصیت کی تھی کہ میں جب دنیا سے جاؤں تو مجھے رات میں دفن کریں تا کہ میرے جنازے پر نامحرم کی نظر نہ پڑے، تو میں نے ان کی وصیت کے مطابق عمل کیا۔ یہ ہے روایت مشہور۔''

حوالہ:–تحفه اثناعشریه، مطبوعه: سهیل اکیڈمی، لاهور، باب دهم، ص ۲۸۱

ناظرین کرام غور فرمائیں کہ اگر نماز جنازہ کی تکرار جائز ہوتی تو حضرت ابوبکر صدیق وحضرت عمر فاروق اعظم اور دیگر اصحاب کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہرگز حضرت خاتون جنت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جنازے کی نماز فوت ہونے کا افسوس نہ کرتے بلکہ وہ تمام حضرات دوبارہ جماعت قائم کرکے نماز جنازہ ادا فرما لیتے لیکن انھوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ نماز جنازہ فوت ہونے کی شکایت فرماتے ہوئے حضرت مولیٰ علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ آپ نے ہمیں خبر کیوں نہ دی تا کہ ہم بھی نماز اور حاضری کا شرف حاصل کرتے۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ان حضرات کو نماز جنازہ میں شرکت کے شرف سے محروم ہونے کا افسوس ہے اور نماز جنازہ سے محروم اس لئے ہوئے کہ نماز جنازہ فوت ہوگئی اور نماز جنازہ فوت اس لئے ہوگئی کہ نماز جنازہ کی تکرار جائز نہ ہونے کی وجہ سے اسے دوبارہ پڑھنا ممکن نہیں۔

## دلیل نمبر: ۳

امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل المعروف بہ امام بخاری المتوفی ۲۵۶ھ اور امام ابوالحسین مسلم بن الحجاج قشیری المعروف بہ امام مسلم المتوفی ۲۶۱ھ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے استاد امام ابوبکر عبداللہ بن محمد احمد النسفی المعروف بہ ابن ابی شیبہ المتوفی ۲۱۱ھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:

’’عَنْ صَالِحٍ مَوْلٰی التَوْأَمَةَ عَمَّنْ اَدْرَكَ اَبَابَكْرٍ وَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّهُمْ كَانُوا اِذَا تَضَايَقَ بِهِمِ الْمُصَلّٰی انْصَرَفُوْا وَلَمْ يُصَلُّوا عَلَی الْجَنَازَةِ فِی الْمَسْجِدِ‘‘

ترجمہ: ’’حضرت ابوبکر صدیق وحضرت عمر فاروق و دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عادت کریمہ تھی کہ جب نماز جنازہ میں مصلّی تنگی کرتا کہ اس میں گنجائش نہ پاتے تو واپس چلے

جاتے اورنماز جنازہ مسجد میں نہ پڑھتے۔''

حوالہ:- المصنف لابن ابی شیبه، ناشر:اداره القرآن والعلوم الاسلامیه، کراچی، باب :من کره الصلوة علی الجنائز فی المسجد، جلد۳، ص۳٦٥

اس حدیث کے ضمن میں امام اہل سنت، مجدد دین وملت امام احمد رضا محقق بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں کہ:

''نماز جنازہ کے جو فضائل جلیلہ ہیں وہ حضرت صدیق و فاروق و دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر مخفی نہ تھے۔ نہ ان سے توقع کہ ایسے فضل جلیل کے لئے تشریف بھی لائیں اور پھر باوصف قدرت اسے چھوڑ کر چلے جائیں، اگر نماز جنازہ دوبارہ جائز ہوتی، تو تنگی مصلّٰی کیا حرج کرتی اور واپس جانے کی کیا وجہ تھی؟ جب پہلے لوگ پڑھ چکتے، اس کے بعد دوسری جماعت فرمالیتے۔''

حوالہ:- فتاوی رضویه (مترجم) جلد۹،ص۳۰٦

## دلیل نمبر:۴

علم فقہ کا یہ مسلم مسئلہ ہے کہ پانی موجود ہوتے ہوئے تندرست کو تیمّم کر کے نماز پڑھنا جائز نہیں۔ اگر پڑھے گا تو اس کی نماز نہ ہوگی مزید برآں وہ گنہگار ہوگا۔ اب ایک حدیث شریف ملاحظہ فرمائیں:

**حدیث:**

''عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اِذَا خِفْتَ اَنْ تَفُوْتُكَ الْجَنَازَةُ وَاَنْتَ غَيْرُ وَضُوْءٍ فَتَيَمَّمْ وَصَلِّ''

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب تمھیں نماز جنازہ کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو اور وضو نہیں، تو تیمّم کر کے پڑھ لو۔''

حوالہ:- المصنف لابن شیبه ،ناشر: ادارة القرآن، کراچی، باب فی

الرجل یخاف الخ، جلد۳، ص ۳۰۵

جلیل القدر صحابیٔ رسول حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، جن کا فعل ہمارے لیے حجت ہے وہ بھی مذکورہ حدیث پر عمل کرتے تھے۔ امام بیہقی اور دار قطنی نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے کہ:

''اَنَّهُ اَتَی الجَنَازَةَ وَهُوَ عَلٰی غَیرِ وَضُوْءٍ فَتَیَمَّمَ ثُمَّ صَلّٰی عَلَیْهَا''

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس ایک جنازہ آیا، اس وقت ان کا وضو نہ تھا، تیمّم کر کے نماز میں شریک ہو گئے۔''

حوالہ:- سنن دارقطنی، مطبوعہ: نشرالسنة، ملتان، باب الوضوء والتیمم من آنیة المشرکین، جلد۱، ص۲۰۲

## تیمّم کر کے نماز جنازہ پڑھنے کے تعلق سے روایات:

(۱) حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب تجھے نماز جنازہ فوت ہو جانے کا خوف ہو تو تیمّم کر کے نماز پڑھ لے۔

(۲) حضرت عامر شعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب نماز جنازہ کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو، تیمّم کرے۔

(۳) حضرت حکم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب تجھے نماز جنازہ فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو اور تو بے وضو ہے تو تیمّم کر کے نماز پڑھ لے۔

(۴) حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نماز جنازہ کے لئے تیمّم کر لے۔

مندرجہ چاروں روایات بحوالہ:- المصنف لابن ابی شیبه، جلد۲، ص۴۹۸

(۵) حضرت ابن شہاب زہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب تیرے

سامنے اچانک جنازہ آئے اور تیرا وضو نہیں، تو تیمّم کر کے نماز پڑھ لے۔

حوالہ:- شرح معانی الآثار للطحاوی، جلد ۱، ص ۵۲

مذکورہ پانچ تابعین کرام کے علاوہ حضرت ابراہیم نخعی اور حضرت عکرمہ تلمیذ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم یعنی کل سات ائمہ تابعین سے ثابت ہے کہ نماز جنازہ کی تکرار جائز نہیں۔اگر نماز جنازہ کی تکرار جائز ہوتی تو نماز فوت ہونے کے کیا معنی؟ اور اس کے لئے تندرست کو پانی موجود ہوتے ہوئے تیمّم کیونکر جائز ہوتا؟

المختصر! نماز جنازہ کی تکرار غیر مشروع اور منع ہے اور اس کے ممنوع ہونے پر دلائل کثیرہ موجود ہیں۔

19

## انیسواں باب

# غائبانہ نماز جنازہ

# غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟

غائبانہ نماز جنازہ یعنی غائب کی نماز جنازہ پڑھنا، یعنی جہاں نماز جنازہ پڑھی جائے وہاں میت موجود نہ ہو بلکہ دوسرے مقام پر ہو۔ مثلاً احمد آباد میں کسی کا انتقال ہو گیا اور بمبئی کے لوگ بمبئی شہر میں اس کی نماز جنازہ پڑھیں۔

کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ عالمی شہرت رکھنے والے کسی شخص کا یا کسی مشہور و معروف مذہبی رہنما و مقتداء کے انتقال کی خبر پا کر مختلف ممالک اور مختلف شہروں میں اس کی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے۔ غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے والے لوگوں میں سے اکثر لوگ اس مسئلہ سے ناواقف ہیں کہ:

**مسئلہ:**

مذہب مہذب حنفی میں جنازۂ غائب پر نماز محض ناجائز ہے۔ ائمۂ حنفیہ کا اس کے عدم جواز پر اجماع ہے۔

حوالہ:- (۱) فتاوی رضویہ (مترجم) جلد۹، ص ۳۴۱

(۲) الهادی الحاجب عن جنازة الغائب، مطبوعہ رضا اکیڈمی، بمبئی، ص ۳۵

**نکتہ:**

غائب کی نماز جنازہ پڑھنے میں ایک بات یہ لازم آئے گی کہ نماز جنازہ کی تکرار ہوگی۔ کیوں کہ جہاں کہیں بھی کسی مسلمان کا انتقال ہوا ہوگا، وہاں اس کی نماز جنازہ ضرور پڑھی گئی ہوگی۔ مثلاً احمد آباد میں کسی کا انتقال ہوا اور اس کی غائبانہ نماز جنازہ بمبئی، بنگلور، حیدر آباد، دہلی، کلکتہ وغیرہ شہروں میں پڑھی گئی۔ تو سب سے پہلے اس کے جنازہ کی نماز

احمد آباد میں ہی پڑھی جائے گی، دیگر شہروں میں اس کی نماز بعد میں ہی پڑھی جائے گی۔

تو یہاں دو باتیں لازم آئیں گی:

(۱) نماز جنازہ کی تکرار ہوگی۔

(۲) غائب کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

پہلی بات یہ کہ نماز کی تکرار جائز ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ اوراق سابقہ میں تفصیل کے ساتھ بیان کر کے ثابت کر دیا گیا ہے کہ نماز جنازہ کی تکرار غیر مشروع اور ممنوع ہے۔

اب معاملہ اس بات پر وضاحت طلب ہے کہ غائب کی نماز جنازہ جائز ہے یا نہیں؟

فقہ حنفی کی معتبر و مستند کتب میں صاف صراحت سے لکھا ہوا ہے کہ غائب کی نماز جنازہ جائز نہیں۔ مثلاً:

## حوالہ نمبر ۱:

محقق علی الاطلاق، علامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن الہمام مکی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۸۶۱ھ) فرماتے ہیں کہ:

''وَشَرْطُ صِحَتِهَا اِسْلَامُ الْمَيِّتِ وَطَهَارَتُهُ وَوَضْعُهُ اَمَامَ الْمُصَلِّى فَلِهٰذَا الْقَيْدِ لَا تَجُوْزُ عَلٰى غَائِبٍ''

ترجمہ: ''صحت نماز جنازہ یعنی جنازہ کی نماز صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ میت مسلمان ہو، پاک ہو، جنازہ نمازی کے آگے زمین پر رکھا ہو۔ اسی شرط کے سبب کسی غائب کی نماز جنازہ جائز نہیں۔''

حوالہ:- فتح القدیر، ناشر: مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر (پاکستان) فصل فی الصلوة علی المیت، جلد ۲، ص ۸۰

## حوالہ نمبر۲:

امام الفقہاء، شیخ الاسلام، شمس الدین، علامہ محمد بن عبداللہ بن احمد غزی تمرتاشی صاحب تنویرالابصار المتوفی ۱۰۰۴ھ رحمت اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''اِنَّ اَبَاحَنِیُفَۃَ لَا یَقُوُلُ بِجَوَازِ الصَّلٰوۃِ عَلَی الْغَائِبِ''

ترجمہ: ''ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنازۂ غائب پر نماز جائز نہیں مانتے۔''

حوالہ:- فتاوی امام غزی تمرتاشی، مطبوعہ بریلی شریف، کتاب طھارۃ الصلوۃ، ص ٤

## حوالہ نمبر۳:

رئیس الفقہاء، خاتم المحققین، امام محمد بن علی حصکفی دمشقی المتوفی ۱۰۸۸ھ علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں کہ:

''شَرُطُھَا حُضُوُرُہٗ فَلَا تَصِحُّ عَلٰی غَائِبٍ''

ترجمہ: ''جنازہ کا حاضر ہونا شرط نماز ہے۔ لہذا کسی غائب پر نماز جنازہ صحیح نہیں۔''

حوالہ:- درمختار، مطبع مجتبائی، دھلی، باب صلوۃ الجنائز، جلد ۱، ص ۱۲۱

علاوہ ازیں فقہ کی حسب ذیل کتب میں بھی صاف لکھا ہوا ہے کہ میت کا نمازی کے سامنے موجود ہونا نماز جنازہ کی شرط ہے، لہذا کسی غائب کی نماز جنازہ درست نہیں۔

## مزید حوالوں کی کتابوں کے نام:

- ملتقی الابحر، مصنف: امام ابراھیم بن محمد حلبی حنفی المتوفی ۹۵۶ھ

● مجمع الانھر شرح ملتقی الابحر، مصنف: الشیخ عبداللہ بن محمد بن سلیمان آفندی دامات ۱۰۷۸ھ

● کافی شرح وافی، مصنف: امام ابوالبرکات حافظ الدین عبداللہ نسفی المتوفی ۷۴۲ھ

● حلیۃ المجلی، مصنف: امام محمد بن محمد بن امیر الحاج حلبی المتوفی ۸۷۹ھ

● بحر الرائق، مصنف: علامہ زین الدین بن ابراھیم نجیم مصری، المتوفی ۹۷۰ھ

● برھان شرح مواہب، مصنف: علامہ ابراھیم بن موسی طرابلسی، المتوفی ۹۲۲ھ

● ارکان اربعہ: مصنف: ملک العلماء، بحر العلوم علامہ عبد العلی لکھنوی، المتوفی ۱۲۲۵ھ

● غنیۃ شرح منیہ، مصنف: علامہ برھان الدین ابراھیم بن محمد حلبی حنفی، المتوفی ۹۵۶ھ

● وافی، مصنف: امام جلیل علامہ حافظ الدین عبداللہ بن احمد نسفی، المتوفی ۷۱۰ھ

● نھر الفائق، مصنف: فخر العلماء علامہ عمر بن نجم مصری، المتوفی ۱۰۰۵ھ

● شرنبلالیہ علی الدر، مصنف: علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی، المتوفی ۱۰۶۹ھ

علاوہ ازیں ● شلبیہ علی تبیین الحقائق ● خادم علی الدرر ● فتاوی خلاصہ ● شرح مجمع البحرین ● فتاوی ھندیہ ● ابوسعود وغیرہ کتب معتبرہ میں صاف حکم مذکور ہے کہ صحت نماز جنازہ کے لئے میت کا موجود ہونا شرط ہے لہذا غائب کی نماز جنازہ جائز نہیں۔

# عام طور پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے زمانۂ اقدس میں غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھی

حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس کی بھی نماز جنازہ میں شرکت فرمالیں اس کی نجات ومغفرت وبخشش میں کوئی شبہ نہیں۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

- میری نماز مسلمان پر موجب رحمت ہے۔
- تاریکی سے بھری ہوئی قبر کو میں اپنی نماز سے روشن فرمادیتا ہوں۔

حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مذکورہ ارشادات عالیہ کے ثبوت میں ہم یہاں دو احادیث کریمہ بطور ثبوت پیش کرتے ہیں۔

**حدیث:**

امام احمد، ابن حبان، حاکم اور ابن ماجہ نے حضرت ابن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسلمانوں پر نماز جنازہ پڑھنے کے سلسلہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ:

''لَا یَمُوْتَنَّ فِیْکُمْ مَیِّتٌ مَاکُنْتُ بَیْنَ اَظْهُرِکُمْ اِلَّا اٰذَنْتُمُوْنِی بِهٖ فَاِنَّهٗ صَلٰوتِی عَلَیْهِ رَحْمَةٌ''

ترجمہ: ''جب تک میں تم میں تشریف فرما ہوں، ہرگز کوئی میت تم میں نہ مرے جس کی اطلاع مجھے نہ دو کہ اس پر میری نماز موجب رحمت ہے۔''

حوالہ:- مسند احمد بن حنبل، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت، جلد ٤، ص ٣٨٨

**حدیث:**

امام مسلم اور ابن حبان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

''هٰذِهِ الْقُبُوْرُ مَمْلُوْءَةٌ ظُلْمَةٌ عَلٰی اَهْلِهَا وَاِنِّی اُنَوِّرُهَا بِصَلٰوتِی عَلَیْهِمْ''

ترجمہ: ''بیشک یہ قبریں اپنے ساکنوں پر تاریکی سے بھری ہوئی ہیں اور بیشک میں اپنی

نماز سے انھیں (قبروں کو) روشن فرما دیتا ہوں۔"

حوالہ:- صحیح مسلم شریف، مطبوعہ: نور محمد اصح المطابع، کراچی، کتاب الجنائز، جلد ۱، ص ۳۱۰

مذکورہ دونوں احادیث کریمہ کے ضمن میں امام عشق و محبت، مجدد دین وملت، امام احمد رضا محقق بریلوی فرماتے ہیں کہ:

**"بہ ایں ہمہ حالانکہ زمانۂ اقدس میں صدہا صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے دوسرے مواضع (مقام) میں وفات پائی، لیکن کبھی کسی حدیث صریح صحیح سے ثابت نہیں کہ حضور نے غائبانہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھی، کیا وہ (دیگر مقام میں وفات پانے والے) محتاج رحمت والا نہ تھے؟ کیا معاذ اللہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان پر یہ رحمت وشفقت نہ تھی؟ کیا (حضور) ان کی قبور اپنی نماز پاک سے پرنور نہ کرنا چاہتے تھے؟ کیا جو مدینہ طیبہ میں مرتے انھیں کی قبور محتاج نور ہوتیں، اور جگہ اس کی حاجت نہ تھی؟ یہ سب باتیں بداہۃً (صاف طور پر) باطل ہیں۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عام طور پر ان کی نماز جنازہ نہ پڑھنا ہی دلیل روشن وواضح ہے کہ جنازۂ غائب پر نماز ناممکن تھی، ورنہ ضرور پڑھتے کہ مقتضی بکمال وفور موجود اور مانع مفقود۔** (چاہا ہوا کامل طور پر کثرت سے موجود اور کوئی روکنے والا نہیں۔)

**"لاجرم (یقیناً) نہ پڑھنا قصداً باز رہنا تھا، اور جس امر سے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے عذر مانع بالقصد احتراز فرمائیں، وہ ضرور امر شرعی ومشروع نہیں ہوسکتا۔"**

(یعنی کسی روکنے والے عذر کے بغیر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جان بوجھ کر جس کام کو نہ کریں، وہ کام کبھی بھی موافق شریعت اور جائز نہیں ہوسکتا۔)

حوالہ:- (۱) فتاوی رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۳۴۶

(۲) الهادی الحاجب عن جنازة الغائب، ص۳۹

## تین مواقع میں حضوراقدس نے غائب کی نماز جنازہ کیوں پڑھی؟

دوسرے شہر کی میت پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نماز جنازہ پڑھنا صرف تین واقعوں میں روایت کیا جاتا ہے۔

(۱) واقعۂ نجاشی بادشاہ حبشہ (۲) واقعۂ معاویہ لیثی (۳) واقعۂ امرائے موتہ۔(رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

مذکورہ تینوں واقعات میں جنازہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے تھا۔ جنازہ نگاہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے حاضر تھا، تو یہ نماز غائب پر نہ ہوئی بلکہ حاضر پر ہوئی۔

## نجاشی بادشاہ کا واقعہ:

ملک حبشہ (Ethopia) کا بادشاہ اصحمہ نجاشی جو صدق دل سے حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لایا تھا۔ جب اس کا انتقال حبشہ میں ہوا تو حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو خبر دی اور صفیں باندھ کر چار تکبیریں کہیں، حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں دوسری یا تیسری صف میں تھا۔

حوالہ:- صحيح بخاری شريف، مطبوعه: قديمی كتب خانه،كراچی، باب الصفوف على الجنازة، جلد١، ص١٧٦

اس حدیث شریف کو پیش کر کے نماز جنازہ غائب پر پڑھنے کے جواز کے قائل دلیل پکڑتے ہیں کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حبشہ کے بادشاہ اصحمہ نجاشی کی

غائبانہ نماز پڑھی ہے، لہذا غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے۔

اس حدیث شریف سے بظاہر تو ایسا ثابت ہوتا ہے کہ حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جماعت صحابہ کے ساتھ غائبانہ نماز جنازہ پڑھی، لیکن در حقیقت یہ نماز غائبانہ نماز جنازہ نہ تھی بلکہ حاضر پر تھی، نماز پڑھنے والے تمام حضرات جانتے تھے کہ یہ غائبانہ نماز جنازہ نہیں۔

کیوں کہ...

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب اعظم واکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے زمین کو لپیٹ دیا اور اپنے محبوب کی نگاہوں سے تمام حجابات ہٹا دیئے اور جنازہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی نظروں کے سامنے دیکھ رہے تھے، تو اب حضور کے لئے یہ نماز غائب پر نہ تھی بلکہ حاضر پر تھی، جب حضور کے لئے حاضر پر تھی، تو صحابۂ کرام کے لئے بھی حاضر پر تھی، کیوں کہ اس نماز جنازہ کی امامت حضور اقدس، امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمائی تھی اور جو نماز جنازہ باجماعت پڑھی جاتی ہے، اس میں جنازہ کا امام کے سامنے حاضر ہونا شرط ہے، مقتدیوں کے سامنے حاضر ہونا ضروری نہیں، کیوں کہ جب جنازہ امام کے سامنے حاضر ہے، تو مقتدیوں کے سامنے بھی حاضر مانا جائے گا۔ اگر امام کی نماز حاضر پر ہوئی تو مقتدیوں کی بھی حاضر پر ہوئی، چاہے مقتدیوں کو جنازہ نظر آئے یا نہ آئے۔ صرف امام کے سامنے جنازہ حاضر ہونا سب کے لئے کافی ہے۔

نجاشی بادشاہ کی بظاہر غائبانہ نماز جنازہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنازہ ملاحظہ فرماتے ہوئے حاضر پر پڑھی اور صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم

اجمعین نے یہ سمجھ کر حاضر پر پڑھی کہ ہمیں نجاشی بادشاہ کا جنازہ نظر آئے یا نہ آئے۔ ہمارے آقا و مولیٰ امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو اس وقت امامت فرمارہے ہیں، وہ تو نجاشی بادشاہ کا جنازہ ضرور ملاحظہ فرمارہے ہیں، جب نجاشی بادشاہ کا جنازہ حضور کے سامنے حاضر ہے، تو حضور کے لیے یہ نماز غائب پر نہیں بلکہ حاضر پر ہے اور جب یہ نماز جنازہ حضور اقدس کے حق میں حاضر پر ہے، تو ہمارے لئے بھی حاضر پر ہوئی۔

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اس خیال کے ثبوت میں اور نجاشی بادشاہ کا جنازہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ہونے کے ثبوت میں چند حوالے احادیث کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں:

**حدیث:**

صحیح ابن حبان میں صحابیٔ رسول حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

''اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَنَّ اَخَاکُمُ النَّجَاشِی تُوَفِّیَ فَقُوْمُوْا فَصَلُّوا عَلَیْہِ فَقَام رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَصَفُّوْا خَلْفَہُ فَکَبَّرَ اَرْبَعًا وَھُمْ لَایَظُنُّوْنَ اِلَّا اَنَّ جَنَازَتَہُ بَیْنَ یَدَیْہ''

ترجمہ: ''رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا بھائی نجاشی مر گیا، اٹھو، اس پر نماز پڑھو، پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہوئے، صحابہ نے پیچھے صفیں باندھیں۔ حضور نے چار تکبیریں کہیں، صحابہ کو یہی ظن (خیال) تھا کہ نجاشی کا جنازہ حضور

اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہے۔''

حوالہ:- الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، مطبوعہ مؤسسة الرساله، بیروت، فصل فی الصلوة علی الجنائز، جلد۵، ص ۴۰

**حدیث:**

صحیح ابوعوانہ میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

''فَصَلَّيْنَا خَلْفَهُ وَنَحْنُ لَا نَرٰى اِلَّا اَنَّ الْجَنَازَةَ قُدَّامَنَا''

ترجمہ: ''ہم نے حضور کے پیچھے نماز پڑھی اور ہم یہی اعتقاد کرتے تھے کہ جنازہ ہمارے آگے موجود ہے۔''

حوالہ:- فتح الباری بحوالہ ابی عوانہ، مطبوعہ مصطفی البابی، مصر، باب الصفوف علی الجنازة، جلد۳، ص۴۳۲

**حدیث:**

جلیل القدر صحابیٔ رسول اور مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ:

''كُشِفَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ سَرِيْرِ النَّجَاشِى حَتّٰى رَأٰهُ وَصَلّٰى عَلَيْهِ''

ترجمہ: ''نجاشی کا جنازہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ سلم کے لیے ظاہر کر دیا گیا تھا۔ حضور نے اسے دیکھا اور اس پر نماز پڑھی۔''

حوالہ:- شرح الزرقانی علی المواهب، مطبوعہ: دارالمعرفة، بیروت، النوع الرابع فی صلوته ، جلد۸ ،ص۸۷

ثابت ہوا کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا غائبوں کی نماز جنازہ

پڑھنے سے باز رہنا ثابت ہے تو حضرت اصحمہ نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کا جنازہ حضور کے سامنے تھا اور یہ جنازہ صرف نظر صحابہ سے غائب تھا۔ اور حنفیہ و مالکیہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ ایسے کی نماز جنازہ جائز ہے، جو جنازہ لوگوں سے غائب ہو اور امام اسے دیکھ رہا ہو۔

## معاویہ لیثی کا واقعہ:

حضرت معاویہ بن معاویہ مزنی لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ طیبہ میں انتقال فرمایا۔ ان کے انتقال کے وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تبوک میں تشریف فرما تھے۔ جب تبوک میں حضرت معاویہ بن معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کی خبر آئی، تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تبوک میں ان کی نماز جنازہ پڑھی۔

غائبانہ نماز جنازہ کے جواز کے قائلین اس واقعہ کو بطور دلیل پیش کر کے غائبانہ نماز جنازہ کے جواز کا استدلال کرتے ہیں۔ حالاں کہ اس واقعہ میں بھی نجاشی بادشاہ کے جنازہ کی طرح حضرت معاویہ بن معاویہ مزنی لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیش نظر انور کر دیا گیا تھا۔ لہذا یہ نماز بھی حاضر پر ہوئی، نہ کہ غائب پر۔

حوالہ پیش خدمت ہے:

### حدیث:

امام طبرانی نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان الفاظ میں روایت کی کہ حضرت جبرئیل امین علیہ الصلوۃ والسلام نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ! معایہ بن معاویہ مزنی نے مدینہ میں انتقال کیا۔

''أ تُحِبُّ اَنْ اَطْوِیَ لَكَ الْاَرْضَ، فَتُصَلِّی عَلَیْهِ، قَالَ نَعَمْ، فَضَرَبَ بِجَنَاحِهِ عَلَی الْاَرْضِ فَرَفَعَ لَهٗ سَرِیْرَہٗ فَصَلّٰی عَلَیْهِ وَخَلْفَهٗ صَفَّانِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ كُلُّ صَفٍّ سَبْعُوْنَ اَلْفِ مَلَكٌ''

ترجمہ: ''کیا حضور چاہتے ہیں کہ حضور کے لیے زمین لپیٹ دوں تاکہ حضور ان پر نماز پڑھیں، فرمایا: ہاں، حضرت جبریل نے اپنا پر زمین پر مارا۔ جنازہ حضور کے سامنے ہوگیا۔ اس وقت حضور نے ان پر نماز پڑھی اور فرشتوں کی دو صفیں حضور کے پیچھے تھیں، ہر صف میں ستر ہزار فرشتے تھے۔''

حوالہ:- مرقاۃ شرح مشکوۃ، مطبوعہ: مکتبہ امدادیہ، ملتان، باب المشی بالجنازۃ، جلد ٤، ص ٤٦

**حدیث:**

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ حضرت جبریل علیہ الصلوۃ والسلام نے بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں عرض کی کہ کیا حضور اس پر نماز پڑھنا چاہتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: ہاں!

''فَضَرَبَ بِجَنَاحِهِ الْاَرْضَ فَلَمْ تَبْقَ شَجَرَةٌ وَلَا اَكَمَةٌ اِلَّا تَضَعْضَعَتْ وَرُفِعَ لَهٗ سَرِیْرَہٗ حَتّٰی نَظَرَ اِلَیْهِ فَصَلّٰی عَلَیْهِ''

ترجمہ: ''پس حضرت جبریل علیہ الصلوۃ والسلام نے زمین پر اپنا پر مارا۔ کوئی پیڑ اور ٹیلہ نہ رہا، جو پست نہ ہوگیا۔ اور ان (معاویہ بن معاویہ) کا جنازہ حضور کے سامنے بلند کیا گیا، یہاں تک کہ حضور کی مقدس نظروں کے سامنے ہوگیا۔ اس وقت حضور نے ان پر نماز پڑھی۔''

حوالہ:- الاصابہ فی تمییز الصحابہ، مطبوعہ: دار صادر، بیروت،

جلد۳، ص ٤٣٦

**حدیث:**

ایک روایت میں اس طرح بھی آیا ہے کہ:

''هَلُ لَكَ اَنُ تُصَلِّیَ عَلَیُهِ فَاَقُبِضُ لَكَ الاَرُضَ قَالَ نَعَمُ فَصَلّٰی عَلَیُهِ''

ترجمہ: ''حضرت جبرئیل نے عرض کی کہ اگر حضور ان پر نماز پڑھنی چاہیں تو میں زمین سمیٹ دوں۔فرمایا: ہاں، حضرت جبریل نے ایسا ہی کیا، اس وقت حضور نے ان پر نماز پڑھی۔''

حوالہ:- ایضاً، ص ٤٣٧

مذکورہ تینوں حوالوں میں یہ وارد ہے کہ حضرت جبریل امین علیہ الصلوۃ والسلام نے بارگاہ رسالت میں عرض کی کہ اگر حضور ان پر نماز پڑھنا چاہیں تو میں زمین کو لپیٹ دوں یا سمیٹ دوں، جس کا مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت تبوک نامی مقام میں تھے اور حضرت معاویہ بن معاویہ لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ مدینہ منورہ میں تھا اور تبوک نامی مقام مدینہ طیبہ سے کافی دور تھا، حضور نے حضرت معاویہ بن معاویہ کے جنازہ کی نماز پڑھنے کی خواہش ظاہر فرمائی تو حضرت جبریل نے اپنا پر مار کر زمین کو ہموار کر کے سمیٹ دی، یہاں تک کہ حضرت معاویہ بن معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے موجود ہو گیا۔

**نکتہ:**

اب یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت جبریل امین علیہ الصلوۃ والسلام کو خدمت اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں یہ عرض کرنے کی ضرورت کیوں پڑی کہ حضور

اگر حضرت معاویہ کے جنازہ کی نماز پڑھنا چاہیں، تو میں زمین سمیٹ دوں، یعنی حضور کے لیے حضرت معاویہ کی نماز جنازہ پڑھنا ممکن نہ تھا۔ کیوں کہ حضور اس وقت تبوک میں تھے اور جنازہ مدینہ طیبہ میں تھا یعنی جنازہ حاضر نہ تھا بلکہ غائب تھا اور حضرت جبریل شریعت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اچھی طرح واقف تھے ان کے علم میں یہ بات تھی کہ غائب کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جاتی، لہذا حضرت معاویہ کا جنازہ غیر موجود یعنی غائب ہونے کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھیں گے۔ البتہ اگر جنازہ حاضر ہوگا، تو ضرور پڑھیں گے۔

اسی لئے تو حضرت جبریل نے عرض کی کہ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت معاویہ بن معاویہ کے جنازہ کی نماز پڑھنا چاہیں، تو نماز پڑھنے میں جو بات مانع یعنی منع کرنے والی ہے یعنی جنازہ غائب ہے اس مانع کو دور کر دوں اور جنازہ بجائے غائب کے حاضر کر دوں۔

اگر غائب کے جنازہ کی نماز پڑھنا شرعاً روا ہوتا تو حضرت جبریل کی عرض پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ضرور ارشاد فرماتے کہ رہنے دو! تکلیف گوارا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر حضرت معاویہ کا جنازہ غائب ہے تو کیا ہوا؟ غائب کی بھی نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں، مگر حضور نے ایسا ہرگز نہیں فرمایا، بلکہ حضرت جبریل نے زمین کو سمیٹ کر جنازہ حاضر کرنے کی خدمت انجام دینے کی جو درخواست کی، اس کو شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے فرمایا کہ ہاں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خواہش کی تکمیل کے لئے حضرت جبریل علیہ الصلوۃ والسلام نے زمین پر اپنا پر مارا اور تمام حجابات زائل ہو گئے اور حضرت معاویہ کا جنازہ حضور اقدس کی نگاہوں کے سامنے ہو گیا، تب حضور نے ان کے

جنازہ کی نماز پڑھی۔

علاوہ ازیں حدیث شریف کے الفاظ کہ:

**''جب جنازہ حضور کی نگاہوں کے سامنے ہوگیا اس وقت حضور نے جنازہ کی نماز پڑھی۔''**

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جب تک جنازہ غائب تھا، آپ نے نماز جنازہ نہ پڑھی بلکہ جب حضرت معاویہ کا جنازہ نگاہوں کے سامنے ہوگیا، تب آپ نے نماز پڑھی، یعنی حاضر پر نماز پڑھی، غائب پر نہ پڑھی۔

**جس حدیث کو دلیل بنا کر نماز جنازہ غائب پر پڑھنے کے قائلین بطور ثبوت پیش کرتے ہیں، اسی حدیث سے صاف ثابت ہو رہا ہے کہ غائب کی نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔**

## حضور نے غائب کی نماز پڑھی اس کی وجہ:

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عام طور پر غائب کی نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے۔ حیات طیبہ میں دو، تین واقعات ایسے بھی ہیں کہ آپ نے غائب کی نماز جنازہ پڑھی۔ مثلاً نجاشی بادشاہ، حضرت معاویہ لیثی، امرائے موتہ۔

اوراق سابقہ میں احادیث کریمہ کی روشنی میں یہ بتایا گیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کسی کے جنازہ کی نماز پڑھنا موجب رحمت ہے۔ اور آپ جس پر نماز جنازہ پڑھ لیتے اس کی قبر سے تاریکی دور ہوجاتی اور قبر روشن ہوجاتی۔ تو ذرا سوچو! جو ذات کریمہ کی شان ''حَرِیۡصٌ عَلَیۡکُمۡ'' یعنی ''تمہاری بھلائی کے چاہنے والے ہو۔'' وہ ذات کریمہ ہزاروں غائب کی نماز جنازہ چھوڑ دیں اور صرف دو تین کی ہی

پڑھیں، یہ کب ان کے کرم کے شایان شان ہے؟ عام طور پر غائب کی نماز جنازہ ترک فرمانا اور دو ایک مرتبہ پڑھنا، یہ خصوصیت کی بناء پر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خصوصیت خاصہ عطا فرمائی تھی کہ بظاہر غائب اور دوسرے مقام پر جنازہ ہونے کے باوجود وہ جنازہ محبوب اکرم کی مقدس نگاہوں کے سامنے ہوتا اور بظاہر ایسے غائب پر نماز جنازہ حقیقت میں حاضر پر نماز جنازہ تھی اور غائب کی نماز جنازہ پڑھنے کے جو واقعات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وقوع پذیر ہوئے ہیں، وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصیت خاصہ تھی، جس کا حکم عام نہیں ہوسکتا۔

حکم عام عدم جواز ہے یعنی غائب کی نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں، یہی عام حکم ہے اور اسی عام حکم پر ملت اسلامیہ کا عمل ہے۔

# موت کے بعد کیا؟

ارادہ تو یہ تھا کہ ''مؤمن کی وفات'' کتاب کو ایک ہی جلد میں پوری کردوں لیکن کچھ ضروری اور اختلافی مسائل کے سلسلہ میں ذہن میں مضامین کی آمد نے وہ طول پکڑا کہ کتاب کی ضخامت میں اضافہ ہوتا گیا، ابھی حسب ذیل عناوین لکھنا باقی ہیں۔

(۱) قبور اور مزارات کی تعظیم

(۲) قبرستان کے تعلق سے مسائل

(۳) زیارت قبور کے آداب، مسائل اور فضائل

(۴) مزارات پر عورتوں کی حاضری

(۵) طعام میت

(۶) ایصال ثواب، فاتحہ، عرس وغیرہ

(۷)احوال برزخ

(۸)عذاب قبر

(۹)روح کی حقیقت

(۱۰)بعد انتقال روحوں کا اپنے گھروں میں آنا

(۱۱)میدان محشر، قیامت اور حساب و کتاب

(۱۲)پل صراط اور قیامت کی سختیاں

(۱۳)شفاعت کا بیان

(۱۴)جنت اور دوزخ کا بیان

(۱۵)دیدار الٰہی

مندرجہ بالا عناوین قرآن مجید، کتب تفاسیر، کتب احادیث اور دیگر کتب اسلاف میں اتنی تفصیل سے مذکور ہیں کہ ان عناوین کو اگر اختصاراً بھی لکھتا ہوں تو اب تک یہ کتاب ''مؤمن کی وفات'' جتنی ضخامت کی حامل ہے اس سے بھی زائد ضخامت صرف مندرجہ بالا عناوین کی ہوتی ہے۔ نتیجتاً کتاب تقریباً ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہو جائے اور اس کی طباعت میں کافی تاخیر ہوگی، لہذا مرکز اہل سنت برکات رضا کے مخلص علماء و محبین سے تبادلۂ خیال کرنے کے بعد اور ان کے اعلی و مفید مشوروں کے بعد یہ طے کیا کہ یہاں تک کے مضامین پر ''مؤمن کی وفات'' کتاب کو پوری کر کے شائع کر دی جائے اور بقیہ مندرجہ بالا عنوانات ایک الگ اور مستقل کتاب کی شکل میں شائع کیے جائیں اور اس کتاب کا نام ''موت کے بعد کیا؟'' رکھا جائے۔ قارئین کرام بنظر عفو ہمارے اس فیصلہ کو شرف قبولیت سے نواز کر ممنون و مشکور فرمائیں اور راقم الحروف حقیر و فقیر، سراپا تقصیر کے حق میں دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب اعظم و اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل

زیادہ سے زیادہ دینی و علمی کاوش کرنے کی توفیق رفیق عطافرمائے۔آمین بجاہ سیدالمرسلین علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم ۔

| | |
|---|---|
| ۲۸/شعبان المعظم ۱۴۲۵ھ | خیراندیش: |
| مطابق: | عبدالستار ہمدانی ''مصروف'' |
| بروزعیددوشنبہ ۳/اکتوبر ۲۰۰۵ء | برکاتی، نوری |

# ماخذ و مراجع



| نمبر | اسماء کتب | اسماء مصنفین، مولفین، مفسرین | سن وفات |
|---|---|---|---|
| ١ | اتحاف السادة المفتیین | علامہ سید مرتضی زبیدی | ١٢٠٥ھ |
| ٢ | اهلاك الوهابيين على توهين قبور المسلمين | امام احمد رضا محقق بریلوی | ١٣٤٠ھ |
| ٣ | ایذان الاجر فی اذان القبر | امام احمد رضا محقق بریلوی | ١٣٤٠ھ |
| ٤ | الاصابة فی تمییز الصحابہ | حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی | ٨٥٢ھ |
| ٥ | امداد الفتح | علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی | ١٠٦٩ھ |
| ٦ | ارشاد الساری شرح البخاری | علامہ شہاب الدین احمد بن محمد المصری القسطلانی | ٩٢٣ھ |
| ٧ | اشعة اللمعات شرح مشکوۃ | شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی | ١٠٥٢ھ |
| ٨ | الاصلاح للوقایہ | علامہ احمد بن سلیمان بن کمال باشا | ٩٤٠ھ |
| ٩ | ارکان اربعہ | ملك العلماء بحر العلوم عبدالعلی لکھنوی | ١٢٢٥ھ |

| ۱۰ | الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان | امیر علاء الدین علی بن ملیان فارسی | ۷۳۹ھ |
|---|---|---|---|
| ۱۱ | بہارشریعت(اردو) | صدرالشریعہ علامہ امجد علی اعظمی | ۱۳۶۷ھ |
| ۱۲ | البحر الرائق | امام شیخ زین الدین بن ابراهیم بن نجیم | ۹۷۰ھ |
| ۱۳ | بذل الجوائز علی الدعاء بعد صلاۃ الجنائز | امام احمد رضا محقق بریلوی | ۱۳۴۰ھ |
| ۱۴ | بریق المنار بشموع المزار | امام احمد رضا محقق بریلوی | ۱۳۴۰ھ |
| ۱۵ | البحرالز خار المعووف بمسند البزار | امام احمد بن عمرو بن عبدالخالق عتیکی بزار | ۲۹۲ھ |
| ۱۶ | بنایة شرح هدایة | امام بدرالدین ابو محمد عیسی | ۸۵۵ھ |
| ۱۷ | بدائع الصنائع | ملك العلماء علاء الدین ابو بکر بن مسعود کاسانی | ۵۸۷ھ |
| ۱۸ | برهان شرح المواهب | علامه ابراهیم بن موسی طرابلسی | ۹۲۲ھ |
| ۱۹ | الترغیب والترهیب | حافظ زکی الدین عبدالعظیم عبدالقوی منذری | ۶۵۶ھ |
| ۲۰ | تاریخ بغداد | علامه محمد بن راشدالبغدادی | نا معلوم |

| ٢١ | تنویر الابصار | علامہ شمس الدین محمد بن عبداللہ غزی تمرتاشی | ١٠٠٤ھ |
|---|---|---|---|
| ٢٢ | تفسیر خزائن العرفان (اردو) | علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی | ١٣٦٧ھ |
| ٢٣ | تاریخ اصفہان | امام ابو نعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی | ٤٣٠ھ |
| ٢٤ | تفسیر ابن کثیر | حافظ ابوالفداء عماد الدین ابن کثیر | ٧٧٤ھ |
| ٢٥ | تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق | امام فخر الدین ابو محمد عثمان بن علی زیلعی | ٧٤٣ھ |
| ٢٦ | تلخیص الادلۃ | امام زاہد صفاء | نامعلوم |
| ٢٧ | تفسیر جلالین شریف | امام جلال الدین سیوطی و جلال الدین محلی | ٩١١ھ |
| ٢٨ | التجنیس | علامہ برہان علی ابو بکر مرغینانی | ٥٩٣ھ |
| ٢٩ | تحفہ اثنا عشریہ | شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی | ١٢٣٩ھ |
| ٣٠ | جامع الصغیر | امام جلال الدین سیوطی | ٩١١ھ |
| ٣١ | جامع الترمذی | امام ابو عیسی محمد بن عیسی ترمذی | ٢٧٩ھ |
| ٣٢ | جامع المضمرات شرح قدوری | علامہ محقق امام ابو یوسف بن عمر | نامعلوم |

| ۳۳ | جامع الرموز شرح نقایة | علامه امام شمس الدین محمد خراسانی قهستانی | ۹٦۲ھ |
|---|---|---|---|
| ۳٤ | جوهرۃ نیرۃ شرح مختصر قدوری | ابوبکر بن علی بن محمد الحداد الیمنی | ۸۰۰ھ |
| ۳۵ | جامع الاحادیث | مولانا محمد حنیف خاں رضوی | بقید حیات |
| ۳٦ | جواهر الاخلاطی | امام برهان الدین ابراهیم بن ابوبکر اخلاطی | نا معلوم |
| ۳۷ | جامع البحار | علامه شمس الدین محمد بن عبدالله غزی تمر تاشی | ۱۰۰٤ھ |
| ۳۸ | الحرف الحسن فی الکتابة علی الکفن | امام احمد رضا محقق بریلوی | ۱۳٤۰ھ |
| ۳۹ | حلیة الاولیاء | امام ابو نعیم احمد بن عبدالله اصفهانی | ٤۳۰ھ |
| ٤۰ | حدیقه ندیه شرح طریقه محمدیه | علامه امام عبدالغنی بن اسماعیل بن عبدالغنی نابلسی | ۱۱٤۳ھ |
| ٤۱ | حاشیه مراقی الفلاح | علامه ابو سعود | نامعلوم |
| ٤۲ | حاشیه الطحطاوی علی مراقی الفلاح | علامه احمد بن محمد طحطاوی | ۱۲۳۱ھ |
| ٤۳ | حلیة المجلی شرح منیة المصلی | امام محمد بن محمد بن امیرالحاج حلبی | ۸۷۹ھ |

| ٤٤ | حسن التوسل فی زیارت افضل الرسل | علامہ عبدالقادر فاکھی مکی | نامعلوم |
|---|---|---|---|
| ٤٥ | حاشیہ الشبلی علی تبیین الحقائق | علامہ شھاب الدین احمد شبلی | نامعلوم |
| ٤٦ | خزانۃ المفتیین | علامہ حسین بن محمد صنعانی سمیقانی | ٧٤٠ھ |
| ٤٧ | خزانۃ الروایات | علامہ محقق سید محمد امین ابن عابدین شامی | ١٢٥٢ھ |
| ٤٨ | خلاصۃ الوفاء فی اخبار دارالمصطفی | علامہ سید نور الدین علی بن احمد سمھودی | ٩١١ھ |
| ٤٩ | خلاصۃ الفتاوی | علامہ طاھر بن عبدالرشید بخاری حنفی | نامعلوم |
| ٥٠ | دلائل النبوۃ (للبیھقی) | حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیھقی | ٤٥٨ھ |
| ٥١ | درمختارشرح تنویر الابصار | خاتم المحققین علامہ محمد بن علی حصکفی دمشقی | ١٠٨٨ھ |
| ٥٢ | الدر المنثور (للسیوطی) | امام علامہ جلال الدین سیوطی | ٩١١ھ |
| ٥٣ | ذخیرۃ العقبیٰ | امام علامہ یوسف بن جنید چلپی | ٩٠٥ھ |

| ٥٤ | رد المحتار شرح درمختار المعروف به فتاوی شامی | سید محمد امین ابن عابدین شامی | ١٢٥٢ھ |
|---|---|---|---|
| ٥٥ | زادالآخرة (٤ مجلد) | مولا عبدالسلام بدایونی، خلیفه اچھے میاں مارھروی | ١٢٥٢ھ |
| ٥٦ | زاد المعاد | علامه شمس الدین ابو عبدالله محمد بن ابوبکر | ٧٥١ھ |
| ٥٧ | السنن للنسائی | حافظ ابوعبدالرحمان احمد بن شعیب خراسانی | ٣٠٣ھ |
| ٥٨ | سنن ابوداؤد | حافظ سلیمان بن اشعث بن شداد سجستانی | ٢٧٥ھ |
| ٥٩ | السنن الکبری (للبیهقی) | امام ابوبکر احمد بن حسین بیهقی | ٤٥٨ھ |
| ٦٠ | سنن ابن ماجه | ابو عبدالله محمد بن یزید قزوینی | ٢٧٣ھ |
| ٦١ | سنن دار قطنی | امام علی بن عمر دار قطنی | ٢٨٥ھ |
| ٦٢ | السراج الوهاج | ابوبکر بن علی بن محمدحداد یمنی | ٨٠٠ھ |
| ٦٣ | شرح الصدوربشرح حال الموتی والقبور (اردوترجمہ) | امام جلال الدین سیوطی | ٩١١ھ |
| ٦٤ | شرح الکنز للملا مسکین | علامه معین الهروی المعروف به محمد ملا مسکین | ٩٥٤ھ |

| ٦٥ | شرح معانی الآثار المعروف به طحاوی شریف | امام ابو جعفر طحاوی | ٣٢١ھ |
|---|---|---|---|
| ٦٦ | شرح الزرقانی علی موطأ امام مالك | علامه محمدعبدالباقی زرقانی | ١١٢٢ھ |
| ٦٧ | شعب الایمان (بیهقی) | ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیهقی | ٤٥٨ھ |
| ٦٨ | شعب الایمان (لابی نعیم) | حافظ ابو نعیم احمد بن عبدالله اصفهانی | ٤٣٠ھ |
| ٦٩ | شرح النقایة برجندی | امام عبدالعلی برجندی | ٩٣٢ھ |
| ٧٠ | شرنبلا لیة علی الدرد | عبدالله حسن بن عمار بن علی شرنبلالی | ١٠٦٩ھ |
| ٧١ | شرح الزر قانی علی المواهب | علامه محمد عبدالباقی زرقانی | ١١٢٢ھ |
| ٧٢ | صحیح مسلم | امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری | ٢٦١ھ |
| ٧٣ | صحیح البخاری | امام ابو عبدالله محمد بن اسماعیل بخاری | ٢٥٦ھ |
| ٧٤ | صغیری | علامه ابراهیم بن محمد حلبی | ٩٥٦ھ |
| ٧٥ | صحیح ابن سکن | ابن سکن سعید بن عثمان | ٣٥٣ھ |

| ٧٦ | طحطاوی علی مراقی الفلاح | سید العلماء علامه سید امام احمد مصری طحطاوی | ١٣٠٢ھ |
|---|---|---|---|
| ٧٧ | الطبقات الکبری لابن سعد | امام محمد بن سعد | ٢٣٠ھ |
| ٧٨ | طوالع النور فی حکم السراج علی القبور | امام احمد رضا محقق بریلوی | ١٣٤٠ھ |
| ٧٩ | العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة (عربی–اردو) | امام احمد رضا محقق بریلوی | ١٣٤٠ھ |
| ٨٠ | عهود المشائخ | فخر العلماء علامه شیخ عبدالوهاب بن احمد شعرانی | ٩٧٣ھ |
| ٨١ | العلل المتناهیة (لابن الجوزی) | علامه ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی | ٥٩٧ھ |
| ٨٢ | عنایة شرح هدایة | امام محقق اکمل الدین محمد بن محمود بابرتی | ٧٨٦ھ |
| ٨٣ | عمدة القاری شرح البخاری | علامه امام بدر الدین ابو محمد محمودبن احمد عینی | ٨٥٥ھ |
| ٨٤ | غنیة المستملی شرح منیة المصلی | امام محمد ابراهیم بن محمد الحلبی | ٩٥٦ھ |
| ٨٥ | غایه شرح هدایه | امام الفقهاء علامه قاضی مصری سروجی | ٧١٠ھ |

| ٨٦ | فتاوی ہندیہ المعروف بہ فتاوی عالمگیری | ملا نظام الدین | ١١٦١ھ |
|---|---|---|---|
| ٨٧ | فیروز اللغات (اردو) | مولوی فیروز الدین | نا معلوم |
| ٨٨ | فتاوی کبری | امام احمد بن علی بن حجر مکی عسقلانی | ٨٥٢ھ |
| ٨٩ | فتاوی بزازیہ علی ہامش فتاوی ہندیہ | علامہ محمد شہاب الدین بن بزاز کردری | ٨٢٧ھ |
| ٩٠ | فتاوی ظهیریة | امام ظہیر الدین ابو بکر محمد بن احمد مرغینانی | ٦١٩ھ |
| ٩١ | فتاوی مصطفویہ (اردو) | تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند مصطفی رضا خان | ١٤٠٢ھ |
| ٩٢ | فتاوی فیض الرسول (اردو) | حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی | ١٤٢٢ھ |
| ٩٣ | فتح الباری بشرح صحیح البخاری | امام شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی | ٨٥٢ھ |
| ٩٤ | فتاوی کبری | امام صدر الشہید حسام الدین عمر بن عبد العزیز | ٥٣٦ھ |
| ٩٥ | فتاوی قاضی خاں | علامہ قاضی فخر الدین حسن بن منصور | ٥٩٢ھ |

| ۹۶ | فتح القدير | محقق على الاطلاق علامه كمال الدين محمد بن همام مكى | ۸۶۱ھ |
|---|---|---|---|
| ۹۷ | الفرج بعد الشدة | ابوبكر بن ابوالدنيا | نا معلوم |
| ۹۸ | فيض عام | شاه عبدالعزيز محدث دهلوى | ۱۲۳۹ھ |
| ۹۹ | فتاوى ولوالجيه | علامه عبدالرشيد بن ابو حنيفه | ۵۴۰ھ |
| ۱۰۰ | فتاوى غزى تمرتاشى | امام شمس الدين محمد بن عبدالله غزى تمرتاشى | ۱۰۰۴ھ |
| ۱۰۱ | القرآن الكريم | كلام الله تعالىٰ | |
| ۱۰۲ | القنيه | امام نجم الدين مختار بن محمد الزاهدى | ۶۵۸ھ |
| ۱۰۳ | قدورى | امام ابو الحسين احمد بن محمد بن جعفر قدورى | ۴۲۸ھ |
| ۱۰۴ | كنزالايمان فى ترجمة القرآن | امام احمد رضا محقق بريلوى | ۱۳۴۰ھ |
| ۱۰۵ | الكوكبة الشهابية فى كفريات ابى الوهابية (اردو) | امام احمد رضا محقق بریلوی | ۱۳۴۰ھ |
| ۱۰۶ | كافى شرح وافى | امام حافظ الدين علامه نسفى | ۴۲۷ھ |
| ۱۰۷ | كنزالعمال (للمتقى) | علامه على متقى بن حسام هندى برهان پورى | ۹۷۵ھ |
| ۱۰۸ | كتاب الآثار | امام محمد بن حسن شيبانى | ۱۸۹ھ |

| ١٠٩ | كتاب الاستيعاب فى معرفة الاصحاب | امام ابوعمر يوسف بن عبدالبر | ٤٥٣ھ |
|---|---|---|---|
| ١١٠ | الكامل (لابن عدى) | امام ابو احمد عبدالله بن عدى | ٣٦٥ھ |
| ١١١ | كشف الغمة عن جميع الأمة | علامه عبدالوهاب شعرانى مصرى | ٩٧٣ھ |
| ١١٢ | كشف النور عن اصحاب القبور | علامه عبدالغنى بن اسماعيل بن عبدالغنى نابلسى | ١١٤٣ھ |
| ١١٣ | لمعات التنقيح شرح مشكوة المصابيح | شيخ محقق عبدالحق محدث دهلوى | ١٠٥٢ھ |
| ١١٤ | مسند احمد بن حنبل | امام احمد بن حنبل | ٢٤١ھ |
| ١١٥ | مشكوة المصابيح | شيخ ولى الدين تبريزى | ٧٤٢ھ |
| ١١٦ | معجم كبير (للطبرانى) | حافظ ابوالقاسم سليمان بن احمد ايوب لخمى طبرانى | ٣٦٠ھ |
| ١١٧ | معجم اوسط (للطبرانى) | حافظ ابوالقاسم سليمان بن احمد ايوب لخمى طبرانى | ٣٦٠ھ |
| ١١٨ | معجم صغير (للطبرانى) | حافظ ابوالقاسم سليمان بن احمد ايوب لخمى طبرانى | ٣٦٠ھ |
| ١١٩ | مجمع الا نهر فى شرح ملتقى الابحر | شيخ عبدالدين محمد بن سليمان | ١٠٧٨ھ |

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱۲۰ | المستدرک (للحاکم) | امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری | ۴۰۵ھ |
| ۱۲۱ | مصنف عبدالرزاق | ابوبکر عبدالرزاق بن ھمام صنعانی | ۲۱۱ھ |
| ۱۲۲ | مرقاۃ شرح مشکوۃ | امام علی بن سلطان محمد ھروی قاری مکی المعروف بہ ملا علی قاری | ۱۰۱۴ھ |
| ۱۲۳ | مختصر تاریخ دمشق (لابن عساکر) | حافظ ابوالقاسم علی بن حسین شافعی ابن عساکر | ۵۷۱ھ |
| ۱۲۴ | معرفۃ الصحابۃ | علامہ شھر دار بن شیر ویہ الدیلمی | ۸۵۸ھ |
| ۱۲۵ | مجمع الزوائد (للھیثمی) | حافظ نور الدین علی بن ابوبکر ھیثمی | ۸۰۷ھ |
| ۱۲۶ | موت کامزہ (اردو) | عالم فقری | بقیدحیات |
| ۱۲۷ | مرأۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح | حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی | ۱۳۷۶ھ |
| ۱۲۸ | الموضوعات (لابن جوزی) | علامہ ابو الفرج عبدالرحمن بن علی جوزی | ۵۹۷ھ |
| ۱۲۹ | مسند ابو یعلی | حافظ أحمد بن علی التمیمی | ۳۰۷ھ |
| ۱۳۰ | المنۃ الممتازہ فی دعوات الجنازہ | امام احمد رضا محقق بریلوی | ۱۳۴۰ھ |

| ۱۳۱ | المطالب العاليه (لابن حجر) | امام شهاب الدين احمد بن على بن حجر عسقلانى | ۸۵۲ھ |
|---|---|---|---|
| ۱۳۲ | مصنف ابن ابى شيبه | امام ابوبكر عبدالله بن محمد احمد نسفى | ۲۳۵ھ |
| ۱۳۳ | المبسوط (شرح الكافى) | امام شمس الأمه محمد بن احمد سرخسى | ۴۸۳ھ |
| ۱۳۴ | موت کا منظر (اردو) | علامہ عبدالرزاق بھترالوی | بقید حیات |
| ۱۳۵ | مراقى الفلاح | علامه حسن بن عماربن على شرنبلالى | ۱۰۶۹ھ |
| ۱۳۶ | مجمع بحار الانوار | علامه محمد طاهر صديقى | ۹۸۱ھ |
| ۱۳۷ | مدارج النبوت (فارسی) | شيخ محقق عبدالحق محدث دهلوى | ۱۰۵۲ھ |
| ۱۳۸ | المستصفى | امام حافظ الدين عبدالله بن احمد نسفى | ۷۱۰ھ |
| ۱۳۹ | منحة الخالق | علامه محقق محمدامين بن عابدين شامى | ۱۲۵۲ھ |
| ۱۴۰ | مستخلص الحقائق | امام ابراهيم بن محمد حلبى حنفى | ۹۵۶ھ |
| ۱۴۱ | نوادر الاصول فى معرفة اخبار الرسول | امام عبدالله بن محمد بن على حكيم ترمذى | ۲۵۵ھ |

| ۱۴۲ | نصب الراية فی تخریج احادیث الهدایة | امام عبداللہ یوسف زیلعی | ۷۲۶ھ |
|---|---|---|---|
| ۱۴۳ | نزهة القاری شرح صحیح البخاری | فقیہ الہند علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی | ۱۴۲۰ھ |
| ۱۴۴ | النهی الحاجز عن تکرار صلاة الجنائز (اردو) | امام احمد رضا محقق بریلوی | ۱۳۴۰ھ |
| ۱۴۵ | نهر الفائق | فخر العلماء علامہ عمر بن نجیم مصری | ۱۰۰۵ھ |
| ۱۴۶ | نور الایضاح | علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی | ۱۰۶۹ھ |
| ۱۴۷ | نقایة مختصر الوقایة | امام صدرالدین عبداللہ بن مسعود | ۷۴۵ھ |
| ۱۴۸ | وفاء الوفاء | علامہ نورالدین علی بن احمد سمہودی | ۹۱۱ھ |
| ۱۴۹ | الوافی فی الفروع | امام حافظ الدین عبداللہ بن احمد نسفی | ۷۱۰ھ |
| ۱۵۰ | الوقایة | علامہ محمد بن صدرالشریعہ | ۶۷۳ھ |
| ۱۵۱ | الهدایة فی شرح البدایہ | برہان الدین علی بن ابو بکر مرغینانی | ۵۹۳ھ |
| ۱۵۲ | الهادی الحاجب عن جنازة الغائب (اردو) | امام احمد رضا محقق بریلوی | ۱۳۴۰ھ |